بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُ

اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں مجاہدہ کیا ہم ان کو اپنی راہوں کی

اصولِ تصوّف

حصّہ اوّل

جسکو

شیخ الطّریقت حضرت محمّد عارف سُلطان

المعروف بہ حضرت عارف لاہوری مدظلہ

نے تالیف کیا

شارحِ ا

نکاتِ

ومفتاح

مراطِ

ناشر

نیو کتابستان پبلشنگ کمپنی ○ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط

(اور جن لوگوں نے ہمارے راستے میں مجاہدہ کیا ہم اُن کو اپنی راہوں کی ہدایت کرینگے)

اصولِ تصوّف

(حصّہ اوّل)

جو

شارح احکام شریعت وکاشفِ نکاتِ طریقت و رموزِ حقیقت و مفتاحِ اسرارِ معرفت و معیارِ صراطِ مستقیم وضلالت ہے

جسکو

شیخ الطریقت حضرت محمد عارف سُلطان المعروف بہ

حضرت عارف لاہوری مدظلہ العالی

نے تالیف کیا

ناشر

نیو کتابستان پبلشنگ کمپنی

اردو بازار لاہور

بار اوّل .. .. ..

تعداد .. .. ایک ہزار

کتابت .. .. کریمیہ دارالکتابت چوک متی لاہور

طباعت .. .. ایم جیون بھٹی نیو کتابستان پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

قیمت .. .. .. ۲۱/۵۰ روپے

زیب پرنٹنگ پریس، لاہور

فہرست اصولِ تصوّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجۂ تالیف

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر، ناچیز، احقر الناس محمد عارف سلطان بن سلطان احمد المعروف بہ عارف لاہوری عفی اللہ عنہ (حال مقیم سلطان منزل ۹۰۔ امیر روڈ۔ بلال گنج لاہور) عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ گمراہی اور بے دینی کا چاروں طرف زور ہے اور بدعات و بدرسومات کا غلبہ ہے اگر کسی درجہ میں علم ہے تو عمل مفقود، عمل ہے تو اخلاص مفقود۔ لوگ مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹ چکے ہیں۔ ہر کوئی اپنے اپنے مکتبۂ فکر و جماعت کی حمایت میں سرگرم ہے۔ ایک گروہ عظیم نے علم دین اور پیری مریدی کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اور الحاد و زندقہ، گمراہی و بدعات کو دین و تصوف سمجھ رکھا ہے۔ نہ تو خود ہی تربیت یافتہ ہیں اور نہ ہی تربیت کے فن سے واقف۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں رہبر موجود لیکن تربیت مفقود اور قوم کا یہ حال کہ اس کی دینی و اخلاقی حالتوں پر رونا آتا ہے اور دل کڑھتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بھی کثرت ہے جو اپنا باطنی تعلق کسی نہ کسی پیر، بزرگ یا کسی نہ کسی طریق باطن مثل طریقۂ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ وغیرہم سے تو ظاہر کرتے ہیں لیکن بیعت و سیر و سلوک کی حقیقت سے بالکل ناآشنا

ہیں - بوجہ جہالت کے شریعت و طریقت کو الگ الگ خیال کرتے، استدراج کو کرامت اور ولی الشیطان کو ولی الرحمٰن سمجھتے ہوئے خالی خولی و گمراہ پیروں کے ہاتھوں اپنا دین برباد کرتے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس کو پڑھنے سے لوگوں کو شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت کی حقیقت معلوم ہو جائے تاکہ وہ ارکانِ اسلام کے ظاہری و باطنی پہلو کی اہمیت کو سمجھیں اور اعمالِ ظاہرہ و اعمالِ باطنہ کی بدولت رضائے الٰہی و قرب و معرفتِ الٰہیہ حاصل کر سکیں۔ جاننا چاہیئے کہ تصوف، سیر و سلوک یا طریقت کا ماحاصل یہ ہے کہ شریعت طبیعت بن جائے اور تصوف تعمیرِ ظاہر و باطن کا نام ہے تعمیرِ ظاہر کے دس اصول ہیں اور تعمیرِ باطن کے بھی دس اصول، ظاہر کے دس اصول یہ ہیں۔

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) زکوٰۃ، خیرات (۴) حج (۵) ذکرِ الٰہی (۶) تلاوتِ قرآن (۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر (یعنی تبلیغِ دین) (۸) مسلمانوں کے حقوق (۹) اتباعِ سنت (۱۰) طلبِ حلال۔

تعمیرِ باطن: متعلق بہ اخلاقِ مذمومہ یہ ہیں :-

(۱) کثرتِ اکل و حرصِ طعام (۲) کثرتِ کلام و فضول گوئی کی ہوس (۳) غضب و غصہ (۴) حسد (۵) بخل اور محبتِ مال (۶) رعونت اور شہرت جاہ (۷) دنیا کی محبت (۸) نخوت و تکبر (۹) خود پسندی (۱۰) ریاء

تعمیرِ باطن کے دوسرے جزو اخلاقِ محمودہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) توبہ (۲) خوف (۳) زُہد (۴) صبر (۵) شکر (۶) اخلاص وصدق (۷) توکّل (۸) محبّت (۹) رضا بر قضا (۱۰) فکرِ موت۔

چونکہ علمِ تصوّف کا حصول فرضِ عین ہے اور تصوّف اصولِ دین سے ہے اور یہ عبارت ہے خلوص واحسان سے اور بغیر خلوص نہ توحید مقبول ہے نہ ایمان وعمل۔ اور تصوّف وہ علم ہے جس سے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔ تاکہ سعادتِ ابدی حاصل ہو، نفس کی اصلاح ہو اور ربّ العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو، اس لئے اس کتاب میں ان ہی اصولوں یعنی اصولِ تصوّف کو بیان کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ راہِ حق کے طالبوں اور سالکوں کو اس کتاب سے رہنمائی حاصل ہو گی اس لئے بھی کہ میرے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ کتاب ایک نافع اور اصلاحی کتاب ہو گی۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سب سے پہلے غافلین کے لئے ترغیب وترہیب ہے خدا کے نافرمانوں کے لئے مختلف گناہوں پر جہنم میں مختلف سزائیں، جنت اور جنتیوں کے حالات مندرج ہیں۔ پھر منشائے حیات کے بعد ترتیب وار اصولوں کو بیان کرتے ہوئے معرفتِ الٰہیہ کے حصول کے طریق، لطائف اور اُن کی پڑوسنوں یعنی اوصافِ مذمومہ امراضِ نفسانیہ اور اُن کے طریقِ علاج، ریاضات ومجاہدات کو بطریقِ سہل بیان کیا گیا ہے۔

حصہ اوّل میں لطیفۂ قلب تک کا بیان ہے۔ حصہ دوم وسوم میں باقی ماندہ لطائف، مقامات، سلوک و تعلیماتِ نقشبند، اوصافِ مذمومہ، طریقِ علاج، مجاہدات وریاضات کا بیان ہے۔ اور اکثر مضامین نہایت معتبر کتبِ تصوف سے لئے گئے ہیں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر اس کتاب کو مفید پائیں تو اس کی اشاعت برائے تبلیغِ دین میں سعیٔ بلیغ فرمائیں اور اگر کہیں اس عاجز سے کوئی لغزش ہوئی ہو تو میری کم علمی پر محمول فرما کر اصلاح فرمائیں اور اس عاجز کے لئے دعائے حصولِ سعادتِ دارین فرماتے رہیں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم

احقر محمد عارف غفرلہ

[signature]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ترغیب و ترہیب

اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں :-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ٥

ترجمہ: "ہم نے انسانوں و جنات کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا"۔

آگاہی : جن لوگوں نے دنیا کی اس زندگی کا مقصد مال و دولت، امارت و وزارت، عیش و عشرت زنا و شراب ہی کا حاصل کرنا سمجھ رکھا ہے ان سب کا ردّ اس آیت میں فرما دیا۔ کہ ہرگز ہرگز ان کاموں کے لئے پیدا نہیں کیئے گئے ہو۔ بلکہ اے انسانو اور جنو! خوب سمجھ لو کہ ہم نے تمہیں فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ عبادت سے مراد اللہ تعالےٰ کی بندگی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر بلا چوں و چرا عمل کرنا اور جن کاموں سے منع فرماتے ہیں اُن سے رُک جانا۔ من مانی چھوڑ دینا اور ربّ چاہی زندگی بسر کرنا۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے تقاضوں کو پورا کرنا۔ اور اپنے اُس قول و اقرار کو پورا کرنا جو کلمہ پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے کیا ہے۔ اور وہ اقرار ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، بندہ نے اقرار کیا کہ اللہ ہی کی عبادت کروں گا۔ یعنی اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی بسر کروں گا۔ مُحَمَّد رسول اللّٰہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کروں گا" جو طریقے اللہ کے رسولؐ نے زندگی بسر کرنے کے لئے سکھلائے ہیں، اُن طریقوں پر زندگی بسر کروں گا۔

پس ہر وہ عمل جو اللہ تعالےٰ کے حکموں کے مطابق اللہ تعالےٰ ہی کی رضا کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر کیا جائے عبادت میں شمار ہوگا۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نماز پڑھتا ہے تو اُس کا نماز پڑھنا عبادت، تلاوت و ذکر الٰہی کرنا عبادت، کھانا پینا عبادت، بشرطیکہ حلال کھا رہا ہو۔ اور اس نیّت سے کہ کھانا پینا زندگی کے لئے ہے اور زندگی عبادت کے لئے، لہٰذا کھانا پیتا ہوں کہ طاقت و توانائی حاصل ہوگی اور اللہ تعالےٰ کی عبادت و نیک کام کروں گا۔ جہاد کے وقت جہاد کروں گا تو اُس کا کھانا پینا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔ اللہ کے حکموں کے مطابق کماتا ہے ادائگی حقوق کی نیّت سے تو اس کا کمانا بھی عبادت، اسی طرح سے لین دین، معاملات، نکاح و طلاق، دوستی دشمنی، غرضیکہ ہر ایک عمل حتّٰی کہ نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ پڑھ کر سویا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی تو ساری رات کا سونا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔

محوِ تسبیح تو سبھی ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود عبادت ہے مگر ہوش نہیں

پس تصوف وطریقت یا سیر وسلوک سے مراد رہبانیت نہیں ۔ بلکہ صحابیت حصول کرنا ہے۔ یعنی دنیا میں رہتے ہوئے اللہ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنا ہے دنیا میں رہنا ہے مگر دنیا کے طلبگار نہیں بننا اور دنیا کی حرص ولالچ ومحبت کو دل میں نہیں آنے دینا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ کشتی دریا میں ہوتی ہے مگر دریا یعنی پانی کشتی میں نہیں ہوتا۔ اگر پانی کشتی میں آجائے تو کشتی کو لے ڈوبتا اور مسافروں کو ہلاک کر دیتا ہے پس اے راہِ آخرت کے مسافر! تو ایک معینہ مدت کے لئے اس دُنیا میں ایک مقصدِ خاص یعنی عبادت کے لئے بھیجا گیا ہے اور دنیا کی ان عارضی اور فانی لذتوں اور رنگینیوں کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ تو اس دنیا (جس کی قدر ومنزلت خدا کے ہاں مچھر کے ایک پَر کے برابر بھی نہیں) کا طالب بنتا ہے یا اُس خالق و مالک اللہ جلّ شانہٗ کا جس کے دیدار میں وہ لذت ہو گی کہ جنّت کی بڑی سے بڑی نعمت بھی اُس لذّت کے مقابلے میں ہیچ ہو گی۔

تجھ پر افسوس! تو اس دنیا پر فریفتہ ہو گیا جس کے ظاہر کو طرح طرح کی سجاوٹوں سے سجایا اور چمکایا گیا ہے۔ دیکھنے میں میٹھی اور تروتازہ نظر آتی ہے لیکن اصل میں عطر لگا ہوا مردار، اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کیطرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے۔ اس کا باطن بالکل خراب اور بہت بُرا ہے اور اس قدر گندہ ہوتے ہوئے اس کا معاملہ دنیا والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے جو بیان ہو سکے۔ اس کا چاہنے والا جادو کا مارا ہے جو اس

میں پھنسا اُس نے دھوکا کھایا اور وہ دیوانہ ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اس کے ہاتھ آیا۔ اور جس نے اس کی مٹھاس اور تر و تازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اُسے نصیب ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" دُنیا اور آخرت آپس میں سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہو گئی تو دوسری ناراض"۔ پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہو گئی اور وہ آخرت سے بے نصیب ہو گیا۔

اے عزیز! ہوشیار ہو اور اپنی چند روزہ زندگی کو غنیمت جان، خداوند تعالےٰ کی طرف دھیان لگا۔ دنیا کی کسی چیز کے دھوکا میں نہ آ۔ اور فانی چیزوں پر بھروسہ نہ کر۔ عنقریب موت آئے گی اور سب کچھ چھن جائے گا۔ اس وقت پچھتانا عبث و بیکار ہو گا۔ پُرانی و خستہ قبروں سے عبرت حاصل کر اور دیکھ کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ کیسے کیسے نرم و نازک جسموں کو کیڑے کھا گئے ہیں۔ دُنیا کی لذّتوں میں مشغول، مجلسوں میں قہقہے لگانے والے آج منوں مٹی کے نیچے خاموش پڑے ہیں۔ موت کو بُھلانے والے اس کا شکار ہو گئے۔ جوانی کے نشہ میں رہنے والوں کے ہاتھ الگ پڑے ہیں پاؤں الگ، زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ کھِل کھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہیں، کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے سامان سوچتے تھے حالانکہ موت سر پر تھی۔

افسوس تو نے کامیابیوں کا مدار مال و زر ہی کا حاصل کرنا سمجھ لیا، اور طالبانِ

دنیا کے حشر پر غور نہ کیا۔ کیا فرعون، نمرود، شداد و ہامان کے تخت و تاج مال و زر اور خزانے کچھ بھی کام آئے؟

نقل ہے کہ شہنشاہ سکندر اعظم نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھوں کو کفن سے باہر رکھنا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا اسلیئے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہوں اور کسی چیز کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتا۔ ؎

بے زری کا نہ کر گلہ غافل — رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا

کتنے منعم جہان میں گذرے — وقت رحلت کے کس کنے زر تھا

صاحب جاہ و شوکت و اقبال — دیکھ از آنجملہ اک سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیر نگیں — ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا

لعل و یاقوت ہم زر و گوہر — چاہیئے جس قدر میسر تھا

آخر کار جب جہاں سے چلا — ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

پس عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں جیسے وہ لوگ جو دنیا کے مال و دولت سے خوش تھے اور جنہوں نے دنیا کے کاموں کو پورا کرنے کے لئے اللہ کی نافرمانیاں کیں اور وہ کچھ تدبیریں کیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اُن دُنیا کے طالبوں، خدا کے نافرمانوں کا کیا حال ہوا۔ کہ اُن کی عارضی وقتی اس عزت (جو کہ اُنہیں مال و زر اور تخت و تاج کی بدولت حاصل تھی)، کو کس طرح ذلت میں بدلے

دیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ کسی کو دریائے نیل میں ڈبو دیا۔

اُن برگزیدہ ہستیوں، انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام کی سادہ زندگیوں اور نیک انجام کو بھی دیکھ۔ کہ کس طرح دنیا میں بھی پُرسکون تھے اور اب قبروں میں بھی مزے میں ہیں۔ اور دُنیا سے چلے جانے کے بعد بھی دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے کو دیکھ کر زبیدہ نے خلیفہ ہارون الرشید سے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا یہ لوگوں کے روحانی مذہبی پیشوا حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا جنازہ ہے۔ اس پر زبیدہ نے عجیب بات کہی۔ کہنے لگی۔ بادشاہ تو یہ لوگ ہیں جو مرنے کے بعد بھی دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ حیات میں تو لوگوں کو ان سے غرض و غایت ہو سکتی ہے بھلا مرنے کے بعد اِن سے لوگوں کو کیا غرض کہ شہر کا شہر جنازے کے ساتھ ہے۔ ہر کوئی ہجر و فراق میں بیقرار ہے اور اپنی عقیدت کا اظہار کر رہا ہے اور آپ جو حکومت کر رہے ہیں تو طاقت کے بل بوتے پر۔

اے عزیز! اللہ کی عبادت میں مشغول رہنے والے اور دنیا کی حرص و خواہشوں سے پاک رہنے والے اُن درویشوں کی شان بھی دیکھ جو حقیقت میں بادشاہ ہیں، قلوب و معنی پر۔ ایک بادشاہ کی کسی درویش سے ملاقات ہو گئی۔ بادشاہ نے درویش کی خدمت میں نذر پیش کی۔ درویش نے بادشاہ سے کہا۔ ہم غلاموں سے مدد نہیں لیا کرتے

بادشاہ حیران ہوا اور وضاحت چاہی۔ درویش نے کہا وہ خواہشیں جو تجھ پر حکمران ہیں کبھی مجھ میں بھی تھیں لیکن میں نے انہیں مجاہدہ وریاضت سے اپنا غلام بنالیا ہے پس وہ خواہشیں جو ہماری غلام ہیں۔ وہ تجھ پر حکمران ہیں۔ خود ہی بتلا ایسی صورت میں تو بادشاہ ہوا یا ہم۔ بادشاہ یہ سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

اور خدا کے نافرمانوں کو بھی دیکھو کہ مال و دولت، تخت و تاج کے باوجود بھی سکونِ قلب نہیں۔ نیند کی گولیاں کھا کر چار چار گھنٹے نیند کی منتیں کر رہے ہیں مگر نیند نہیں آتی۔ اور اس کے مقابلے میں آخرت کی فکر کرنے والا دن بھر کا تھکا ہارا وہ انسان جو رات گئے تک دین کا علم سیکھنے اور ذکرِ الٰہی کرنے میں مشغول ہے۔ نیند کو دور کرنے کی تدابیر کر رہا ہے۔ لیکن نیند اس کی گویا منتیں کر رہی ہے کہ نماز بھی پڑھ لی، مطالعہ بھی کر لیا۔ ذکر و فکر بھی کر لیا اب تو سو جاؤ کہ پھر تہجد کے لئے اٹھنا ہے۔ خود ہی اندازہ کر لو کہ ایسی صورت میں سکونِ قلب دونوں میں سے کس کو حاصل ہے۔ من مانی کرنے والے کو یا ربّ چاہی زندگی بسر کرنے والے کو؟ بھلا ایسے شخص کو سکون کیسے مل سکتا ہے جس نے خلافِ قانون جرم کیا ہو؟۔ اور ایسے شخص کو سکون قلب سے آشنائی اور اللہ والوں کی شان کیونکر معلوم ہو جو احکم الحاکمین کا نافرمان و مجرم ہو۔ آج دنیا کے طالب و حریص، دین پر چلنے والوں کو حقارت سے دیکھتے اور دیوانے و مجنون بتلاتے ہیں۔ ارے نادانو! مجنوں و دیوانے تو تم ہو کہ دنیا کی عارضی و فانی چیزوں کے طالب بن گئے اور انہیں حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار

مشغول ہو۔ اور ہمیشہ رہنے والی آخرت اور اس کی نعمتوں سے محروم ہو۔ جو قلیل و فانی دنیا کی خاطر پائیدار و لافانی آخرت کو ضائع کر دے اس کو دیوانہ ہی تو کہیں گے کسی نے خوب کہا ہے ؎

دیوانہ او است کہ دیوانہ نہ شد

یعنی دیوانہ تو وہ ہے جو خُدا کے عشق میں دیوانہ نہیں:

عقل مند و عالی شان تو وہ ہے جو خدا کا عاشق ہو۔ جتنا کسی کا معشوق حسین وجمیل اور کمال خوبیوں والا ہوگا اتنا ہی اس کا عاشق بھی ذیشان ہوگا۔ اسی طرح سے اللہ عزّ وجلّ جو ہر شان میں اکبر ہے اس کے طالب و عاشق کی کیا شان ہوگی۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ جنہوں نے بلخ کی بادشاہت ترک کر کے فقیری اختیار کی تھی ایک روز دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ کہ اچانک سلطنتِ بلخ کا ایک وزیر اس راہ سے گزرا۔ وزیر نے بادشاہ کو اس غربت میں گدڑی سیتے ہوئے جب دیکھا تو دل میں سوچا کہ انہوں نے ملک ہفت اقلیم ضائع کر کے گدڑی سینا شروع کر دیا ہے۔ ایسی سلطنت پر اس گدائی کو ترجیح دی ہے۔ نہ معلوم یہ کونسی عقلمندی ہے اللہ تعالےٰ نے وزیر کے اس خیالِ باطل کو حضرت ابراہیم ادھمؒ پر منکشف فرما دیا۔ پس حضرت ابراہیم ادھمؒ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور حکم دیا کہ اے مچھلیو میری سُوئی لاؤ۔ اس حکم کا سننا تھا کہ سو ہزار مچھلیاں سونے کی ایک ایک سُوئی اپنے لبوں میں دبائے ہوئے دریا کے کنارے حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ

حضرت سُوئی حاضر ہے حضرت ابراہیم ادھمؒ نے عرض کیا۔ اے اللہ میں اپنی سُوئی چاہتا ہوں۔ بس ایک مچھلی وہ خاص سُوئی جس کو شیخ نے دریا میں پھینکا تھا لے کر حاضر ہوئی۔ اس وقت حضرت ابراہیم ادھمؒ نے اس وزیر سے فرمایا کہ ملکِ دل بہ یا چنیں ملک حقیر، دل کی سلطنت بہتر ہے یا وہ ملکِ حقیر؟ وزیر کا اتنا سننا تھا کہ وزیر نے ایک آہ کھینچی اور کہا افسوس کہ مچھلیاں تو اس اللہ والے کو پہچانتی ہیں اور میں اس شیخ اور قطبِ زماں سے بے خبر ہوں۔ میں انسان ہو کر بدبخت ہوں اور یہ مچھلیاں اس دولتِ معرفت کے سبب مجھ سے سعید ہیں۔ پس وزیر نے اس شاہِ دین شیخِ بلخ کے سامنے سراپا ادب بن کر سلام کیا اور روتا ہوا دولتِ عشقِ حقیقی سے کامیاب واپس ہوا۔

عشق را با حی و با قیوم دار   عشق بامردہ نباشد پائیدار

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ عشقِ حقیقی زندہ اور حقیقی سنبھالنے والے یعنی حق تعالےٰ سے کرنا چاہیئے۔ جو ایک دن مرنے والے ہیں اُن کی محبت پائیدار نہیں ہے۔

از شرابِ قہر چوں مستی دہد   نیست ہا صورتِ ہستی دہد

مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں اہلِ دنیا جو سرمست نظر آتے ہیں یہ مستی شرابِ قہر کی مستی ہے۔ ایک دن خدا کا عذاب اس مستی کو ختم کرنے والا ہے پھر دارالجزا میں پہنچ کر ندامت اور پچھتانے سے کچھ بھی نتیجہ مرتب نہ ہوگا۔ چنانچہ کفار عذابِ آخرت کا مشاہدہ کر کے تمنّا کریں گے کہ کاش ہم مٹی ہو جاتے۔

وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا ۰ اور کافر قیامت کے دن کہے گا کاش کہ میں مٹی ہو جاتا۔

اور اللہ والوں کو اپنے پروردگار کی محبت میں جو لذت ملی ہے اس لذت کے سامنے انہوں نے دنیا سے رُخ پھیر لیا۔ کیونکہ اللہ کی محبت اور معرفت کے نور میں دنیا کی حقیقت ان پر منکشف ہو گئی۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کے نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو باانداز بہار آئی ہے

دُنیا کی ہر لذت فانی اور ایک خواب وافسانہ ہے۔

یہاں دراصل ویرانہ گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ والے بھی دُنیائے بے ثبات کو برتتے ہیں مگر اس سے دل نہیں لگاتے ہیں ضرورت رفع کرنا اور بات ہے جی لگانا اور بات ہے دونوں باتوں میں فرق ہے۔ پاخانے میں آدمی رفع ضرورت کے لئے بیٹھتا ہے مگر پاخانے میں دل نہیں لگاتا۔ دنیا اس وقت مذموم ہے جب اللہ تعالےٰ سے غفلت میں مبتلا کر دے۔ جس طرح کہ کشتی کے لئے پانی اس وقت ہلاکت کا سبب ہے جب کشتی کے اندر داخل ہو جائے اور کشتی کے باہر جب تک ہے کشتی کے لئے

مفید اور معین ہے بلکہ ضروری ہے۔ اسی طرح بقدرِ ضرورت دنیا ضروری ہے۔

ضرورت کی تعریف کم لوگ سمجھتے ہیں۔ اکثر غیر ضروری کاموں کو بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ضروری وہ کام ہے جس کے نہ کرنے سے ضرر ہو۔ البتہ وہ بندے مستثنیٰ ہیں جن پر جذب طاری ہوگیا اور وہ غلبۂ حال میں دنیا کو لات مار کر بالکل اللہ کے ہو گئے۔

تابِ زنجیر نہ دارد دلِ دیوانۂ ما

اللہ کی محبت میں ایسے دیوانے ہو گئے کہ اپنا وطن اور ملک اور سلطنت سب کچھ ان پر سرد ہو گیا۔ اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے ؎

اے جانِ جہاں حور اچھی نہ پری خوب
میری نگاہوں میں تیری جلوہ گری خوب

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیتے ہیں۔ اسی کھینچ لینے کا نام جذب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہورِ نبوت سے قبل غارِ حرا تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن عبادت میں مصروف رہتے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

حُبِّبَ اِلَیَّ الْخَلَاءُ : حضور فرماتے ہیں کہ جب ظہورِ نبوت کا زمانہ قریب ہوا تو مجھے خلوت محبوب کر دی گئی۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ پر جب اللہ تعالےٰ کی محبت نے اثر کیا تو تخت و تاج کو خیرباد کہہ کر نیشاپور کے جنگل میں دس برس تک مصروف عبادت رہے۔ دنیا سے دِل اُچاٹ ہو جانا اللہ تعالےٰ کے راستہ کا اوّل قدم ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم ادھمؒ پر جب عشقِ حقیقی نے اثر کیا تو سلطنتِ بلخ سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور اس جذب کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک رات بالاخانہ پر سو رہے تھے۔ حق تعالیٰ نے چند فرشتوں کو انسان کی صورت میں ان کے پاس بھیجا۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ ان حضرات کے آنے کی آہٹ پا کر دل میں سوچنے لگے کہ محلِ شاہی میں رات کے وقت کسی انسان کی ایسی ہمت اور جرائت نہیں ہو سکتی۔ یہ شاید جن ہیں۔ دریافت فرمایا۔ آپ لوگ کیسے تشریف لائے ہیں۔ اُن واردین کرام نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے اونٹوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ اونٹ بالاخانہ پر کیسے جست کر کے آسکتا ہے۔ پس اُن واردین غیب نے فرمایا کہ بیشک اونٹ بالاخانہ پر نہیں آسکتا۔ لیکن تو تختِ شاہی پر خدا کی تلاش کیوں کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے سامنے سے یہ واردین غیب یہ کہہ کر اُسی وقت نظر سے غیب ہو گئے اور ادھر حضرت ابراہیم ادھمؒ کے دل پر ایک چوٹ لگ گئی اور اللہ کی محبت میں سلطنت اور تخت و تاج سب کچھ تج دیا۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے سلطنت چھوڑی تو اللہ تعالےٰ نے اُن کی کیا قدر فرمائی۔ پہلے صرف محدود سلطنت کے مالک تھے اب خشکی اور تری پر حکومت

نصیب ہو گئی۔

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی ہیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ می کنم

اہل اللہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ کی معرفت اور اس کی محبت کی لذت بہشت کی لذت سے بہت بڑھ کر ہے تجھ کو اس میں غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ فرمایئے تو سہی کہ وہ کون ہے جس نے آپ کو خلق اور دنیا سے بیزار کیا ہے اور خلوت اور عبادت میں مشغول کیا ہے۔ آیا وہ موت کا خوف ہے یا دوزخ کا ڈر ہے یا بہشت کی اُمید ہے؟ فرمایا ان سب کی کیا حقیقت ہے۔ وہ بادشاہ جس کے قبضہ میں یہ سب کچھ ہے اگر اس کی دوستی اور محبت کو چکھے تو اِن سب کو بھول جائے۔ اور اگر تجھ کو اس کی معرفت اور دوستی نصیب ہو تو تُو اُن سب سے ننگ رکھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ کی عبادت اور بندگی کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہاں کی کامیابیاں ہیں۔ دنیا میں سکونِ قلب، لذتِ عشق و معرفتِ الٰہی کی وہ دولت جو شاید بادشاہوں کے خزینوں میں بھی نہ ہو اور آخرت میں دیدارِ الٰہی اور جنت اور اُس کی وہ نعمتیں جو انسان کے وہم و گمان سے بالا ہیں۔

جنت کیسی ہو گی

عرض کیا گیا یا رسول اللہ جنت کی زمین کیسی ہو گی ؟ فرمایا چاندی کے چکنے
مرمریں پتھروں کی اس کی مٹی مشک کی ہو گی۔ ٹیلے زعفران کے ہوں گے۔ چوطرفہ
احاطہ کی دیواریں موتی، یاقوت اور سونے چاندی کی ہوں گی۔ کہ اندر سے باہر کی
چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی۔ جنت میں کوئی قصر ایسا نہ ہو گا جس کا
اندر باھر سے اور باھر اندر سے دکھائی نہ دیتا ہو۔ جنت میں ہر شخص
تہبند اور چادر اور بلا تراشے ہوئے اور بغیر سیئے ہوئے جوڑے پہنے گا۔ ہر شخص موتیوں
کا تاج پہنے ہو گا۔ تاج کے ارد گرد موتی یاقوت اور زمرد ہوں گے۔ اور سونے
کی دو زنجیریں لٹکتی ہوں گی۔ گردن میں سونے کا گلو بند ہو گا جس کا حاشیہ مروارید
اور یاقوت سبز کا ہو گا۔ ہر آدمی ہاتھ میں کنگن پہنے ہو گا۔ ایک کنگن سونے کا ایک
چاندی کا اور ایک موتیوں کا۔ تاج کے نیچے موتی اور یاقوت کے سر بند ہوں گے۔
جوڑوں کے اوپر باریک ریشم کا لباس اور باریک ریشم پر موٹا ریشم کا لباس اور سبز
حریری لباس ہر شخص پہنے ہو گا۔ سب تکیہ لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہوں گے
جن کا استر ریشم کا ہو اور ابرہ خوبصورت سرخ نفیس کپڑے کا ہو گا۔ اس میں
دھاریاں سرخ یاقوت کی ہوں گی۔ تخت کے پائے موتی کے ہوں گے۔ ہر تخت
پر ایسا ہزار طرح کا بستر ہو گا۔ اور ہر بستر میں ستر رنگ ہوں گے۔ کوئی بستر دوسرے
کا مشابہ نہ ہو گا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار مسندیں ہوں گی۔ ہر مسند ستر رنگ

کی ہو گی۔ کوئی مسند دوسری کے مشابہ نہ ہو گی۔ ہر تخت کے دائیں بائیں ستر ستر ہزار
کرسیاں ہوں گی۔ کوئی کرسی دوسری کے مشابہ نہ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تمام اہلِ جنت اعلیٰ و ادنیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے قد پر جوان، بے بال بے ریش
و بروت گہری سرمگین آنکھوں والے ہوں گے۔ اہل جنت اور اُن کی عورتیں سب
ایک مقدار کی ہوں گی۔ مذکورہ بالا تکمیل کے بعد جنت کے اندر ایک منادی ندا کریگا
اس کی آواز اوپر نیچے اور قریب بعید والے سب سنیں گے۔ وہ کہے گا۔ اے اہلِ جنت!
کیا تم کو اپنے گھر پسند آئے۔ سب بالاتفاق جواب دیں گے۔ ہاں خدا کی قسم ہمارے
رب نے ہم کو عزت کی جگہ اُتارا۔ ہم یہاں سے نہ منتقل ہونا چاہتے ہیں۔ نہ اس
کے عوض دوسرے گھر کے خواستگار ہیں۔ ہم اپنے رب کے جوار کو پسند کرتے ہیں۔ اے
اللہ اے ہمارے رب ہم نے تیرے منادی کی ندا سُنی اور اس کو سچا جواب دیا۔ اے
اللہ۔ اے ہمارے رب اب ہم تیرے چہرہ کی طرف دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ تیرا دیدار
سب سے بڑا ثواب ہے۔ اس وقت اللہ جنت کو جس کا نام دارالسلام ہو گا اور اسی
جنت میں اللہ کی فرودگاہ اور مجلس ہو گی۔ حکم دے گا کہ اپنی سجاوٹ کرے آراستہ
ہو جا۔ اور اس کے لئے تیار ہو جا کہ میں اپنی زیارت اپنے بندوں کو کراؤں جنت
رب کا حکم سُنے گی اور بات ختم ہونے سے پہلے حکم کی تعمیل کرے گی۔ اپنی سجاوٹ
کرلے گی۔ اور اللہ سے ملاقات کرنے والوں کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اللہ ایک
فرشتہ کو حکم دے گا۔ میری ملاقات کے لئے میرے بندوں کو بلا وہ فرشتہ بارگاہ الٰہی

سے نکل کر لذت آگیں لمبی اور اونچی آواز دے کر پکارے گا۔ اے اہل جنت اے اللہ کے دوستو! اپنے رب کی زیارت کرو۔ اس کی آواز ہر نیچے اور اوپر والا جنتی سنے گا۔ اور سب اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہو کر سایہ میں سفید مشک اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی جانب چل دیں گے۔ اور دروازہ کے پاس سلام کریں گے۔ ان کا سلام ہو گا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا۔ ہمارے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو۔ پھر داخلہ کی اجازت طلب کریں گے۔ اجازت مل جائے گی تو اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں گے۔ جونہی دروازہ میں داخل ہوں گے۔ عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلے گی جس کا نام مثیرہ ہو گا۔ اور مشک و زعفران کے ٹیلوں کا غبار اُڑا کر ان کے گریبانوں سروں اور کپڑوں پر ڈال دے گی۔ اندر داخل ہوں گے تو اپنے رب کے تخت اور کرسی کی طرف نظر اُٹھائیں گے۔ تو ایک نور جگمگاتا دکھائی دے گا مگر رب جلوہ انداز نہ ہو گا۔ جنتی کہیں گے۔ اے ہمارے رب تو ہر نقص سے پاک ہے تو قدوس ہے تو ملائکہ اور روح کا رب ہے۔ تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے ہم کو اپنا چہرہ دکھا۔ اللہ نور کے پردوں کو حکم دے گا ہٹ جاؤ۔ فوراً ایک کے بعد دوسرا حجاب اُٹھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ستر حجاب اُٹھ جائیں گے۔ ہر (تحتانی) حجاب اپنے (فوقانی) متصل حجاب سے ستر گنا نورانیت میں زائد ہو گا۔ اس کے بعد پروردگار جلوہ انداز ہو گا۔ فوراً سب سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور جتنی دیر اللہ چاہے گا پڑے رہیں گے۔ اور سجدہ میں کہیں گے۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیرے ہی لئے ہر

حمد اور اظہار رِیا کی ہمیشہ سزاوار ہے۔ تو نے ہم کو دوزخ سے بچایا۔ جنت میں داخل فرمایا۔ جنت بڑا اچھا گھر ہے ہم تجھ سے کامل طور پر رضامند ہیں۔ تو بھی ہم سے راضی ہو۔ اللہ فرمائے گا۔ میں تم سے کامل طور پر راضی ہوں اور یہ بندگی (حمد و ثنا کرنے) کا وقت نہیں خوشش عیشی اور راحت کا وقت ہے۔ مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا آرزو کرو میں (آرزو سے) زیادہ دوں گا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا اہل جنت بغیر منہ سے کہے ہوئے آرزو کریں گے کہ اللہ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ فرمائے گا جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے۔ وہ اور اس کی مثل اور جو میں تم کو دوں گا سب کو تمہارے لیے ہمیشہ قائم رکھوں گا۔ اہلِ جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اُٹھائیں گے اور ربّ العزت کے نور کی شدت کی وجہ سے اس کی طرف نظریں نہ اُٹھا سکیں گے۔ اس مجلس کا نام ہوگا۔ قبہ عرش رب العالمین سے پورب والی مجلس۔

اللہ ان سے فرمائے گا۔ اے میرے جوار (رحمت) کے ساکنو۔ اے وہ لوگو جن کو میں نے چن لیا ہے۔ اے مجھ سے محبت کرنے والو۔ اے میرے دوستو! اے وہ لوگو! جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اپنے اطاعت گزاروں سے انتخاب کیا ہے۔ تمہارے لئے مرحبا ہو۔ اس کے بعد عرش ربّ العزت کے سامنے نور کے کچھ ممبر نظر آئیں گے۔ ممبروں کے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی۔ کرسیوں کے نیچے فرش ہوں گے۔ کرسیوں کے نیچے غالیچے اور غالیچوں سے نیچے مسندیں ہوں گی۔

ربّ العزّت فرمائے گا۔ اپنی عزّت پر بیٹھو۔ سب سے آگے بڑھ کر رسول ممبروں پر
بیٹھ جائیں گے۔ پھر انبیاء بڑھ کر کرسیوں پر اور صالحین بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ
جائیں گے۔ اس کے بعد نور کے خوان بچھائے جائیں گے۔ ہر خوان پر ستّر رنگ
ہوں گے۔ اور اُن کی آرائش مروارید و یاقوت سے کی گئی ہو گی۔ ربُّ العزّت
خدمتگاروں سے فرمائے گا۔ ان کو کھانا کھلاؤ۔ ہر خوان پر موتی اور یاقوت کے ستّر
پیالے رکھ دیے جائیں گے۔ ہر پیالہ میں ستّر رنگ کا کھانا ہو گا۔ اللہ فرمائے گا
میرے بندو کھاؤ بندے حسبِ مشیتِ خدا کھائیں گے۔ اور ایک دوسرے سے کہے
گا۔ اس کھانے کے مقابلہ میں وہ کھانا ہیچ ہے جو ہمارے گھروں میں ہے ــــ
ربّ العزّت خادموں سے فرمائے گا۔ میرے بندوں کو پلاؤ۔ خادم مشروبات لا کر پلائیں
گے۔ اہلِ جنّت باہم کہیں گے۔ ہمارے مشروبات اس مشروب کے مقابلہ میں
ایک خواب ہیں۔ خادم پھل لائیں گے۔ اہل جنت اس میں سے کچھ کھائیں گے
اور کہیں گے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے پھل بے حقیقت ہیں۔ ربّ العزّت
خادموں سے فرمائے گا تم نے اِن کو کھلا پلا دیا۔ اور میوے بھی کھلا دیے۔ اب ان
کو لباس اور زیور پہناؤ۔ خادم لباس اور زیور لا کر پہنائیں گے۔ اہل جنت کہیں
گے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے لباس اور زیور محض خواب ہیں لوگ کرسیوں پر
ہی ہوں گے اللہ زیریں عرش سے ایک ہوا بھیجے گا۔ ہوا زیریں عرش سے مشک
اور کافور کا غبار جو برف سے زیادہ سفید ہو گا لا کر ان کے سروں، کپڑوں اور گریبانوں

ہیں ڈال دے گی اور ان کو معطر کرے گی۔ پھر خوان پس خوردہ کھانوں سمیت اُٹھا لئے جائیں گے۔

سرکارِ عالیؐ نے فرمایا۔ ربّ العزّت فرمائے گا۔ اب مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ تمنا کرو میں اس سے زیادہ دوں گا۔ سب بالاتفاق کہیں گے اے اللہ اے ہمارے رب۔ ہم تجھ سے تیری خوشنودی مانگتے ہیں۔ اللہ فرمائے گا۔ میرے بندو میں تم سے راضی ہوں۔ سب سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہیں گے۔ ربّ العزّت فرمائے گا میرے بندو سر اُٹھاؤ۔ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے۔ خوش عیشی اور راحت کا وقت ہے۔ بندے سر اُٹھائیں گے۔ نورِ رب کی وجہ سے اُن کے چہرے درخشاں ہوں گے۔ ربّ العزّت فرمائے گا اب اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ سب لوگ بارگاہ حضور سے نکل آئیں گے۔ سامنے غلمان سواریاں لیے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص اپنی اونٹنی یا خچر پر سوار ہو جائے گا۔ اس کے ہمراہ ستر ہزار غلام بھی اس جیسی سواری پر ہوں گے۔ لہٰذا ان میں سے جو بھی ان میں اپنے علاقہ کو جانا چاہے گا چلا جائے گا۔ باقی اس کے ہمرکاب رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ قصر آجائے گا جہاں اس کو جانا مطلوب ہو گا۔ قصر پر پہنچ کر جنتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ وہ کھڑی ہو جائے گی۔ اور مرحبا کہے گی۔ اور کہے گی۔ میرے محبوب آپ تو بڑے حسن، نور، جمال، لباس، خوشبو اور زیور کے ساتھ آئے (مگر) میں آپ سے جدا نہ تھی رحمٰن کی طرف

سے ایک فرشتہ پکارے گا۔ اے اہل جنت یُونہی ہمیشہ نو بنو نعمتیں تم کو ملتی رہیں گی۔

فرمایا: جب جنتی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہو گا تو اللہ ایک فرشتہ کو بھیجے گا جس کے پاس ستر جوڑے کپڑوں کے ہوں گے۔ ہر جوڑے کا رنگ الگ ہو گا۔ سب جوڑے فرشتہ کی دو انگلیوں میں چھپے ہوئے ہوں گے۔ فرشتہ آ کر دروازے پر کھڑا ہو گا۔ اور دربان سے کہے گا میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ اللہ کے دوست سے میرے لیے اجازت طلب کر۔ دربان کہے گا میں خود اس سے خطاب کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہاں اپنے برابر والے دربان سے کہتا ہوں۔ اس طرح ستر دروازوں تک ایک دربان دوسرے سے کہتا چلا جائے گا یہاں تک کہ جنتی کو اطلاع پہنچ جائے گی کہ اللہ کا قاصد آنا چاہتا ہے۔ جنتی اجازت دے دے گا۔ فرشتہ اندر آ جائے گا اور کہے گا السلام علیک یا ولی اللہ۔ ربّ العزّت آپ سے راضی ہے اور آپ کو سلام کہتا ہے (اس پیام کو سنتے ہی جنّتی اتنا خوش ہو گا کہ) اگر اللہ اس کے لئے کبھی نہ مرنے کا فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو خوشی کی وجہ سے وہ مر جاتا۔ آیت وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کا یہی مطلب ہے اور یہی مطلب ہے۔ آیت اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا یعنی اے محمدؐ جب آپ وہاں دیکھیں گے تو عظیم الشان نعمتیں جو جنّتی کو حاصل ہوں گی اور بڑی حکومت دیکھیں گے کہ ربّ العالمین کا قاصد بھی بغیر اجازت

لئے اندر داخل نہ ہوگا۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا عَلَیۡهِمۡ ثِیَابُ سُندُسٍ خُضۡرٌ وَاِسۡتَبۡرَقٌ
ان کا بالائی لباس سبز ریشم کا باریک اور دبیز ہوگا۔ استبرق و بیز دریائی۔ بالائی
لباس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بدن سے متصل اندرونی لباس سے سفید ریشمین ہوگا۔
وَحُلُّوۡا اَسَاوِرَ مِنۡ فِضَّۃٍ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ دوسری
آیت میں ہے۔ یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا۔ ان کو سونے اور
موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے یعنی تین طرح کے کنگن ہوں گے۔ چاندی
کے سونے کے اور موتیوں کے۔ وَسَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ شَرَابًا طَهُوۡرًا۔
اُن کا ربّ اُن کو شراب طہور پلائے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ جنّت کے
دروازے پر ایک درخت کی جڑ سے دو چشمے پھوٹ کر نکلیں گے۔ آدمی جب
پُل صراط سے گزر کر ان چشموں کی طرف جائے گا۔ تو ایک چشمہ میں جا کر نہائے گا
جس کی خوشبو مشک سے بھی پاکیزہ ہوگی۔ اس کا گہراؤ ستر گز قد آدم کے برابر ہوگا
اہل جنت مرد ہوں یا عورتیں سب کے سب حضرت عیلےٰ علیہ السلام کی عمر کے یعنی
۳۳ سال کے ہوں گے۔ بچّہ بڑا ہو کر ۳۳ سال کا ہو جائے گا۔ اور بوڑھا
گھٹ کر ۳۳ برس کا ہو جائے گا۔ اہل جنّت مرد ہوں یا عورتیں سب کے سب
یوسفؑ بن یعقوبؑ کے برابر حسین ہوں گے۔ جنّتی ایک چشمہ میں نہا کر، دوسرے
چشمہ کا پانی پیئے گا۔ پیتے ہی دل کے اندر جو کچھ کھوٹ فکر غم ہوگا دور ہو جائیگا:

اور اس پانی سے اللہ اس کے دل کو تمام امراضِ نفسانیہ سے پاک کر دے گا اس کا دل حضرت ایوبؑ کے دل کی طرح اور زبان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عربی ہو گی۔

اس کے بعد سب جنّتی چل کر جنّت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ دربان کہیں گے۔ آپ کا مزاج ٹھیک ہے۔ جنّتی کہیں گے۔ جی ہاں۔ دربان کہیں گے تو ہمیشہ کے لئے اندر آجایئے۔ دربان داخلہ سے پہلے ہی ان کو بشارت دے دیں گے کہ داخل ہونے کے بعد پھر کبھی وہ جنت سے نہیں نکلیں گے۔ سب سے اوّل جب آدمی اندر داخل ہو گا۔ اور دنیا میں اعمال رکھنے والے دونوں فرشتے یعنی کراماً کاتبین اس کے ہمراہ ہوں گے تو سامنے ایک فرشتہ آئے گا جس کے ساتھ ایک عمدہ اونٹنی ہو گی۔ اس کی مہار سُرخ یاقوت کی ہو گی۔ پالان کا اگلا اور پچھلا موتی اور یاقوت کا ہو گا اور پالان کے دونوں پہلو سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ فرشتے کے ساتھ لباس کے ستّر جوڑے بھی ہوں گے۔ جنّتی جوڑے پہن لے گا۔ فرشتہ اس کے سر پر تاج رکھ دے گا۔ جنّتی کے جلو میں درِ مکنون (سیپ کے اندر چھپا ہوا صاف شفاف موتی) جیسے دس ہزار غلمان ہوں گے۔ فرشتہ کہے گا اے اللہ کے دوست سوار ہو جایئے یہ آپ کی ہے اور اس کی طرح آپ کے لئے اور بھی ہیں۔ جنّتی سوار ہو جائے گا۔ اس اونٹنی کے پرندہ کی طرح دو بازو ہوں گے! اور بقدر رسائی نگاہ اس کا قدم ہو گا۔ جنّتی اس پر سوار ہو کر چلو

میں دس ہزار غلمان کو لیئے ہوئے اور دنیا والے دونوں فرشتوں کو ہمراہ لے کر چل دے گا۔ یہاں تک کہ اپنے محلات کے پاس پہنچ کر اُترے گا۔ اسی صورت میں اس سے آگے اللہ نے فرمایا ہے یہ اچھا ثواب تمہارے اعمال کے بدلے میں تم کو ملے گا۔ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا اور تمہارے اعمال کی قدر کی جائے گی۔ یعنی اللہ تمہارے اعمال کی قدردانی فرمائے گا اور ثواب میں جنّت عطا فرمائے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

جنت اور اس کی نعمتیں اس شخص کے لیئے ہیں جو جنّت والے اعمال کرے گا۔ خدا کی فرمانبرداری کرے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خدا کو راضی کرے گا۔ اے عزیز! اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ اور ویسا کیا جیسا کہ تیرا نفس چاہتا ہے اور تو نے شیطان کا کہا مانا اور نفس و ہوا کی پیروی کی تو تیرے لیئے ہلاکت ہے اس دن کے لیئے جس دن کہ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ ترجمہ: اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے اونٹوں کی طرح ہنکائیں گے۔ اگر تو دنیا ہی کا طلبگار بنا رہا۔ تو گریہ زاری اور رنج و تعب میں رہے گا۔

جنّت والے جن آسائشوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ ان نعمتوں کا دروازہ تیرے لیئے بند ہو گا۔ کیونکہ تو دنیا کے مزے تو لے چکا۔ حرام اور مشتبہ روزی کھاتا تھا۔ اور اپنے رب کی اطاعت میں گڑبڑ کرتا تھا۔ اے ہے کافر تو وہ معائنہ کرنے اور طرح طرح کے عذاب سزا ذلت خواری، تباہی اور دوامی دوزخی ہونے کو محسوس کر کے

موت اور ہلاکت کو پکاریں گے مگر انہیں موت نہ آئے گی۔

لوگو! قیامت برپا ہونے کا دن یاد کرو جس روز لوگوں کے دو گروہ بن جائیں گے۔ ایک گروہ جنّت میں اور دوسرا گروہ دوزخ میں چلا جائے گا۔

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ۔

وہ دن جس دن کہ میدانِ قیامت میں جہنّم کو انیس مُوکل، فرشتے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر مُوکل کے ساتھ ستّر ہزار زبردست کام کرنے والے ہوں گے۔ سب دُرشت مزاج اور تُند خو ہوں گے۔ دانت باہر کو نکلے ہوئے آنکھیں انگاروں کی طرح۔ رنگ شعلے کی مثل۔ ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اٹھتا ہُوا۔ امرِ خداوندی کی تعمیل کے لئے تیار مضبوط بندشوں اور بڑی زنجیروں سے جکڑے ہوئے دائیں بائیں۔ اور کبھی آگے چلتے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہو گا۔ اُس وقت دوزخ کی پھنکاریں اور دھاڑیں اور دھنواں اور تاریکی اور کڑک اور شدتِ غضب کی وجہ سے اُٹھتے ہوئے شعلے ہوں گے۔ اس طرح چل کر وہ آئے گی۔ فرشتے اُس کو جنّت اور قیام گاہ خلائق کے درمیان کھڑا کر دیں گے۔

جہنّم منہ اُٹھائے گی تو مخلوق دکھائی دے گی۔ منہ زوری کر کے اُن کے کھانے کے لئے بڑھنا چاہے گی مگر مُوکل زنجیروں سے اس کو روک دیں گے

اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو ہر مومن اور کافر کو چٹ کر جائے۔ جب اس کو روک دیا جائے گا تو اس میں ایک قوی جوش پیدا ہو گا کہ شدت غضب سے پھٹی پڑیگی۔ پھر ایک زور کی اندرونی سانس کھینچے گی کہ اس کے دانت بجنے کی آواز سب مخلوق سنے گی۔ اس وقت دل لرز جائیں گے۔ اڑنے لگیں گے۔ باہر نکلنے لگیں گے آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اچھل کر دل حلق میں آجائیں گے۔ میدانِ حشر میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ایسا نہ بچے گا۔ جو دو زانو ہو کر بیٹھ نہ جائے۔ پھر دوزخ باہر کو سانس چھوڑے گی۔ تو کسی شخص کی آنکھ کا کوئی قطرہ بغیر نکل پڑنے کے نہیں رہے گا۔ پھر تیسری سانس کھینچے گی تو اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال بہتر انبیاء کے برابر ہو جائیں تو وہ بھی خیال کرے گا کہ میں اس میں ضرور گروں گا۔ بچاؤ نہ ہو گا۔ پھر چوتھی بار دم کھینچے گی۔ تو ہر چیز خاموش ہو جائے گی۔ جبرئیل، میکائیل اور خلیل الرحمن (حضرت ابراہیمؑ) رسی کو پکڑے ہوئے کہتے ہوں گے۔ نفسی نفسی میں اور کچھ نہیں صرف اپنا بچاؤ چاہتا ہوں۔ دوزخ آسمان کے تاروں کے شمار کے مطابق چنگاریاں پھینکے گی۔ یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر گرینگی۔ یہی وہ شر ہے جس سے اللہ ان مومنوں کو بچائے گا۔ جو اپنی نذروں کو پورا کرتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور کافروں مشرکوں اور بت پرستوں کو خرابی در خرابی خوف بالائے خوف اور عذاب در عذاب میں مبتلا کرے گا۔ جہنم میں داخل کرے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رکھے گا۔ وہ دوزخ جس میں گدھے کی ابتدائی اور انتہائی آواز کی طرح آوازیں ہوں گی۔

اس میں دشواریاں ہوں گی، تاریکی ہو گی دھواں ہو گا شور ہو گا اور جس کے دانت پیسنے کی آواز سن کر دل کانپ جائیں گے دھڑک کر نکلنے لگیں گے۔ ہوش اُڑ جائیں گے۔ آنکھیں اُٹھی کی اُٹھی رہ جائیں گی۔ تڑپ کر دل حلق تک آجائینگے،

دوزخ کی حالت } ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دوزخ کی حالت ہم سے بیان فرمایئے ارشاد فرمایا: ہاں وہ اس زمین سے ستر گنا بڑی ہے۔ کالی ہے: تاریک ہے اس کے سات سر ہیں۔ ہر سر پر تیس دروازے ہیں۔ ہر دروازہ کا طول تین روز کی راہ کے برابر ہے۔ اس کا بالائی لب ناک کے سوراخ سے لگتا ہو گا اور زیریں لب کو وہ گھسیٹتی ہوئی چلے گی۔ اس کی ناک کے ہر سوراخ میں مضبوط بندش اور ایک بڑی زنجیر ہو گی جس کو ستر فرشتے تھامے ہوں گے۔ فرشتے بھی سخت مزاج تند خو جن کے دانت باہر کو نکلے ہوئے آنکھیں انگاروں کی طرح۔ رنگ آگ کے شعلوں کی طرح۔ ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اُٹھتا ہوا۔ سب کے سب زبردست خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار۔ اس وقت دوزخ سجدہ کرنے کی اجازت مانگے گی۔ اللہ اجازت دے دیگا۔ دوزخ سجدہ کرے گی۔ جب تک خدا چاہے گا۔ پھر اللہ حکم دے گا سر اُٹھا دوزخ سر اُٹھائے گی اور کہے گی وہ اللہ ہر حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے۔ کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ اس کے ذریعہ مجھ سے انتقام لے۔

جہنم کے ہر درجہ میں سمندر بھی ہوں گے۔ اور دریا بھی اور پہاڑ بھی۔ ہر پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخ کے ہر درجہ میں ایسے ستر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ کے ستر درّے اور ہر درّے میں ستر ہزار درخت تھوہر کے اور ہر درخت کی ستر شاخیں اور شاخ پر ستر سانپ اور ستر بچھو ہوں گے ہر سانپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ اور بچھو بڑے بڑے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے۔ ہر درخت میں ستر ہزار پھل اور ہر پھل دیو کے سر کے برابر ہوگا۔ ہر پھل کے اندر ستر کیڑے اور ہر کیڑا اتنا لمبا جتنی مسافت پہ تیر جا کر گرتا ہے بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہوں گے۔ بلکہ کانٹے ہوں گے۔ رسول اللہ فرماتے تھے دوزخ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازہ کے ستر وادی اور ہر وادی کا پھیلاؤ ستر سال کی مسافت کے برابر ہوگا۔ ہر وادی میں ستر ہزار درّے اور ہر درّے میں ستر ہزار غار اور غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی۔ اور ہر شاخ ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدھے ہر اژدھے کی باچھ (گوشۂ لب) میں ستر ہزار بچھو ہر بچھو کے ستر ہزار منکے (پشت کی ہڈی کا مہرہ) اور ہر منکے میں مٹکا بھر زہر ہوگا۔ جو کافر اور منافق پہنچے گا اس کو پورا زہر پینا ہوگا۔

غرض جس وقت مخلوق گھٹنے ٹیکے بیٹھی ہوگی اور دوزخ مست اونٹ کی طرح بے تاب ہوگی۔ تو بلند آواز سے ایک منادی ندا کرے گا۔ فوراً انبیاء صدیق شہید اور نیک لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر پیشی ہوگی جس میں آپس کے

حقوق لوٹائے جائیں گے۔ پھر دوسری پیشی روحوں اور بدنوں کا باہم جھگڑا ہوگا۔
بدن روحوں پر غالب آجائیں گے۔ تیسری پیشی اللہ کے سامنے ہوگی اور اعمالنامے
اُڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں گے۔ کسی کے دائیں ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ
میں اور کسی کو اعمالنامہ (اُلٹے ہاتھ میں) پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ جن
کو دائیں ہاتھ میں جائے گا۔ اُن کو اللہ کی طرف سے نورِ رحمت ہوگا۔ فرشتے اس عزت
پر ان کو مبارکباد دیں گے۔ وہ اللہ کی رحمت سے پُلصراط کے پار ہو کر جنّت میں پہنچ
جائیں گے۔ جنّت کے دربان پوشاکیں، سواریاں اور زیور جو ان کے مناسب
ہوگا پیش کریں گے۔ سب لوگ متفرق ہو کر اپنے اپنے مخصوص مکانوں کی طرف
جائیں گے۔ اور خوش خوش اپنے محلوں کی طرف لوٹیں گے۔ اور اپنی ازواج کے پاس
جائیں گے۔ اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کو زبان بیان نہیں کر سکتی۔ نہ اُن کی
آنکھوں نے پہلے دیکھی ہوں گی۔ نہ دل میں اُن کا تصور آیا ہوگا۔ غرض اندازہ مقررہ
کے موافق کھائیں پئیں گے۔ زیور اور لباس پہنیں گے۔ بیویوں کو گلے لگائیں گے۔
پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے۔ جس نے اُن کا غم دور کر دیا۔ گھبراہٹ سے امن
دی اور حساب کو آسان کیا۔ پھر اللہ کی دی ہوئی نعمت کا شکر کریں گے اور کہیں
گے حمد ہے اُس اللہ کے لئے جس نے ہم کو یہ راہ دکھائی۔ اگر خدا ہم کو راہ
نہ دکھاتا تو ہم خود یہ راہ پانے والے نہ تھے۔ دنیا سے جو کچھ توشہ لائے ہوں گے۔
اس سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دنیا میں وہ یقین و ایمان رکھتے تھے

تصدیق کرتے تھے۔ عذاب سے ڈرتے تھے۔ رحمت کے اُمیدوار تھے اور ثواب کی رغبت رکھتے تھے۔ اِس وقت نجات پانے والے نجات پا جائیں گے۔ اور کافر تباہ ہو جائیں گے۔

جن کو اعمالنامے بائیں ہاتھ میں اور پسِ پشت سے دیے جائیں گے۔ اُن کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ ان کی ناک پر داغ لگا دیا جائے گا اُن کے بدن کی کھالیں موٹی ہو جائیں گی۔ اعمالنامہ کو دیکھیں گے اور گناہوں کا معائنہ کریں گے کہ بغیر اندراج کے اُن کا کوئی چھوٹا بڑا گناہ نہیں بچا ہے۔ تو پکاریں گے ہائے ہم تباہ ہو گئے۔ اُن کے دل افسردہ اور (نتیجہ کے متعلق) بُرے خیالات ہوں گے۔ خوف کی شدّت اور غم کی کثرت ہو گی۔ سر افگندہ۔ نظریں خوف زدہ اور گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ نظر چرا کے دوزخ کے طرف دیکھیں گے تو نگاہ نہ لوٹ سکے گی۔ ایک امرِ عظیم نظر آئے گا سخت دشوار اور ہر جہتی مصیبت اضطراب آفریں گھبرا دینے والی، دہشت انگیز، غم افزا ذلیل کُن، دلوں کو فکرمند بنانے والی اور آنکھوں کو رُلانے والی، اُس وقت وہ اللہ کی بندگی کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ اور یہ اقرار ہی اُن کے لئے آگ۔ ذلّت۔ غم۔ بدبختی۔ الزام اور غضب (کی صورت) بن جائے گا۔ ربّ کے سامنے دو زانو بیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہوں گے آنکھیں نیلی ہوں گی۔ بے نظر دل گڑھے میں گر رہے ہوں گے کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جوڑ جوڑ کانپ رہا ہو گا کچھ بولا نہ جائے گا۔

آپس کی رشتہ داریاں کٹ چکی ہوں گی۔ نہ برادری باقی ہو گی نہ نسب، کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ سب خود اپنی ہی مصیبت میں مبتلا ہوں گے جس کا ازالہ نہ کر سکیں گے۔ دُنیا میں لوٹ کر جانے کی درخواست کریں گے۔ تو قبول نہ ہو گی۔ دُنیا میں جس چیز کو نہ مانتے تھے اس کا یقین ہو جائے گا۔ نہ پینے کو پانی کہ پیاس بجھے نہ کھانے کو کھانا کہ پیٹ بھرے نہ پہننے کو کپڑا کہ تن ڈھکے۔ پیاسے بھوکے ننگے ہارے ہوئے جن کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ غمگین پریشان، تباہ حال کہ جان۔ مال۔ کمائی اور اہل و عیال غرض ہر طرف سے گھاٹے میں ہوں گے اس حالت میں اللہ دوزخ کے مؤکلوں کو حکم دے گا۔ کہ اپنے کارندوں کو ساتھ لیکر اپنے ہتھیاروں سمیت یعنی زنجیریں طوق اور گرز اُٹھائے ہوئے دوزخ سے باہر آجائیں۔ حسب الحکم مؤکل باہر آکر ایک گوشہ میں حکم کے منتظر کھڑے ہو جائینگے بدبخت ان کو دیکھیں گے۔ جکڑ بند کے سامان اور اُن کے کپڑوں کو دیکھیں گے تو (حسرت سے) اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹیں گے۔ انگلیاں کھا جائیں گے۔ اور موت کو پکاریں گے۔ آنسو بہنے لگیں گے۔ پاؤں لڑکھڑا جائیں گے! اور ہر بھلائی سے نا اُمید ہو جائیں گے۔ حکم ہو گا ان کو پکڑو گردنوں میں طوق ڈالو۔ جہنم میں داخل کر دو۔ اور زنجیریں خوب جکڑ دو۔ اس کے بعد اللہ جس شخص کو جس درجہ جہنم میں ڈالنا چاہے گا اس درجہ کے مؤکلوں کو بلا کر فرمائے گا۔ اُن کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر مؤکل بڑھیں گے۔ خوب جکڑ کر باندھیں گے اور

بھاری طوق گردنوں میں اور زنجیریں ناک کے نتھنوں میں ڈالیں گے جس کی وجہ سے
سے دم گھٹنے لگے گا۔ پھر پشت کی طرف سے سروں کو قدموں سے ملا دیا جائے گا۔
جس سے پُشت کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اس تکلیف سے اُن کی آنکھیں پھٹ
جائیں گی۔ رگیں پھُول جائیں گی (طوق کی گرمی سے)، گردنوں کا گوشت جل جائے گا۔
رگوں کا پوست اُتر جائے گا۔ سروں کے اندر دماغ کھولنے لگیں گے اور بہہ کر
کھال پر گریں گے۔ اور قدموں تک پہنچ جائیں گے۔ بدن کی کھالیں گر پڑیں گی۔
گوشت نیلے ہو جائیں گے اور کچ لہو ان سے بہنے لگے گا۔ گردنیں کندھوں سے
کانوں تک طوق سے بھری ہوں گی جس کی وجہ سے گوشت سوختہ ہو جائے گا۔
ہونٹ کٹ جائیں گے۔ دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی۔ چلائیں گے چیخیں گے
طوقوں سے شعلے نکلتے ہوں گے۔ جن کی گرمی خون کی طرح رگوں میں دوڑے گی۔
طوق کھو کھلے ہوں گے۔ جن کے اندر آگ کی لپیٹ دوڑتی ہو گی۔ طوقوں کی گرمی
دلوں تک پہنچے گی اور دلوں کی چربی کو کھینچے گی۔ دل اُچھل کر گلے تک آجائینگے۔
دم سخت گھٹ جائے گا۔ آوازیں بند ہو جائیں گی۔ اس دوران میں اللہ جہنم
کے مؤکلوں کو حکم دے گا۔ ان کو لباس پہناؤ۔ مؤکل لباس پہنائیں گے۔ کُرتے
پہنائیں گے۔ انتہائی کالے بدبو دار کھردرے جہنم کی گرمی سے بھڑکتے ہوئے اگر
پہاڑ پر رکھ دیے جائیں تو ان کو بھی پگھلا دیں۔ پھر اللہ حکم دے گا۔ ان کو ہنکا کر ان
کے گھروں کو لے جاؤ۔ موکل دوسری زنجیریں لائیں گے جو پہلی زنجیروں سے لمبی اور

موٹی ہوں گی۔ ہر فرشتہ ایک زنجیر لے کر ایک گروہ کو اس میں باندھیگا اور زنجیر کا کنارہ اپنے کاندھے پر رکھ کر قیدیوں کی طرف پشت پھیر کر منہ کے بل کھینچتا ہوا لے چلے گا۔ اور پیچھے سے ستر ہزار فرشتے ہر گروہ کو گرزوں سے مارتے ہوئے ہنکائیں گے۔ پھر جہنم پر لے جائیں گے اور کہیں گے یہ وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے کیا یہ جادو ہے کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا؟ اس میں داخل ہو، صبر کرو یا نہ کرو، دونوں برابر ہیں۔ تمہارے اعمال کی تم کو سزا دی جائے گی۔ جب دوزخ پر لے جا کر کھڑا کیا جائے گا۔ تو جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ سرپوش اٹھا لیا جائے گا۔ آگ بھڑکنے لگے گی۔ شعلے اُٹھتے ہوں گے۔ سخت دھواں نکلتا ہو گا۔ آسمان کے ستاروں کی طرح اوپر کو چنگاریاں اُڑیں گی۔ اور ستر سال کی راہ کے بقدر اوپر کو جائیں گی۔ پھر لوٹ کو لوگوں کے سروں پر گریں گی۔ جن کی وجہ سے بال جل جائیں گے۔ کھوپڑیاں اکڑ جائیں گی۔ اس وقت جہنم بہت اونچی آواز سے چلائے گی۔ اے دوزخیو! ادھر آؤ۔ اے دوزخیو میری طرف آؤ۔ اپنے ربّ کی قسم میں تم سے ضرور بدلہ لوں گی۔ پھر کہیگی حمد ہے اُس خدا کے لئے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ اس کے غضب کی وجہ سے میں غضب ناک ہوتی ہوں۔ اور میرے ذریعے سے اپنے دشمنوں سے وہ انتقام لیتا ہے۔ پروردگار میری گرمی اور قوت میں اور اضافہ کر دے۔ اتنے میں دوزخ کے اندر سے کچھ دوسرے ملائکہ نکلیں گے۔ جو ہر اُمّت کو اپنی ہتھیلی پر اُٹھا کر سرنگوں منہ کے بل جہنم

میں پھینک دیں گے۔ اور سروں کے بل لڑھکتے ہوئے ستّر سال کی راہ تک چلے جائینگے
آخر میں جب دوزخ کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں گے۔ تو وہاں بھی اُن کو ٹھہراؤ
نصیب نہ ہوگا۔ ہر انسان کی ستّر کھالیں (تہ بہ تہ) ہو جائیں گی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں
پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے زقّوم کھانے کو ملے گا۔ جس کی گرمی اوپر سے
نمودار ہو گی۔ تلخی تیزی اور کانٹوں کی کثرت ہو گی۔ دوزخی اس کو چبا ہی رہے ہوں گے
کہ ناگہاں فرشتے گرزوں سے مارنا شروع کریں گے۔ جس سے اُن کی ہڈیاں ریزہ ریزہ
ہو جائیں گی۔ پھر ٹانگیں پکڑ کر جہنّم میں پھینک دیں گے۔ اور وہ ستّر برس کی راہ کے
بقدر بغیر کسی وادی میں قرار پکڑے سروں کے بل لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے
آخر کار پھر ہر شخص کی ستّر کھالیں بنا دی جائینگی (اور وہاں بھی خوراک تھوہر کی ملے گی)
مگر منہ کے اندر ہی رہے گی نگلنے کی طاقت نہ ہو گی۔ بلکہ حلق میں نیچے سے دل اور
باہر سے خوراک آکر جمع ہو جائے گی۔ جس سے پھندہ لگے گا اور پانی کے لئے فریاد
کریں گے۔ ان گھاٹیوں میں کچھ وادیاں ہوں گی۔ جن کے دہانے جہنّم کی طرف گرتے
ہوں گے۔ دوزخی چل کر ان نالوں پر پہنچیں گے اور پینے کے لئے اوندھے منہ
ان پر گر پڑیں گے۔ گرتے ہی ان کے چہروں کی کھال کٹ جائے گی۔ جب
پانی نہ پی سکیں گے۔ تو ادھر سے رُخ پھیر لیں گے ابھی چشموں پر اوندھے منہ ہی
ہوں گے کہ فوراً ملائکہ جا لیں گے اور گرزوں سے ماریں گے جس سے ہڈیاں ٹوٹ
جائیں گی۔ پھر ٹانگیں پکڑ کر جہنّم میں پھینک دیں گے اور وہ کہیں قرار پکڑے

بغیر ایک سو چالیس برس کی مسافت کے بقدر شعلوں اور سخت دھوئیں میں لڑکتے ہوئے
چلے جائیں گے۔ آخر کچھ نالوں پر جاکر ٹھہریں گے۔ وہاں ہر آدمی کی ستر کھالیں بدل کر
دوسری کھالیں دی جائیں گی۔ چونکہ وادیوں پر چشموں کی انتہا ہو گی۔ اس لئے چشموں کا
پانی پئیں گے۔ مگر پانی اتنا گرم ہو گا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ اللہ ہر
شخص کو سات نئی کھالیں دے گا۔ جب پانی پیٹ میں کچھ ٹھہرے گا تو آنتوں کو کاٹ
کر ٹکڑے کر دے گا اور آنتیں سرینوں کی راہ نکل جائیں گی۔ اور پانی کا باقی حصہ رگوں
میں پھیل جائے گا جس سے گوشت پگھل جائے گا۔ اور ہڈیاں پھٹ جائینگی۔ اور پھر
اوپر سے فرشتے جا پکڑیں گے۔ اور پشت پر چہروں پر اور سروں پر گرزوں سے
ماریں گے اور ہر گرز کی ۳۶۰ دھاریں ہوں گی۔ سروں پر پڑنے کی وجہ سے پُشت
ٹوٹ جائے گی۔ پھر کھینچ کر اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ وسط
دوزخ میں پہنچیں گے۔ تو بدن کی کھالوں میں آگ بھڑکنے لگے گی۔ اور کانوں
میں پھیل جائے گی۔ اور ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے نکلیں گے اور بدن سے
کچ لہو پھوٹ نکلے گا اور آنکھیں باہر نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی۔ پھر شیطانوں
کے ساتھ جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور ان معبودوں کے ساتھ جن سے مصیبت
کے وقت فریاد کرتے تھے۔ ملا کر خوب باندھ کر تنگ مقامات میں ڈال دیے
جائیں گے۔ اس وقت وہ موت کو پکاریں گے (مگر موت نہیں آئے گی) پھر اُن
کے (دنیوی) مال کو آگ میں تپا کر پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے

اور پُشت پر گرم (سونا چاندی) رکھا جائیگا تو پیٹ کی طرف سے (پُشت کو پھاڑ کر) نکل آئے گا۔ یہ لوگ جہنّم کے مستحق ہوں گے۔ اور شیطانوں اور پتھروں (یعنی اپنے معبودوں) کے ساتھی (ساتھ بندھے ہوئے) گناہوں کی وجہ سے اُن کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیے جائیں گے۔ تاکہ عذاب کی شدت زیادہ ہو۔ ایک ایک کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین روز کی مسافت کے برابر اور موٹائی تین راتوں کی مسافت کی مثل ہو گی۔ سرا قرع (ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام) کے برابر ہو گی۔ منہ میں ۳۲ دانت ہوں گے بعض دانت سر سے اوپر نکلے ہوئے اور بعض داڑھی سے نیچے نکلے ہوئے ناک بڑے ٹیلہ کے برابر۔ بالوں کی لمبائی اور موٹائی درخت صنوبر کی طرح بالوں کی کثرت دنیا بھر کے جنگلوں کے برابر۔ بالائی لب سُکڑا ہوا اور نچلا لب نوّے ہاتھ لٹکا ہوا۔ ہاتھ کا طول دس دن کی مسافت کے برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے بقدر اور کھال کی موٹائی چالیس ہاتھ پنڈلی کا طول پانچ رات کی مسافت کے برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے بقدر سر آنکھ کوہ حرا کی طرح۔ جب سر کے اوپر تارکول ڈالا جائے گا۔ تو آگ بھڑکنے لگے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی ایسی حالت میں دوزخ سے باہر آجائے کہ دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں۔ گردن میں طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور زنجیر کھینچتا ہوا باہر نکل آئے اور لوگ اس حالت میں اس کو دیکھ لیں تو بھاگ

کھڑے ہوں اور جہاں تک ممکن ہو بھاگ جائیں۔

دوزخ کی گرمی تاریکی انواع و عذاب کی گوناگونی اور فرودگاہوں کی تنگی سے دوزخیوں کے گوشت نیلے ہوجائیں گے۔ ہڈیاں پھٹ جائیں گی۔ دماغ کھولنے لگیں گے اُبال اکھڑ کر کھالوں پر آپڑیں گے۔ کھالیں جل جائیں گی۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہوجائیں گے ان سے کچھ لہو بہنے لگے گا۔ جسموں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔ ہر کیڑا گورخر کی طرح موٹا ہوگا۔ گدھوں اور عقابوں کی طرح اُن کے ناخن بھی ہوں گے۔ کھال اور گوشت کے اندر دوڑیں گے کاٹیں گے پھنکارے ماریں گے ڈرے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح گھومیں گے۔ گوشت کھائیں گے۔ خون پئیں گے۔ سوائے گوشت اور خون کے اُن کے کھانے پینے کی کوئی اور چیز نہ ہوگی۔ پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں اور نیزوں کے بھالوں کی طرح نوکیلے پتھروں پر قوت اور شدت کے ساتھ گھسیٹیں گے اور اس طرح بحرِ جہنم کی طرف ستر سال کی مسافت کے بقدر لے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہوجائے گا۔ اور روزانہ ستر ہزار نئی کھالیں ملیں گی آخر لے جاکر جہنم کے موکلوں کے سپرد کردیں گے۔ جہنم کے موکل ٹانگیں پکڑ کر سمندر میں پھینک دیں گے۔ بحرِ جہنم کی گہرائی سوائے خالق کے کسی کو معلوم نہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ بحرِ جہنم کے مقابلہ میں دنیوی سمندر ایسا ہے جیسا اس دنیوی سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا چشمہ۔ بحرِ جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب دوزخی عذاب کا مزہ چکھیں گے۔ تو ایک دوسرے سے کہیں گے

اِن سے پہلے جو کچھ ہم کو عذاب دیا گیا تھا۔ وہ اس کے مقابلہ میں محض ایک خواب تھا۔
غرض ان کو بحرِ جہنم میں غوطہ دیا جائے گا۔ اور جہنم میں جوش آنے کی وجہ سے پھر وہ اوپر
کو اُبھریں گے۔ تو ستر باتھ سمندر ان کو پھینک دے گا۔ ہر باتھ دا آدھے گز کا نہ ہو گا بلکہ
اتنا ہو گا جیسے مشرق سے مغرب کا فاصلہ۔ فرشتے پھر گرز مار مار کر ان کو ہنکا کر لوٹا کر سمندر
کی گہرائی کے اندر ستر سال کی مسافت تک لے جائیں گے۔ دوبارہ وہ پھر ایک سو
چالیس برس کی مسافت تک کے بقدر اُبھریں گے اور سانس لینا چاہیں گے۔ تو فرشتے
فوراً آگے بڑھ کر گرز مار مار کر ستر باتھ قعرِ سمندر میں لے جائیں گے۔ اور ہر باتھ
کی مقدار مشرق سے مغرب تک کے فاصلہ کے برابر ہو گی۔ ہر شخص جب سر
اُٹھائے گا تو ستر ہزار گرز سر پر پڑیں گے۔ ایک بھی خطا نہ جائے گا۔ جب تک
خدا چاہے گا وہ اس حال میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ گوشت اور ہڈیاں فنا ہو
جائیں گی۔ صرف جانیں رہ جائیں گی۔ تو ایک موج آکر ستر سال کی مسافت کے
بقدر دوری پر کسی ساحل کی طرف ان کو پھینک دے گی۔ ساحل میں ستر ہزار اژدہے
ہوں گے اور ہر اژدہے کی لمبائی ستر گز ہو گی۔ اور ستر دانت ہوں گے۔ اور ہر
دانت میں مٹکا بھر زہر ہو گا۔ ہر اژدھے کے ہر گوشہ لب میں ایک ہزار بچھو ہوں گے۔
ہر بچھو کی پشت پہ ستر مہرے ہوں گے اور ہر مہرہ میں مٹکا بھر زہر ہو گا۔

ان غاروں میں آنے کے بعد اُن کی روحوں کو نئے بدن اور نئی کھالیں
دی جائیں گی۔ اور لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور بچھو آکر ان

سے لٹک جائیں گے۔ ہر آدمی کو ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو۔ اوّل سانپ
بچھو گھٹنوں تک اُوپر کو آئیں گے۔ دوزخی صبر کریں گے۔ پھر سینہ تک اُٹھ کر
آئیں گے۔ اس پر بھی صبر کریں گے۔ پھر گلے اور ہنسلی تک اوپر کو آئیں گے اس پر صبر
کریں گے۔ پھر ناک کے نتھنوں۔ لبوں۔ زبانوں اور کانوں کو پکڑ کر لٹک جائیں گے
اور اس طرح تمام بچھو سانپ اپنا زہر اُن کو پلائیں گے۔ اس وقت سوائے جہنم کی
طرف بھاگنے کے اور اس میں گر پڑنے کے ان کے لئے کوئی فریاد رس نہ ہوگا
سانپ گوشت چبائیں گے۔ خون پئیں گے اور بچھو ڈسیں گے۔ اس وجہ سے گوشت
گر پڑے گا اور جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا جب بھاگ کر دوزخ میں جا گریں گے تو ستر
برس تک سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلائے گی۔ ستر برس
کے بعد جلا ڈالے گی! اور از سرِ نو بدن اور کھالیں پیدا کر دی جائیں گی۔ وہاں
کھانے کے لئے فریاد کریں گے تو فرشتے ایک قسم کا کھانا لا کر دیں گے۔ جس کا
نام ولیمہ ہوگا مگر وہ لوہے سے بھی زیادہ سخت خشک ہو گا اس کو چبائیں گے مگر
کچھ بھی نہیں کھا سکیں گے۔ مجبوراً تھوک دیں گے اور شدّت بھوک کی وجہ سے اپنی
انگلیوں اور ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے پھر کہنیوں تک کلائیاں کھا جائیں گے پھر
کندھوں تک کہنیوں سمیت کھا جائیں گے۔ صرف کندھوں کے منہ رہ جائیں گے
اس سے آگے منہ نہیں پہنچے گا۔ اس لئے نہ کھا سکیں گے۔ پھر لوہے کے آنکڑوں
میں ان کی کوچیں اٹکا کر درخت زقّوم میں لٹکا دیئے جائیں گے۔ ہر شاخ میں ستر ہزار

اُلٹے لٹکے ہوئے ہوں گے۔ مگر شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی نیچے سے جہنم کی آگ
کی لپٹ لگے گی اور ستر برس تک جھکستی رہے گی۔ ہر ہر جوڑے موت کا مزا
آئے گا مگر موت نہیں آئے گی اِس کے بعد اور بھی طرح طرح کے عذاب ہونگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت
نہیں کرتے ان کا عذاب یہ ہوگا کہ شرمگاہوں کو دو آنکڑے میں چھو کر ان کو دوزخ
میں (بقدر مدت دنیا کے لٹکا دیا جائے گا۔ کہ ان کے جسم گھل جائیں گے صرف
جانیں رہ جائیں گی۔ پھر ان کو اُتار کر از سرِ نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی۔ پھر
ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور بقدر مدت دنیا ستر ہزار فرشتے ہر آدمی کو کوڑے
ماریں گے۔ یہاں تک کہ بدن گھل جائیں گے اور جانیں رہ جائیں گی۔ یہ کیفیت
اُن کے عذاب کی ہوگی۔

چور کا عذاب

یہ ہوگا کہ اس کا بند بند کاٹا جائے گا پھر از سرِ نو
دیا جائے گا اور ہر آدمی کی طرف ستر ہزار فرشتے
چھریاں لئے ہوئے کاٹنے کے لئے بڑھیں گے۔

نماز نہ پڑھنے والے کی سزا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے: کہ "ایک نماز جان بوجھ
کر چھوڑ دینے کی سزا دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم کی دھکتی ہوئی آگ ہے۔
شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ کیا کہ ایک بدنصیب

توم سخت تکلیف میں مبتلا ہے۔ انہیں زمین پر چیت لٹا رکھا ہے۔ اور ان کے سروں کو بڑے بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جاتا ہے۔ ادھر سر کچلا ادھر فوراً ہی پھر سالم ہو گیا پھر کچل دیا گیا۔ بدستور یہی حالت چلی جاتی ہے اس حادثہ کو دیکھ کر نہایت افسوس کے ساتھ حضورؐ نے فرمایا کہ جبرئیل یہ کون بدنصیب لوگ ہیں انہیں یہ سزا کیوں دی جاتی ہے جبرئیل نے عرض کیا کہ جناب یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کے وقت سوتے رہتے تھے۔ نمازوں کے لئے سر تکیہ سے نہیں اُٹھاتے تھے۔ **نکتہ**: نیند باعث تھی نماز کے لئے نہ اُٹھنے کی اور نیند کا باعث دماغ تھا۔ پس اصل میں اس جرم کا مرتکب دماغ تھا اس لئے اس آیت شریف کے حکم کے مطابق مَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا (خطا وار ہی پکڑا جائے گا) جو کریگا وہی بھرے گا۔ اس لئے بے نماز کے سر کو عذاب کیا گیا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس شخص کو اللہ جل شانہ، نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدت کی وجہ سے اس کے سر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا جس کے منہ کے نیچے دو نقطے ہوں گے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا خزانہ ہوں۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا: "جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے

خزانہ کے طور پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ اُن کو بڑے دردناک عذاب کی خوش خبری سُنا دیجئے۔ وہ اس دن ہوگا جس دن ان کے (سونے چاندی کو) اوّل جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پشتوں کو داغ دیا جائیگا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا۔ اب اس کا مزہ چکھو جس کو جمع کر کے رکھا تھا۔" (توبہ: رکوع: ۵) (قرآن)

غریبوں پر خرچ نہ کرنے کی سزا

"اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا (وہ نہایت ہی حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی سب ختم کر دیتی (قیامت ہی نہ آتی جو حساب کتاب ہوتا) میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آیا۔ میری جاہ (آبرو) بھی جاتی رہی (اس کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنا دو، پھر جہنم میں اس کو داخل کر دو۔ پھر ایک ستر گز لمبی زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔ اس لئے کہ یہ شخص اللہ تعالےٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا (اور خود تو کیا کھلاتا) دوسرے آدمیوں کو بھی غریب کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا۔ پس نہ تو آج اس کا کوئی یہاں دوست ہے اور نہ اس کے لئے کوئی چیز کھانے کو ہے بجز غسلین کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا۔"

(ف) غسلین کا مشہور ترجمہ دھوون ہے۔ یعنی زخموں وغیرہ کے دھونے
سے جو پانی جمع ہو جائے وہ غسلین کہلاتا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا گیا ہے کہ زخموں کے اندر
جو لہو پیپ وغیرہ نکلتی ہے، وہ غسلین ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غسلین کا ایک ڈول اگر دنیا میں ڈال دیا جائے۔
تو اس کی بدبو سے ساری دنیا میں سڑاند پیدا ہو جائے۔

مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی سزا

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے
لیے جو پشت پیچھے عیب
نکالنے والا ہو، منہ در منہ طعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کر کے رکھتا ہے (اور غایت
محبت سے) اس کو بار بار گنتا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا یہ مال اس کے
پاس ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں (یہ مال ہمیشہ نہیں رہے گا) خدا کی قسم یہ شخص ایسی آگ
میں ڈال دیا جائے گا کہ اس میں جو چیز پڑ جائے، وہ آگ اس کو توڑ پھوڑ کر ڈال
دے۔ آپؐ کو خبر بھی ہے، وہ کیسی توڑ دینے والی آگ ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ایسی
آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائے گی (یعنی دنیا کی آگ تو جہاں بدن میں لگی، آدمی مر
گیا اور وہاں چونکہ موت نہیں، اس لئے بدن میں لگتے ہی دل تک پہنچ جائے گی
اور دل کی ذراسی ٹھیس بھی آدمی کو بہت محسوس ہوتی ہے) اور وہ آگ ان لوگوں
پر بند کر دی جائے گی اس طرح پر کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے

ہوں گے۔

حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلنے والوں کی سزا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے مردوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے بدن قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زینت اختیار کرتے تھے (یعنی حرام کاری کے لیے بن سنور کر نکلتے تھے) پھر میں نے ایک کنواں دیکھا جس میں نہایت سخت بدبو آ رہی تھی اور اس میں چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو (حرام کاری کے لیے) بنتی سنورتی تھیں اور ناجائز کام کرتی تھیں پھر میں نے کچھ مرد اور عورتیں معلق دیکھیں جو پستانوں کے ذریعہ سے لٹک رہے تھے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ طعن دینے والے چغل خوری کرنے والے ہیں (در منثور)

فحش کلامی کرنے والوں کا حشر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ کہ فحش کلامی کرنے والے پر بہشت حرام ہے اور فرمایا کہ دوزخ میں کچھ لوگ جائیں گے کہ جن کے دہن سے پلیدی نکلے گی اور اس کی گندگی سے تمام اہل دوزخ فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کون ہیں؟

تو کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جس جگہ فحش کلامی کی جاتی تھی یہ اس کو دوست رکھتے تھے اور خود بھی فحش کلامی کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم میسرہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فحش کلامی کرے گا قیامت کے دن کتے کی شکل میں ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص باتیں بہت کرتا ہے وہ اکثر غلط گو ہوتا ہے اور جو شخص زیادہ گو ہوتا ہے وہ زیادہ گناہگار ہوتا ہے اور جو زیادہ گناہ گار ہو اس کے لئے دوزخ کی آگ زیادہ بہتر ہے۔

یتیموں کا مال کھانے والوں کی سزا

شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں اور فرشتے ان پر مسلّط ہیں کہ وہ ان کے ہونٹوں کو چیر کر ان میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ٹھونس رہے ہیں کہ وہ آگ منہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ نہایت آہ وزاری سے چلّا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔ ان کو آگ کھلائی جا رہی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جلّ شانہٗ

نہ تو جنت میں داخل فرمائیں گے، نہ جنت کی نعمتیں اِن کو چکھنا نصیب ہوں گی ایک وہ شخص جو شراب پیتا ہو، دوسرے سود خوار، تیسرے وہ شخص جو ناحق یتیم کا مال کھائے، چوتھے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے۔

پیشاب میں احتیاط نہ کرنے والے کی سزا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ایک شخص اپنی انتڑیوں کو کھینچتا ہو گا۔ اہل دوزخ اس سے پریشان ہو کر دریافت کریں گے کہ تو کیا عمل کرتا تھا؟ وہ کہے گا کہ میں پیشاب احتیاط سے نہیں کرتا تھا۔ اور بے پروائی سے ہر جگہ پیشاب کرنے بیٹھ جاتا تھا۔

ضرورت سے زیادہ مکان بنانے والے کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ضرورت سے زیادہ مکان بنائے گا۔ تو قیامت میں ان مکانات کو اس شخص پر لادنے کا حکم دیا جائے گا۔"

غیبت کرنے والوں کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"۔ کسی بے عیب کو عیب لگانے والے اور چغل خوری کے لئے چلنے پھرنے والے، اِن دونوں جماعتوں کا حشر کتوں کی صورت میں ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غیبت زنا سے بھی سخت ہے زنا

توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن غیبت جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے، معاف نہیں ہو سکتی۔

بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا ہے۔ کہ قیامت میں مقتول کا سر اس کے ہاتھ میں ہو گا اور دوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان پکڑے ہوئے ہو گا مقتول کی رگوں سے تازہ خون بہ رہا ہو گا یہ اسی حالت میں عرش کے نزدیک پہنچ کر عرض کرے گا کہ الٰہی مجھے اس نے قتل کیا ہے حضرت حق کی طرف سے قاتل کو پیغام ہلاکت سنایا جائے گا اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

رشوت لینے والے کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہوا" وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہو گا کہ اس کا ہاتھ گریبان سے بندھا ہوا ہو گا، پھر اگر وہ "راشی" تھا اور اس کے تمام فیصلے حق پر مبنی تھے، تو وہ آزاد کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ راشی تھا اور لوگوں سے مال لے کر فیصلے حق کے خلاف کرتا تھا" تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔

شراب پینے والوں کی سزا: حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی۔ دوسرا قاطع رحم، تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔ جو شراب سے توبہ کئے بغیر مر جائے گا۔ اس کو قیامت میں غوطہ کا پانی پلایا جائے گا۔" کسی نے دریافت کیا غوطہ کیا ہے؟ فرمایا "غوطہ" ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرمگاہ کا کچ لہو بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبو ہو گی کہ اس سے اہلِ دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔

سُود خواروں کا حشر

معراج کی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک گروہ کو دیکھا جن کے پیٹ بُرج کی طرح اونچے اور شیشے کی طرح صاف، پیٹ کے اندر سانپ بچھو بھرتے دکھائی دیتے تھے جب کوئی ان میں سے اُٹھنا چاہتا ہے۔ پیٹ کے بوجھ کے سبب فوراً گر پڑتا ہے تھوڑی دیر میں ایک مہیب شکل کا گھوڑا ان کے پیٹوں کو کچلتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ غل مچا کر روتے ہیں۔ فرمایا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں عرض کیا کہ جناب یہ سود خوار ہیں جو قیامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہ کر قیامت میں اسی صورت سے اُٹھیں گے۔

قاتل اور خونی لوگوں کی سزا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کو میں نے دیکھا کہ ملائک انہیں چھریوں سے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اُن کے حلقوں سے سیاہ نہایت بدبودار خون نکلتا ہے یہ لوگ مر کر پھر اُسی وقت زندہ ہوتے اور پھر ذبح کئے جاتے ہیں۔ اے جبرئیل یہ کون ہیں۔ عرض کیا جناب یہ قاتل اور خونی لوگ ہیں جنہوں نے ناحق خون کئے تھے اب

اس کی سزا میں یہ ہمیشہ ذبح ہوتے رہیں گے۔

عہد توڑنے کی سزا

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے روز ہر غادر (یعنی عہد توڑنے والے) کے لیئے ایک جھنڈا ہوگا، جو اس کے پاخانے کے مقام پر لگا ہوگا۔

زانیوں کی سزا

زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کو میلوں لمبا کر دیا جائے گا، پھر اُن پر سانپ اور بچھو مسلط کر دیے جائیں گے جو اُن کی شرمگاہوں کو کاٹیں گے۔ پیاس کی شدت سے وہ چیخیں گے اور کہیں گے ہمیں پانی پلاؤ۔ پھر ان کو بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلا ہوا پیپ اور خون کھولتا ہوا پلایا جائے گا جس کے پینے سے زانیوں کی انتڑیاں کٹ کٹ کر ان کے چوتڑوں کے راستہ سے باہر گر پڑیں گی۔ یہ عمل اُن کے ساتھ عرصہ دراز تک دُہرایا جائے گا۔

پانچ بُرائیوں کی وجہ سے یہ اُمت تباہ کر دی جائے گی:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری اُمت میں پانچ باتیں شروع ہو جائیں گی تو یہ تباہ کر دی جائے گی۔ (۱) آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ (۲) شراب کا بکثرت پینا (۳) ریشمی کپڑوں کا پہننا (۴) گانے والیوں کی کثرت اور ان کا اجتماع (۵) مردوں کا مردوں اور عورتوں کا عورتوں سے

اپنی خواہش پُوری کرلینا۔ یعنی لواطت" و "مساحقت"۔

جُھوٹی گواہی دینے والوں کی سزا

یہ ہو گی کہ زبانوں (میں آنکڑے ڈال کر ان کو) لٹکا دیا جائے گا۔ پھر ہر آدمی کو ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے جانیں رہ جائیں گی۔

مشرکوں کا عذاب

اس طرح ہو گا کہ ان کو جہنم کے غار میں ڈال کر منہ بند کر دیا جائے گا۔ اندر سانپ بچھو بکثرت ہوں گے۔ انگارے شعلے اور سخت دھواں ہو گا۔ ہر گھڑی ہر شخص کو ستر ہزار کھالیں از سر نو ملتی رہیں گی۔

سرکش مغروروں (جیسے فرعون، ہامان، نمرود وغیرہم) کا عذاب

اس طرح ہو گا کہ آگ کے صندوقوں میں ڈال کر قفل لگا کر دوزخ کے نچلے طبقے میں ڈال دیے جائیں گے ہر شخص کو ہر ساعت ننانوے رنگ کا عذاب ہو گا اور روزانہ ایک ہزار نئی کھالیں دی جائیں گی۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے

خیانت کا مال ساتھ لے کر آئیں گے۔ پھر جہنم کے سمندر میں اس مال کو ڈال دیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا۔ کہ غوطہ مار کر اس کے اندر سے نکال

لاؤ۔ اس حکم کی غرض یہ ہو گی کہ وہ بحرِ جہنم کی تہ تک پہنچ جائیں مگر اس کی گہرائی سے سوا اس کے پیدا کرنے والے کے کوئی واقف نہیں۔ غرض جب تک خدا چاہے گا۔ وہ غوطہ ماریں گے پھر سانس لینے کے لئے سر اوپر نکالیں گے تو ہر شخص کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے گرزلے کر بڑھیں گے۔ اور مار کر پھر سمندر میں لڑھکا دیں گے۔ یونہی ہمیشہ ان کو عذاب ہوتا رہے گا۔ پس ہلاکت ہو گی دوزخیوں کے لئے اور ہلاکت ہو گی آگ کی لپٹ مارنے سے اُن چہروں کی جو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور ہلاکت ہو گی اُن سروں کی جن پر کھولتا ہؤا پانی ڈالا جائے گا۔ حالانکہ وہ دردِ سر بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ہلاکت ہو گی اُن آنکھوں کی جو دُکھن بھی نہ اُٹھا سکتی تھیں جبکہ وہ نیلی پڑ جائیں گی اور آگ میں پتھرا جائیں گی۔ اور ہلاکت ہو گی اُن کانوں کی جو داستانیں سننے میں مزے لیتے تھے جبکہ ان سے شعلے نکلیں گے۔ اور ہلاکت ہو گی ناک کے اُن سوراخوں کی جو مردار کی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ آگ کی وجہ سے وہ پارہ پارہ ہوں گے۔ اور ہلاکت ہو گی گردنوں کی جو درد بھی برداشت نہیں کرتی تھیں اس وقت جب کہ ان میں طوق ڈالے جائیں گے۔ اور ہلاکت ہو گی اُن کھالوں کی جو کھردرا لباس بھی نہیں اُٹھا سکتی تھیں جبکہ ان کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا جو چھونے میں کھردرا اور سڑاند والا ہو گا اور آگ کے شعلے اس سے بھڑکتے ہوں گے اور ہلاکت ہو گی اُن پیٹوں کی جو (بھوک کے) دکھ پر

صبر نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ اُن کے اندر زقوم اور گرم پانی بھر یگا اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور ہلاکت ہو گی اُن قدموں کی جو ننگے نہیں رہ سکتے تھے جب کہ اُن کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے ہلاکت ہو گی دوزخیوں کی طرح طرح کے عذاب سے۔ الٰہی اپنے اس علم عظیم اور فضل عام کی برکت سے ہم کو دوزخی نہ بنانا۔ آمین ثمہ آمین۔

دوزخ کی تہ میں دوزخیوں کے اجتماع کا ایک دن ہو گا۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کا اجتماع نہ ہو گا۔ بحکم خداوندی ایک منادی دوزخ کی تہ میں ندا دے گا جس کی آواز قریب و بعید اور دوزخ کے بالائی اور زیریں حصوں والے سب سنیں گے۔ اس منادی کا نام حشر ہو گا۔

حشر پکارے گا۔ دوزخیو جمع ہو جاؤ۔ سب جہنم کی تہ میں جمع ہو جائینگے دوزخ کے فرشتے بھی ساتھ ہوں گے۔ دوزخی باہم مشورہ کریں گے۔ دُنیا میں جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے۔ ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے۔ آج اللہ کے عذاب کے مقابلہ میں تم ہمارے کام آ سکتے ہو؟ دنیا میں جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے ہم سب دوزخ میں ہیں۔ اللہ بندوں کا فیصلہ کر چکا۔ یہ بڑے بننے والے کمزوروں سے کہیں گے تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہم سے فریاد کرتے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم کو ناخوشی نہیں بلکہ تم کو خوشی نہ ہو۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے سامنے لائے ہو۔ یہ بُری جگہ ہے (پھر) یہ ضعیف لوگ

بڑوں کے متعلق کہیں گے۔ پروردگار جو شخص یہ عذاب ہمارے سامنے لانے کا
سبب بنا اس کو دوزخ میں دوگونہ عذاب دے۔ وہ بڑے بننے والے کہیں گے
اگر خدا ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے۔ کمزور لوگ کہیں گے۔ یہ بات
نہیں بلکہ شبانہ روز کی تمہاری مکاری اس کا سبب ہے۔ کیونکہ تم ہم کو مشورہ
دیتے تھے کہ ہم اللہ کے منکر ہو جائیں اور اس کے ہمسر قرار دیں۔ آج ہم تم سے
اور اُن جھوٹے معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے بیزار ہیں
پھر سب کے سب اپنے ساتھی شیطانوں کی طرف متوجہ ہوں گے شیطان کہیں
گے۔ ہم گمراہ تھے تم کو بھی ہم نے بہکایا۔ آخر کلام شیطان اُونچی آواز سے کہے
گا۔ دوزخیو! اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ تمہیں جنت کی طرف بلایا تھا مگر
تم نے اس کی دعوت کو نہ مانا۔ اور اس کے وعدہ کو سچا نہ جانا۔ اور میں نے تم
سے جو وعدہ کیا تھا (آج) اس کے خلاف کیا۔ میری تم پر کوئی زبردستی تو تھی نہیں
صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو دعوت دی۔ تم نے دعوت قبول کی۔ اب
مجھے برا نہ کہو۔ خود اپنے کو ملامت کرو۔ میں نہ تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں
نہ اپنی مدد۔ اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے تھے آج اُن کا منکر ہوں۔ اس
کے بعد ایک اعلانچی اعلان کرے گا۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اس وقت کمزور بڑے
بننے والوں پر اور بڑے کمزوروں پر لعنت کریں گے اور سب ساتھ والے شیطانوں
پر اور ساتھ والے شیطان ان پر لعنت بھیجیں گے اور وہ ساتھ والے شیطانوں سے

کہیں گے کاش ہمارے تمہارے درمیان فاصلہ مشرق مغرب کے فاصلہ کے برابر ہو جائے۔ اور آج تم بُرے ساتھی ہو۔ اور دنیا میں بُرے مددگار تھے۔ اس کے بعد لوگ اپنی جماعت پر نظر ڈالیں گے۔ اور ایک دوسرے سے کہے گا آؤ ان موکلوں سے درخواست کریں کہ اللہ سے وہ ہماری سفارش کر دیں تاکہ اللہ ایک دن کا عذاب ہی ہمارے لئے ہلکا کر دے۔ موکلوں سے گفتگو کرنے میں اُن کو تقریباً ستر سال لگیں گے۔ اور اس پوری مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ آخر موکلوں سے گفتگو کریں گے۔ وہ کہیں گے کیا پیغمبر تمہارے پاس احکام لے کر نہیں پہنچے تھے سب بالاتفاق جواب دیں گے۔ پہنچے کیوں نہ تھے۔ موکل کہیں گے۔ تو اب پکارے جاؤ۔ مگر کافروں کی پکار اب بیکار ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ موکلوں نے کوئی اچھا جواب نہیں دیا۔ تو مالک (منصرم دوزخ) سے فریاد کریں گے اور کہیں گے۔ مالک تم ہی ہمارے لیے ربّ سے دعا کر دو۔ کہ اللہ ہماری موت کا حکم دیدے۔

مالک بقدر مدت دُنیا کے تو کوئی جواب ہی نہیں دے گا۔ کوئی بات ہی نہیں کرے گا۔ پھر جواب دے گا تو کہے گا۔ فیصلۂ موت سے پہلے تو مدتوں تمہیں یہاں رہنا ہو گا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ مالک نے بھی اُن کو کوئی مفید جواب نہیں دیا۔ تو ربّ سے فریاد کریں گے۔ اور کہیں گے۔ پروردگار اب تو ہم کو یہاں سے نکال دے۔ اگر دوبارہ ہم نے تیری نافرمانی کی تو بلا شُبہ ہم ظالم ہونگے۔

ستر سال تک اللہ کوئی جواب نہیں دے گا اور جیسے کتوں سے کہا جاتا ہے ویسے ہی
ان سے فرمائے گا۔ اِسی میں ذلّت کے ساتھ پڑے رہو۔ مجھ سے بات بھی نہ کرو۔
جب وہ یہ دیکھیں گے کہ ان کا رب بھی اُن پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی مفید جواب نہیں
دیا۔ تو ایک دوسرے سے کہے گا ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں۔
ہم کو رہائی نہیں ملے گی۔ نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے نہ دل بہلانے والا دوست اگر
ایک بار پھر ہم کو دنیا میں لوٹنا مل جائے تو ضرور ہم اہلِ ایمان میں سے ہو جائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ دوزخیوں کے حالات جو بیان ہوئے چونکہ آیاتِ قرآنیہ اور
احادیثِ نبویہ کا ترجمہ ہیں اس لئے بلاشک صحیح اور واقعی ہیں۔ اگر انہیں بار بار
پڑھا جائے اور اپنی بداعمالیوں پر نظر کی جائے تو سخت سے سخت دل والا انسان
بھی اپنی زندگی کو آسانی سے پلٹ سکتا ہے اور اپنے نفس کو دوزخ کے حالات
سمجھا کر نیکیوں کے راستہ پر لگا سکتا ہے۔ پس تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ اپنی زندگی
کا حساب کرتا رہے۔ جب تیرا نفس دنیا کے مال و دولت، عیش و عشرت، زنا و شراب
امارت و وزارت کی طلب کرے تو تجھے چاہیئے کہ تو اِن چیزوں کے فانی و بے ثبات
ہونے پر یقین رکھتے ہوئے دوزخ کی آگ، اس کے سانپ بچھوؤں، آگ کے کپڑوں،
عذاب کے طریقوں اور دوزخ کی خوراک وغیرہ کا دھیان کرے۔ اگر تجھے دوزخ
کی بھوک یاد رہے تو تو کبھی روزہ نہ چھوڑے گا۔ دوزخ کی بے چینی سے واقف
ہو تو ذرا سی نیند اور فانی آرام کے لئے نماز برباد نہ کرے گا۔ دوزخ کے سانپ

بچھوؤں کے ڈسنے کی سوزش سے باخبر ہووے تو تو کبھی یہ نہ کہے گا کہ داڑھی رکھنے سے کھجلی ہوتی ہے۔ اگر تجھے یقین ہو کہ شراب پینے کی سزا میں دوزخیوں کے زخموں کا دھوون یا نچوڑ پینا پڑے گا تو تو کبھی شراب کے پاس بھی نہ جائے گا۔

افسوس کہ تو اپنی آخرت کی زندگی بنانے کی بجائے، دو چار روزہ مال و دولت عزت و آبرو، جاہ و حکومت کے پھندوں میں پڑ کر اپنی جان کو دوزخ کے حوالے کر رہا ہے۔ جب عذاب میں مبتلا ہو گا تو پچھتائے گا "ہائے کاش! وہ موت ہی ختم کر دیتی، میرے کام کچھ نہ آیا میرا مال، جاتی رہی میری حکومت" کہنے اور ہاتھ ملنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس لئے زندگی کو موت سے پہلے، جوانی کو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو بیماری آنے سے پہلے تونگری کو افلاس سے پہلے اور فراغت اوقات کو مشغولیت سے پہلے غنیمت جان اور آخرت کی تیاری کر لے۔ قولی فعلی، بدنی اور مالی عبادت کے ساتھ۔

○

منشائے حیات

جاننا چاہیئے کہ منشائے حیات، معرفتِ الٰہیہ کا حاصل کرنا ہے اور عبادت،
حصولِ معرفت کا ذریعہ ہے۔ معرفت کا مدار قرب پر ہے اور قرب حاصل ہوتا ہے
طلب وعمل سے۔ تو حصولِ معرفت کے لئے عمل کا ہونا ضروری ہوا۔ اب سمجھنا
چاہیئے کہ عالمِ ارواح میں قرب تو تھا مگر یہ قرب بڑھتا نہ تھا۔ ایک خاص حد
تک ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ قرب جانبین کے تعلق سے بڑھتا ہے اور حق تعالیٰ کی
عادت یہ ہے کہ ان کو بندہ کے ساتھ تعلق اُس وقت بڑھتا ہے جب بندہ کی طرف
سے طلب ہو اور طلب کی حقیقت ہے عمل :: وہاں یعنی عالمِ ارواح میں عمل تھا ہی
نہیں اس لئے قرب بڑھتا نہ تھا۔ بقول حضرت پھولپوریؒ "عالمِ ارواح میں معرفت
کی تکمیل نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہاں رُوح مجرد تھی، جسم نہ تھا۔ روح مجرد میں بھوک
اور پیاس نہ تھی تو روزہ بھی نہ تھا۔ عبادت کے لئے اعضاء نہ تھے کہ رکوع
وسجدہ اور قیام میں وہ اعضاء مختلف شکلوں میں طاعت اور بندگی کر سکتے۔ لہٰذا
انسان کو اس جسم کثیف سراپا محتاج بنا کر اس عالم میں پیدا فرمایا تاکہ ہر قدم پر
حاجت مند ہو اور خالق و مالک کو حاجت روائی کے لئے پکارے اور ہر حاجت
سے اس کی صفات کی معرفت حاصل کرے۔ روح مجرد کو عالمِ ارواح میں نہ بھوک

لگتی تھی نہ پیاس - اُس وقت وہ اللہ کی ربُوبیّت اور رزّاقیت کو کیا سمجھتا - اب جس وقت بھوک پیاس سے مضطرب ہوتا، کھانا کھاتا اور ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا - (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو کھانا کھلایا اور پانی پلایا) جب اپنے گناہوں سے توبہ کرتا اور ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور اس کی رحمت توبہ قبول کرتی اور گناہ معاف کرتی ہے تو اس وقت بندے کو اُس کی رحیمیت، رحمانیت، توابیت اور غفاریت کی معرفت ہوتی ہے اور اُس کے گناہوں کو دیکھتے ہوئے کبھی اُس کی ستاری کرتا ہے تو اُس وقت اُس کی ستاریت کی معرفت ہوتی ہے اور باوجود قادر مطلق ہونے کے انتقام نہ لینے سے اُس کے کرم و حلم کی معرفت ہوتی ہے اور کبھی حد سے گزر جانے پر کسی سرکش قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو اُس وقت اُس کے ذوالانتقام اور شدید العقاب اور قہّار ہونے کی معرفت ہوتی ہے - یہ واقعات دوسری بستیوں کے لئے عبرت بنتے ہیں - سارے عالم میں اُس کی ربوبیت دیکھ کر بندہ کو رَبُّ الْعَالَمِیْن کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی محبت سے مالا مال ہو جاتا ہے -

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (اور اللہ تعالےٰ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں)

عالمِ ارواح سے دُنیا میں پیدا کرنے کی حکمت

عالمِ ارواح سے دُنیا میں پیدا کرنے اور بے شمار حاجتوں کے ساتھ پیدا

کرنے سے محض مقصود یہی ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی صفات [illegible] پالیں،
اور یہ بات روحِ محض کے لئے ممکن نہ تھی کہ بھوک پیاس سے اور دوسری احتیاج
سے صفاتِ الٰہیہ کی پہچان ہوتی نہ ہاتھ پاؤں تھے اور نہ زبان تھی کہ نماز، روزہ
اور دیگر عبادتوں سے حق تعالےٰ کی محبت کی تکمیل ہوتی لہٰذا عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام
کی طرف بھیجا کہ طلب سے عمل پیدا ہو اور اس سے ترقی کا دروازہ کھلے۔ چنانچہ حدیثِ
قدسی میں فرماتے ہیں "جو شخص میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے۔ میں اس کی طرف
ایک ہاتھ چل کر آتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ چلتا ہے میں اس کی طرف
کھلے ہوئے دو ہاتھ آتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف
دوڑ کر آتا ہوں"۔

"آگاہی" جاننا چاہیئے کہ چلنے سے مراد شریعت کے حکموں پر پورے طور سے
چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعض ظاہر سے متعلق ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ
وغیرہ اور جیسے نکاح وطلاق وادائے حقوقِ زوجین وقسم وکفارۂ قسم وغیرہ اور
جیسے لین دین وپیروی مقدمات وشہادت ووصیّت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے
سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو علمِ فقہ
کہتے ہیں۔ اور بعض باطن سے متعلق ہیں جیسے خدائے تعالےٰ سے محبت رکھنا،
خدائے تعالیٰ سے ڈرنا، خدائے تعالیٰ کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم کرنا، خدائے
تعالےٰ کی مشیّت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے

کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ

ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں۔ اور ظاہری احکام کی طرح ان باطنی احکام پر عمل کرنا بھی

فرض و واجب ہے۔ نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی

ہے۔ جیسے خدائے تعالیٰ کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل

ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا غرور یا غصہ کے غلبہ سے

کسی پر ظلم ہو گیا، یا حقوق تلف ہو گئے ومثل ذالک۔ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط

بھی کی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ

نہیں چلتی۔ پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا

سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں۔ ان کی درستی کا طریقہ بہت کم معلوم ہوتا ہے۔

اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ ان ضرورتوں

کی وجہ سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج

اور تدبیر بھی بتاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان کے علاج کے طریقوں

میں آسانی اور تدبیروں میں طاقت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم

کرتا ہے اور خود ذکر بھی ایک عبادت ہے۔

پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری یعنی شرع کے ظاہر اور

باطن حکموں کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب ہے یعنی ذکر کی کثرت ہے۔ نمبر ایک یعنی

حکموں کی پابندی سے خدائے تعالیٰ کی رضا اور قرب اور نمبر دو یعنی ذکر کی کثرت سے

رضا اور قرب میں زیادتی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریقے اور مقصود کا۔

حقیقتِ طریقت

اللہ تعالےٰ کا قرب و رضا حاصل کرنے کے طریقہ کو طریقت کہتے ہیں۔ اور قرب و رضائے الٰہی کا مدار شریعت کے احکامِ ظاہری و باطنی کے عمل پر ہے۔ اور طریقت کا ماحاصل یہ ہے کہ شریعت کی پیروی نفس پر آسان ہو جائے یعنی شریعت طبیعت بن جائے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کئے کوئی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہ جس دعوے پر دو شاہد نہ ہوں وہ دعوےٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ پس عمل و اخلاص دو شاہد ہیں جو تیرے دعوے کو سچا ثابت کرنے والے ہیں اگر تو قرب و رضا کا طالب ہے تو شریعت کی پیروی کو لازم پکڑ۔ کہ بجز اس کے کامیابی محال ہے۔

کامیابی تو کام سے ہوگی ۔۔۔ نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے اہتمام سے ہوگی ۔۔۔ فکر کے التزام سے ہوگی

بزرگانِ دین کے نزدیک سلوک و طریقت کی بنیاد عشق و محبت پر ہے۔ جس سلوک و طریقت میں محبتِ الٰہی کی آگ نہ سلگتی ہو اور حبِّ الٰہی کی آتش شعلہ زن نہ ہو اور جس کے اثرات ظاہر و باطن پر عیاں نہ ہوں وہ طریقت نہ طریقت ہے اور نہ ایسا سلوک کوئی سلوک ہے۔ ایسی طریقت کے پجاریوں کو اپنے انجام کی فکر کرنا چاہیئے۔ جو صاحبِ طریقت، شریعتِ الٰہیہ کی حدود کو پھاند جائے وہ صرف اپنا ہی نقصان

نہیں کرتا بلکہ دُنیا نے اسلام کا نقصان کرتا ہے جس کی تلافی کسی صورت ممکن نہیں۔

جو تصوف اور فقر، اسلام سے بیگانہ کرے اور توحید و رسالت سے متصادم ہو تو وہ فقر نہیں وہ سراسر گمراہی ہے اور اس کے تصرفات استدراج ہیں۔ اُس کا کمال ایمان سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا حقیقی صوفی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا عکس ہوتا ہے اور رسالت کے تمام فرائض ادا کرتا ہے۔ تصوف اسلام کی خوابیدہ روح کو بیدار کرتا ہے یا اس سوز کو اور اس آتشِ محبت کو جو اس کی فطرت میں رکھی گئی ہے بھڑکاتا ہے جس کی بنا پر یہ خداوند کریم کا قابلِ خطاب بنا اور خلعتِ خلافت سے نوازا گیا۔ جو ماسوائے حق کو خاکستر بنا کر اس کو وحدت اور رسالت کا سچا عاشق بنا دے۔ یہی تصوف کا مقصد ہے۔

حکایت: نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے بتلایا کہ فلاں مقام پر ایک نہایت بزرگ شیخ ہے آپ اس کے دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ اُس کے قریب پہنچے تو اُس نے تھوک قبلہ کی طرف پھینکی۔ یہ دیکھ کر آپ اُسی وقت واپس ہو گئے اور فرمایا اگر اسے کچھ بھی طریقت میں دخل ہوتا تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ماہِ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ایک شب نمازِ تراویح کے بعد بستر خواب پر لیٹ گیا۔ اور خادم میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں بھولے سے پہلوئے چپ پر لیٹ گیا تھا۔ پھر مجھے یاد آیا

کہ سونے میں ابتدا پہلوئے راست سے کرنا سنتِ اجماعی ہے۔ وہ اس وقت متروک ہوگئی۔ نفس نے کاہلی سے ظاہر کیا کہ سہو اور نسیان سے جو چیز سرزد ہو جائے وہ معاف ہے۔ لیکن میں فوراً اُٹھا۔ اور پھر لیٹا۔ اور ابتدا پہلوئے راست سے کی اس کے بعد عنایات اور فیوض اور برکات و اسرار بہت کچھ مجھ پر ظاہر ہوئے اور ندا دی گئی کہ اس رعایتِ سنت کی وجہ سے آخرت میں تجھ کو کسی طرح کا عذاب نہ دیا جائے گا اور تمہارے خادم کو بھی جو پاؤں دبا رہا تھا ہم نے بخشدیا۔

فرماتے ہیں:۔ جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے وہ محض کرم حق ہے۔ اگر اس کے لئے کوئی بہانہ ہوا ہے۔ تو وہ متابعت حضرت سیّد الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہے کہ ہم اپنا مدار کار اسی پر جانتے ہیں۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ دینے سے رہ گیا ہوگا۔ تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم سے تبقاضائے بشریت کچھ فتور ہو گیا ہوگا۔

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ ایک روز ہم نے سہواً پاخانہ جاتے وقت سیدھا پاؤں رکھ دیا۔ اُس روز احوال کے دروازے مجھ پر بند رہے۔ پھر ندامت اور استغفار کے بعد وہ حال ظہور پذیر ہوا۔

اور فرمایا: لوگ ریاضات و مجاہدات کی ہوس کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ رعایت آدابِ شریعت کے برابر نہیں ہے خصوصاً فرض و واجب و سنت نمازیں حسب اصولِ شریعت ادا کرنا بہت مشکل ہے اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے کہ وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ۔ ترجمہ: نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر۔

بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعتِ بیضاء کا انکار اور مخالفت کرتے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت کلیم اللہ بھی عہدِ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو بجز اتباعِ شریعتِ مصطفویؐ کے ان کو بھی کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر ان کور باطنوں کو مخالفت کا کیا حق ہے؟

فرمایا: احوال تابع شریعت ہیں۔ اور شریعت تابع احوال نہیں ہے کہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے اور احوال ظنّی امور ہیں جو کشف اور الہام سے ثابت ہوئے ہیں۔

(ف) جو لوگ کشف و احوال پر اعتماد کرتے ہوئے احکامِ شریعت کی مخالفت کرتے اور فقیری، درویشی کا دم بھرتے پھرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا اُن کی مثال اُس بہرے کی سی ہے۔

ایک بہرے کی حکایت

جس کا پڑوسی بیمار ہوا۔ لوگ اس کی بیمار پرسی کو جاتے۔ یہ بہرہ سوچتا کہ میں بھی جاؤں لیکن جانے سے کیا حاصل؟ کہ بہرہ ہوں کوئی بات تو سُن نہ سکوں گا، پھر سوچتا اگر نہ جاؤں گا۔ تو لوگ ملامت کریں گے اور کل کو مجھے بھی نہ پوچھیں گے۔ غریب سوچتا کیا کروں۔ دل میں سوچا کہ اچھا چلو، میں پوچھ لوں گا کیا حال ہے؟ وہ یہی تو کہے

گا۔ "اَلحَمدُ لِلّٰہ" میں بھی کہہ دوں گا اَلحَمدُ لِلّٰہ میں پوچھ لوں گا کیا دوائی کھائی ہے؟
وہ کسی نہ کسی دوا کا نام لے گا میں کہوں گا۔ ماشاءاللہ اچھی دوا ہے یہی استعمال
کرتے جاؤ۔ میں پوچھ لوں گا کس طبیب کے زیرِ علاج ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طبیب کا
نام لے گا۔ میں کہوں گا "سبحان اللہ" بہت ہی اچھا طبیب ہے بس کام بن جائے
گا۔ بیمار پڑوسی خوش ہو جائے گا۔ یہ سوچا اور چل دیا۔ السلام علیکم، وعلیکم السلام
کے بعد جھٹ سے پوچھا کیا حال ہے؟ بدقسمتی سے بیمار کی حالت نازک تھی۔
خلافِ توقع جواب ملا۔ بہت بُرا حال ہے مرا جا رہا ہوں۔ بہرے کو کیا معلوم کیا
کہا گیا ہے۔ کہنے لگا۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ بیمار پڑوسی اس جواب سے سخت ناراض ہوا
کہ میرے مرنے میں راضی ہے۔ بہرے نے دوسرا سوال کیا کیا دوا کھائی ہے؟ بیمار
غصّے میں بھرا ہوا تھا چلا آیا! زہر کھایا ہے۔ بہرے نے کہا ماشاءاللہ بہت ہی
اچھی دوا ہے۔ بس یہی استعمال کرتے جاؤ۔ پھر سوال کیا۔ کس طبیب کے زیرِ علاج
ہیں آپ؟ غصّے میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے بیمار پڑوسی نے کہا "عزرائیل کے"
بہرا کہنے لگا سبحان اللہ وہ تو بہت ہی اچھا طبیب ہے۔ جس گھر میں اس کے
قدم آجاتے ہیں وہاں سے بیماری کا تو صفایا ہی ہو جاتا ہے۔ پھر خوش خوش واپس
لوٹ آیا کہ ہمسایہ کو راضی کر آیا ہوں۔ لیکن اپنے بہرے پن کے باعث نہیں
جانتا کہ اُلٹا ناراض کر کے آیا ہے۔

یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو شریعت کی پیروی تو کرتے نہیں حق ھُو کے

نعرے لگا لئے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ کو راضی کر لیا۔ اور نہیں جانتے کہ اللہ راضی ہوتا ہے شریعت کی پابندی اور اعمال صالحہ سے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الی) رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اُن سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔

سب سے بڑی کرامت شریعت و سُنت پر استقامت ہے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص دس برس رہا۔ چلتے وقت عرض کیا کہ حضرت میں نے اتنی مدت خدمت میں قیام کیا لیکن کوئی کرامت آپ کی نہیں دیکھی میں نے سُنا تھا کہ آپ بہت بڑے کامل ہیں۔ اس لئے خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ کہ کچھ فیض حاصل کروں مگر اتنی مدت قیام کو گزر گئی کوئی کرامت آپ کی کبھی صادر نہیں ہوئی یہ سُن کر آپؒ کا چہرہ غصّہ سے سُرخ ہو گیا۔ جوش میں آکر فرمایا کہ اچھا یہ بتلا جُنید سے تُو نے اس عرصہ میں کوئی فعل سُنت کے خلاف ہوتے بھی کبھی دیکھا ہے۔ اُس نے کہا نہیں یہ بات تو نہیں دیکھی۔ اس پر آپ نے جوش میں آکر فرمایا "ارے اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو گی کہ میں نے دس برس تک اپنے خدا کو ایک لمحہ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا۔ اس سے

بڑھ اور کیا کرامت ہو گی۔ جو تو جنید کی دیکھنا چاہتا ہے"؟

صاحبو غور کرو! اتباع سنت کو اللہ کی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اور خلاف سنت کو اللہ کی ناراضگی کا باعث۔ کیا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر بھی شک ہو سکتا ہے کسی کو؟ افسوس کہ بہت سے ناداں او جہلا نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ قلندر وہ ہے جو چار ابرو کا صفایا کر دے اور نماز و روزہ سب کو رخصت کر دے۔ ایسے شخص کو جہلا کہتے ہیں کہ صاحب قلندر ہیں استغفر اللہ۔ اور بعضوں کو دھوکا اُن کے کامل ہونے کا ہو جاتا ہے۔ صاحبو خوب سمجھ لو کہ نہ تو وہ کامل ہے نہ مکمل۔ کیونکہ مکمل ہونے کے لئے خود کامل ہونا ضروری ہے۔ تکمیل کے لئے کمال شرط ہے جو خود ہی درزی کا کام نہ جانتا ہو وہ دوسرے کو سینا کیونکر سکھا سکتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ مجاذیب اور بہلول جو ہوتے ہیں چونکہ یہ خود کامل نہیں ہوتے لہٰذا دوسرے کی تکمیل بھی نہیں کر سکتے۔ کامل اور مکمل وہی ہے جو قدم بقدم ہو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جس کا ظاہر ہو مثل ظاہر پیغمبر کے اور باطن ہو مثل باطن پیغمبر کے یعنی ہر امر میں ہر حال میں پیغمبر ہی اس کا قبلہ وکعبہ ہوں۔ اس کے ظاہر کا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر ہو۔ اور اس کے باطن کا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہو۔ تو ہمارے اعمال کا قبلہ وکعبہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہیں جس عمل کا رُخ اس قبلہ کی طرف ہو گا وہی مقبول ہو گا۔ پس ہمارے ظاہر کا قبلہ پیغمبر کا ظاہر ہے اور باطن کا قبلہ پیغمبر کا باطن ہے یعنی ہماری ظاہری

حالت وہ ہونی چاہیئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حالت تھی۔ یعنی آپ کپڑا پہنتے تھے ہمیں بھی ننگا نہیں رہنا چاہیئے۔ آپ ڈاڑھی رکھتے تھے ہماری ڈاڑھی بھی مونڈی یا کٹی نہ ہونی چاہیئے۔ آپ کے ٹخنے کھلے ہوئے رہتے تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن ترشے ہوئے اور لبیں بنی ہوئی رہتی تھیں۔ یہی حالت ہمارے ناخن اور لبوں کی ہونی چاہیئے۔ غرض ہمارا ظاہر بالکل مشابہ ہونا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کے کہ بس صورت دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ غلام ہے اپنے آقا کا۔

سُنت کا مخالف ولی اللہ نہیں ہے

بزرگوں نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ "اگر کوئی شخص ہواؤں میں اُڑتا ہُوا آئے، پانی پر چلتا ہُوا آئے اس سے بڑی بڑی کرامات دکھلائے لیکن اگر وہ شریعت کا پابند نہیں ہے۔ تو ولی اللہ نہیں ہے"۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

"جس حال یا جس قال کو شریعت رد کرے وہ بالکل الحاد و زندقہ ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برہوا پری مگسے باشی بر آب روی خسے باشی

دل بدست آر کہ با کسے باشی،

یعنی: اگر بزور کرامت ہوا پر بھی اُڑو گے تو کیا ہے گویا مکھی ہو جاؤ گے کہ وہ بھی تو ہوا میں بلا تکلف اُڑتی ہے۔ پانی پر چلو گے تو یوں سمجھو کہ ایک تنکا ہو گئے کیونکہ وہ بھی تو پانی کی سطح پر بہتا ہوا جاتا ہے۔ ہاں اپنے دل کو قابو میں کرو تب انسان بنو گے"۔

انسان کسے کہتے ہیں؟ انسان اُسے کہتے ہیں جو ظاہر میں عبودیت اور باطن میں مشاہدۂ دل سے معرفت الٰہی کے نُور کو حاصل کرے۔ یہ دونوں حالتیں اس میں ہوں۔

حضرت حسن بصریؒ و حضرت رابعہ بصریؒ کا واقعہ

ایک دن حضرت رابعہ بصریہؒ کا گذر حضرت حسن بصریؒ کے گھر پر ہوا حضرت حسن بصریؒ صومعہ کی چھت پر اس قدر رو چکے تھے کہ پرنالے کی طرح آپ کے آنسو ٹپکتے تھے حضرت رابعہؒ نے کہا" اے حسن اگر یہ رعونت نفس کی وجہ سے ہے تو ان اشکوں کو نگاہ رکھیئے تاکہ تمہارے اندر ایک دریا ہو جائے اور وہ دریا ایسا ہو کہ اگر اس میں اپنے دل کو تلاش کرو تو نہ پاؤ مگر حضرت حسنؒ بصری کو یہ بات سخت ناگوار گزری لیکن کچھ نہ کہا۔ ایک دن حسنؒ نے آپ کو دریائے فُرات کے کنارے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت حسنؒ نے اپنا سجادہ دریا کی سطح پر بچھا دیا اور کہا" اے رابعہ! آؤ تاکہ اس جگہ

دو رکعت نماز ادا کریں۔ آپ یعنی حضرت رابعہؒ نے کہا! اے اُستاد جب بازارِ دنیا میں طالبانِ آخرت کو پیش کرتے ہو تو اس طرح چاہیئے کہ تمہارے ابنائے جنس اس سے عاجز ہوں۔ پھر رابعہؒ نے سجادہ ہوا میں پھینکا اور کہا! اے حسن اس جگہ آؤ تاکہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہو۔ پھر آپ نے چاہا کہ حسنؒ کے دل کو اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ کہا اے اُستاد جو کچھ تم نے کیا وہ چھپکلی کرتی ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ ایک مکھی کرتی ہے۔ اور حقیقت میں کام ان دونوں سے بالاتر ہے۔

حکایت: ایک بزرگ جب ایک بھٹیارن کے مکان کے سامنے سے گزرتے تو بھٹیارن جس نے ایک بکرا پال رکھا تھا۔ اس بزرگ سے سوال کیا کرتی کہ "اے بزرگ تیری ڈاڑھی اچھی یا میرے بکرے کی؟ وہ بزرگ یہ فرما کر چلے جاتے کہ پھر کبھی جواب دوں گا۔ یونہی زمانہ گزرتا گیا اور بھٹیارن ہمیشہ اس بزرگ سے یہی سوال کرتی اور بزرگ صاحب یہی جواب دے کر روانہ ہو جاتے آخر وہ وقت آیا کہ بزرگ کی عمر کا جام لبریز ہو گیا اور وہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ جب ان کا جنازہ اس بھٹیارن کے مکان کے سامنے سے گزرا تو اس نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں بزرگ کا جنازہ ہے بھٹیارن نے کہا کہ یہ تو میرا ہی دینی بھائی ہے اور میرا اس سے بہت روحانی تعلق تھا۔ اگر تم ان کا جنازہ رکھ کر ذرا ایک طرف ہو جاؤ تو میں بھی اس کی آخری زیارت کر لوں۔ لوگوں نے اس کو موقع دے دیا۔

جب بھٹیارن قریب پہنچی اور کپڑا اُٹھایا تو وہی سوال کیا اور کہا کہ تُو اچھا بزرگ ہے روز وعدہ کرتا رہا کہ تیرا جواب پھر دوں گا۔ اور جواب دیے بغیر اس دنیا سے چل دیا۔ اُس بزرگ نے اللہ تعالےٰ کی قدرت سے اُس وقت فرمایا کہ میں اسی دن کا انتظار کر رہا تھا۔ اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میری ڈاڑھی تیرے بکرے کی ڈاڑھی سے بہتر ہے کہ اس اتّباعِ سُنّت کی برکت سے اللہ پاک نے میری بخشش فرمائی اور خاتمہ بالخیر ہُوا۔

تحقیق خوارقِ عادات و کشف و کراماتؒ

مقدمہ: جاننا چاہیئے کہ عادت کے خلاف باتوں کا کسی شخص سے واقع ہونا خوارقِ عادات کہلاتا ہے، اس کی چند قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک کشف بھی ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) کشفِ کونی: وہ یہ کہ موجودات کے حالات جو عوام کی نظر سے غائب ہیں۔ خواہ زمانۂ ماضی کے ہوں یا مستقبل کے اس پر ظاہر ہو جائیں۔ جیسا کہ بیہقیؒ نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر ساریہ نام کے ایک شخص کو بنایا۔ چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خطبہ پڑھ رہے تھے کہ عین خطبہ ہی میں آپ نے آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ نے یہ آواز اس وقت

دی تھی جبکہ کفار پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اتنی منزلوں کی دوری کے باوجود سب نظر آ گیا اسی لئے ساریہ کو خبردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو وہاں تک پہنچا دیا۔

(۲) کشفِ الہٰی: یعنی اپنے اور دیگر سالکوں کے احوال سے سلوک کے راستہ میں خبردار ہو جائے اور ہر ایک کے متعلق خدائے تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ کا پتہ لگ جائے اور وہ تمام علوم جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں اسی قسم سے ہیں بشرطیکہ عالمِ مثال میں کشف کی آنکھ سے دیکھے۔ خوارق ایک قسم الہام بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں کوئی علم القا کرے اور ہاتف (غیبی فرشتے) کا کلام بھی اسی شمار میں ہے۔ اکثر دفعہ نفس اور شیطان کی طرف سے بھی ایک قسم کا القا ہوتا ہے۔ اس کو وسوسہ کہتے ہیں۔

الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے صوفیہ کے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اور وسوسہ سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ وَاِنْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ

(یعنی اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھ لیا کرو اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھ کو

فتویٰ دیں، یعنی اگرچہ علماء ظاہر حال پر فتویٰ دیں۔ لیکن صوفی کو چاہیئے کہ اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھے۔ بات یہ ہے کہ صوفی کا دل حرام سے طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اگرچہ باعتبار ظاہر کے علماء اس کو جائز اور مباح گردانتے ہوں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

(ترمذی) (یعنی مومن کی فراست اور عقلمندی سے ڈرو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے "جو کہ اس کے دل میں ہے" دیکھتا ہے) اس کے علاوہ ایک قسم تاثیر بھی ہے۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ مرید کے دل میں اثر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب جذب کرے۔

(۲) عالم کون و فنا کی تاثیر ہے۔ کہ حق تعالیٰ کے تمام امور اس کے ارادے اور مرضی کے موافق ظہور میں آئیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جس وقت حضرت مریم علیہا السلام کے پاس گئے اور ان کے پاس غیب سے رزق پایا، یہ بھی اسی قسم سے ہے۔

مسئلہ: اب یہ جاننا چاہیئے کہ جو خرقِ عادت کسی نبی سے زمانہ نبوت میں ظاہر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔ اور اگر بعثت سے پہلے ظاہر ہو تو اسے ارہاص کہتے ہیں۔ اور جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری تابعداری

کرنے والے سے ظاہر ہو اور قانونِ عادت سے خارج ہو وہ کرامت ہے پس اگر وہ چیز عادت کے خلاف نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اور جو خرقِ عادت عام مسلمانوں سے ظاہر ہو اُسے معونت کہتے ہیں اور جس شخص سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے۔ اگر وہ اپنے تئیں کسی نبی کا پیرو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے۔ جیسے جوگیوں، ساحروں وغیرہ سے بعض ایسی باتیں واقع ہوتی ہیں اور اگر وہ شخص نبی کی تابعداری کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اصل میں وہ تابع نہیں ہے خواہ اصول میں اختلاف کرتا ہو جس طرح اہل بدعت یا فرع میں جیسے فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر واقع ہو تو وہ بھی کرامت نہیں ہے۔ بلکہ یہ استدراج ہے جس کا نقصان یہ ہے کہ یہ شخص خرقِ عادت کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں حق تلاش کرنے اور حق کی پیروی کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کتنا بڑا نقصان ہے پس کرامت اُس وقت کہلائے گی جبکہ وہ کسی سُنت کی پیروی کرنے والے اور پرہیزگار مومن آدمی سے ظاہر ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی عجیب بات واقع ہوئی لوگ اس کو غوث اور قطب قرار دے دیتے ہیں خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال اور اخلاق ہوں یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو اور اس سے پرہیز کرو۔"

اقسام کرامت

جاننا چاہیئے کہ کرامت دو قسم کی ہوتی ہے ایک حِسّی یعنی کسی کے دل کے حال سے واقف ہوجانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا وغیرہ۔ عام لوگ اکثر اس کو کرامت جانتے اور کمال سمجھتے ہیں اور اس کو کشف و خوارقِ عادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دائمی اور اختیاری نہیں ہے۔

دوسری معنوی: یعنی شریعت پر قائم رہنا، اچھے اخلاق کی عادت ہونا، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ادا ہونا، حسد و کینہ اور دوسری بُری عادتوں سے دل کا پاک ہونا، کوئی سانس غفلت میں نہ گزارنا وغیرہ اور ان امور پر استقامت حاصل ہونا۔ یہ بڑا کمال اور کاملین و خواص کے نزدیک اصلی کرامت ہے جس میں استدراج کا شبہ نہیں۔ بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں استدراج کا شبہ موجود ہے اور غیر مسلموں اور غیر محتاط و غیر متقی مسلمانوں کو بھی بعض مجاہدات کی پابندی اور نفس کشی سے یہ خوارقِ عادات حاصل ہوجاتی ہیں۔ اس لئے کامل بزرگ حسّی کرامت کے ظاہر ہوتے وقت بہت ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں استدراج نہ ہو یا خدا نخواستہ اس سے نفس میں غرور پیدا نہ ہوجائے یا اس کی وجہ سے عام لوگوں میں شہرت و امتیاز پیدا ہوکر ہلاکت کا سبب نہ ہو۔

٭ خلاصہ کلام یہ کہ اصل کام دل کی نگہبانی ہے جو تجلّی گاہِ ذاتِ اقدس ہے اور بمنزلہ بادشاہ کے ہے۔ اگر دل میں خدا کی محبت و طلب صادق ہے تو بدن، اعضا و جوارح جو اس کی رعایا ہیں، سب کے سب اطاعت و بندگی میں مشغول ہوجائینگے

اور جاننا چاہیئے کہ اس راہ میں محب کے لئے محبوب کی اطاعت ضروری ہے اور بجز اطاعت کے کچھ وصول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

(یعنی: اے نبی ان لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا)

ایک بزرگ فرماتے ہیں:۔

نافرمانی کرتا ہے تو خدا کی اور ظاہر کرتا ہے اُس کی محبت کو قسم ہے میری جان کی یہ عجیب بات ہے اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اُس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب جس سے محبت رکھتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے۔ اہل وفا نے تو ذرا سی بات سے عاشق کو اہل وفا کے زمرہ سے خارج کر دیا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی بالکل ہی نافرمان ہو۔

چنانچہ کسی ہوسناک کا شعر تھا ؎

اُس کے کوچہ سے جب اُٹھ اہلِ وفا جاتے ہیں
تا نظر کام کرے رو بقضا جاتے ہیں

ایک عاشق نے اس کا کیا خوب جواب دیا ہے ؎

اُس کے کوچہ سے کب اُٹھ اہل وفا جاتے ہیں
وہ ہوسناک ہیں جو رو بقضا جاتے ہیں

جو عاشق ہو گا وہ کوچۂ محبوب سے اُٹھ کر ہی کیوں جائے گا محبوب ہی اُٹھ

کر چلا جائے تو یہ دوسری بات ہے تو دیکھئے کہ اس کو بھی خلافِ محبت کہا۔ دعوےٰ تو اللہ و رسولؐ کی محبت کا اور حال یہ کہ جب اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ : (نماز پڑھو) تو آپ کہتے ہیں نہیں صاحب میں تو نہیں پڑھتا۔ جب زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں تو کہتے ہیں میں نہیں دیتا۔ جب روزہ کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں میں نہیں رکھتا۔ اسی طرح جب خلافِ شرع لباس سے شرک سے بدعت سے منع کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ نہیں صاحب میں تو نہیں مانتا، اور کہنے کو اللہ تعالےٰ کے عاشق ہیں۔ زبان پر ہے ہائے اللہ ہائے اللہ یہ اچھے عاشق ہیں اور اچھی محبت ہے کہ معشوق نے پکارا تھا، بولے ہی نہیں، بُلایا تھا گئے ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جیسے مخلوق کی محبت تھی کہ محبوب کو دیکھتے ہی رہ نہ سکا، بدوں ہاتھ پاؤں چومے بدوں لپٹے، بدوں قدموں پر گرے، بدوں تلوے چاٹے تو اللہ تعالےٰ کے سامنے جھک جانے سے گر پڑنے سے تعریف کرنے سے کیسے رہا گیا۔ اگر محبت ہوتی تو تعظیم کے کلمات بھی کیوں نہ زبان سے نکلتے۔ جھک بھی کیوں نہ جاتا، سجدہ میں کیوں نہ گر پڑتا۔ اسی کا تو نام نماز ہے۔ تو نماز تو پڑھتے نہیں اور اللہ تعالےٰ کے عاشق ہیں۔ کوئی شعر سنا تھا یا گانا بجانا سنا تھا اس پر کودنے لگے۔ بس عاشق ہیں۔ اگر یہی ہے تو پھر سانپ بھی اولیاء اللہ ہیں کیونکہ بِین کی آواز سنتے ہیں تو وہ بھی مست ہو جاتے ہیں۔ آدمی کیا بہت سے جانور بھی گانے بجانے پر عاشق ہیں۔ بھلا یہ کوئی محبت ہے۔ محبت تو وہ چیز

ہے کہ خدا کی قسم نہ گانے کی ضرورت نہ بجانے کی ضرورت اور بے چین ہیں۔ کسی کو کچھ خبر نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں تو ہر وقت یہ حالت ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

(مقتولانِ خنجرِ تسلیم تو ہر گھڑی یادِ خدا میں لذت محسوس کرتے ہیں)

اُن کی حالت تو یہ ہے کہ اُن سے ذرہ برابر نافرمانی نہیں ہوتی۔ صاحبو! عشق اور محبت تو یہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ یعنی صرف عمل ہی نہیں بلکہ سخت سے سخت محنت کے کام کرتے ہیں۔ پھر ایسوں کو بھلا بھوک پیاس کہاں، چین آرام کہاں، حظوظ و لذائذ کا اہتمام کہاں؟ مرغن کھانوں کی رغبت کہاں۔ خدا دے تو کھا بھی لیتے ہیں۔ مگر اہتمام نہیں نہ ان چیزوں سے ان کو دلچسپی، مگر ان کا مذہب یہ ہوتا ہے ؎

عاقبت سازد ترا از دیں بری　　ایں تن آرائی و ایں تن پروری

ترجمہ: تیرا بدن سجانا اور تن پروری آخر کار تجھ کو دین سے دور کر دے گا،

وہ تو ان خرافات سے یکسو ہو چکے ہیں اور ہر وقت خدا جانے کس شغل میں ہیں۔

اب تو میں ہوں اور شغلِ یادِ دوست　　سارے جھگڑوں سے فراغت ہو گئی

چونکہ وہ اہلِ محبت ہیں اس لئے سخت سے سخت کام بھی کر لیتے ہیں۔ کام بھی اُن کے لیے آسان ہو جاتا ہے ؎

دردِ دل نے اور سب دردوں کا درماں کر دیا
عشق کی مشکل نے ہر مشکل کو آساں کر دیا

دیکھیئے خود حق تعالیٰ کے ارشاد :۔ یُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے معلوم ہوا کہ محب کے واسطے عمل معاف نہیں بلکہ اس پر اور زیادہ محنت ہے نیز محبت کے آثار میں سے یہ بھی ہے کہ لَا يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ : (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ کوئی کچھ کہے پرواہ نہیں کرتے۔

فرماتے ہیں : ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ٥

ترجمہ : یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥ اور اللہ تعالےٰ بڑی وسعت والے ہیں۔ تو سب کو یہ نعمت عطا فرما دیں مگر وہ علیم بھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون دینے کے قابل ہے۔ کون نہیں۔ جو مانگتا ہے اُس کو دیتے ہیں۔ کسی کے سر نہیں منڈھتے۔ یہ آیت کا ترجمہ معلوم ہو گیا۔ کہ کن لوگوں کی مدح ہے اور مدح کا کیا حاصل ہے۔ مدح کا حاصل یہ ہے کہ خدا سے کامل محبت رکھتے ہیں۔ خدمت اور اطاعت میں پوری مشقت اُٹھاتے ہیں اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ بس اسی شان کے شخص کو قلندر کہتے ہیں اور یہی معنی قلندر کے حضرت

عراقی کے اس شعر میں ہیں ؎

صنمارہ قلندر سزدار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ رسم پارسائی

ترجمہ: میرے مرشد مجھ کو طریق جذب کارستہ دکھلادے کیونکہ محنت وریاضت کا راستہ بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔

قلندر کی تعریف قلندر جامع ہوتا ہے اعمال اور محبت کا: جو اعمال ظاہرہ (باعتبار اتباعِ سنت) میں کامل ہو جائے اور اعمال باطنیہ (قلبیہ) میں مکمل اور اس کے اعمالِ قلبیہ اُس کے اعمال ظاہرہ پر غالب ہوں وہ عشق و محبت اور معرفت کی شراب پیئے اور زبانِ حال سے اس شعر کا مصداق ہو۔ ؎

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم
مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

یابم او یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

صاحبو! جان لو: حضرت عاشق کا مذاق تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دم کے لئے بھی محبوب سے غافل ہونے کو گوارہ نہیں کر سکتا۔ اپنی طرف سے ہر دم وہ ادھر ہی متوجہ رہتا ہے، خواہ محبوب متوجہ ہو یا نہ ہو ؎

ملنے اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے
پر تم کو چاہیئے کہ تگ و دو لگی رہے

اصطلاحِ صوفیہ میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن میں اعمالِ قالبیہ یعنی اعمالِ ظاہرہ تو کم ہوتے ہیں مگر اعمالِ قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اعمالِ قلبیہ یہ ہیں کہ خدائے تعالےٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جائے۔ قلب کی نگہداشت رکھی جائے کہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے۔ بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں مشغول رکھا جائے نیز قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے غل وحقد نہ ہو۔ سب کے ساتھ خیر خواہی ہو۔ نیز حقوقِ وقت ادا کئے جائیں۔ نعمت پر شکر ادا ہوتا رہے۔ حزن وغم میں دل خدائے تعالےٰ سے راضی   ۔ اِس کے سوا اور بہت اعمالِ قلبیہ ہیں۔

طریق القلندر کے دو جزو ہیں۔ ایک عمل جو حقیقت ہے طریقِ پارسائی کی۔ اور دوسرا محبت۔ طریقِ قلندر ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اصطلاح متقدمین کے اعتبار سے رہِ قلندر میں یہ بھی قید ہے کہ جس میں اعمالِ ظاہرہ مستحبہ کی تقلیل ہو۔ بہت نفلیں اور وظائف نہ ہوں۔ بلکہ محبت کی خاص رعایت ہو یعنی تفکر اور مراقبہ زیادہ ہو۔ اور ایک اصطلاح اور ہے یعنی خواہ ان اعمال کی تکثیر بھی ہو مگر غلبہ آزادی کو ہو۔ لیکن خلق سے آزادی۔ نہ کہ خالق سے۔ کیا یعنی کہ قلندر کو دنیا کی وضع اور رسوم کی پرواہ نہیں۔ نہ مصالح پر نظر ہوتی ہے۔ اس کا دل صاف اور سادہ ہوتا ہے۔ اس کی بڑی مصلحت یہی ہوتی ہے کہ ایک کو لے کر سب کو ترک کر دو۔ ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا   اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

عمل اور محبت کے تفاوت کی مثال

"خلاصہ طریق قلندر کا یہ ہے کہ وہ جامع ہوتا ہے اعمال اور محبت کا۔ عمل اور محبت کے تفاوت کی ایسی مثال ہے جیسے ریل گاڑی کا بغیر بھاپ کے ٹھیلنے سے چلنا۔ اور جیسے بھاپ سے چلنا۔ اگر انجن میں بھاپ نہیں ہے تو ریل ڈھکیلنے سے بھی چلے گی تو ضرور مگر کتنی ؟ زیادہ سے زیادہ دو چار چھ یا آٹھ دس قدم اور وہ بھی بمشکل۔ اور اگر انجن میں بھاپ ہے تو بس چھوٹتے ہی اڑ گیا۔ ساری گاڑی کو لئے ہوا کی طرح۔ ولایتی ڈاک کی رفتار نہیں دیکھی! آخر اس میں کیا چیز زیادہ ہے اُس میں اور ایک ٹھیلہ گاڑی میں جس کو مزدور چلاتے ہیں کیا فرق ہے ؟ بس یہ فرق ہے کہ ایک میں بھاپ ہے اور ایک میں بھاپ نہیں ورنہ پہیئے، مشین، گاڑیاں سب چیزیں ویسی ہی ہیں۔ مگر فرق کیا ہے دونوں میں ؟ صرف بھاپ کا فرق ہے اگر ولایتی ڈاک میں بھی بھاپ نہ رہے تو وہ بھی ٹھیلہ ہے۔ اور عمل مثل گاڑی کے ہے اور محبت گویا مثل بھاپ ہے جو بمنزلہ گاڑی کی روح ہے تو اصل چیز ریل میں بھاپ ہی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ پہیئے توڑ کر رکھ دو۔ اگر کہیں پہیئے توڑ کر رکھ دئیے تو بھاپ کا نہ ہونا تو خیر اتنا مضر نہیں لیکن ایسی حالت میں بھاپ کا ہونا ہی بس غضب ہے۔ دیکھو ریل کبھی پٹڑی پر سے اُترتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ ہاتھوں سے ٹھیلتے ہوئے لے جارہے ہیں

زور کی آندھی آتی یا کوئی اور سبب ہو گیا کہ پہیئے لائین سے اُتر گئے۔ اب چونکہ اس وقت بھاپ کے زور سے نہیں چل رہی ہے اس لئے لائن سے بھی اُترے گی تو زمین کے اوپر ہی چلنے لگے گی۔ اگر زمین سخت ہوئی تو۔ ورنہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ کھڑی ہو جائے گی۔ اور اگر کہیں خدا نخواستہ ایسا ہوا کہ بھاپ کے زور میں اُڑی چلی جا رہی تھی کہ پہیہ لائن سے اُتر گیا تو بھاپ کی یہ برکت ہوئی کہ پہیئے زمین کے اندر گھس گئے، پرزے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ڈرائیور اور سواریاں سب ہلاک ہو گئیں۔ ایک قیامت برپا ہو گئی تو بس بھاپ موجود ہونے کی صورت میں اگر لائن پر رہی تب تو یہ مسافت کو نہایت سہولت اور امن و عافیت اور تیزی کے ساتھ قطع کرتی رہے گی اور کہیں لائن کو چھوڑ دیا تو واللہ قیامت برپا ہو جائے گی مشین کا بھی گاڑیوں کا بھی، چلانے والے کا بھی مسافروں کا بھی سب کا تہس نہس ہو جائے گا تو اس مثال میں گویا تین حالتیں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ بھاپ نہیں ہے۔ لیکن لائن پر ہے اس صورت میں رفتار ضرور آہستہ ہو گی۔ لیکن خیر کوئی خطرہ بھی نہیں۔ دوسری حالت یہ ہے کہ بھاپ تو اس میں ہے لیکن لائن پر نہیں ہے۔ یہ بس قیامت کا سامنا ہے اور ایک حالت نورٌ علیٰ نور یہ ہے کہ بھاپ بھی ہو اور لائن پر بھی ہو سبحان اللہ یہ ہے البتہ لطف۔ تو اے صاحبو! جس نے اپنی ریل میں بھاپ تو پیدا کر لی لیکن اس کو لائن پر سے اُتار دیا واللہ وہ نہایت خطرناک حالت میں ہے اور وہ بھاپ کیا ہے؟ وہ بھاپ ہے محبت جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور لائن کیا ہے؟ "صراط مستقیم"

شریعت کی یعنی جس نے محبت تو پیدا کر لی لیکن اعمالِ شریعت کو رخصت کر دیا وہ قطع طریق تو کیا کرتا الٹا اُس نے اپنے آپ کو ہلاکت باطنی میں ڈال دیا اور جس نے محبت تو پیدا نہیں کی لیکن عمل شریعت پر کرتا رہا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بلا بھاپ کی ریل کو ٹھیل رہے ہیں۔ اوّل تو رفتار نہایت سست اور پھر جہاں ٹھیلنا چھوڑ دیا۔ بس رُک گئی۔ اس لئے یہ بھی کچھ نہیں۔ اے صاحب اعمل کو اور محبت کو دونوں کو جمع کرلو۔ یہ البتہ ہوگی وہ ریل جس میں بھاپ بھی پہیئے بھی ہیں اور لائن پر بھی ہے۔ پھر دیکھو کیسی جلدی مسافت قطع ہوتی ہے۔ تو میں نے ریل کی مثال میں جو یہ کہا تھا کہ بھاپ اصل چیز ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط محبت کافی ہے عمل کی حاجت نہیں بلکہ بھاپ کے اصل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ پہیوں کی تیزی کا ذریعہ یہی ہے۔ بغیر اس کے رفتار میں تیزی ممکن ہی نہیں لیکن اگر سرے سے پہیئے ہی ندارد ہوں تو نری بھاپ کیا کرسکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ وہیں کی وہیں سی سی پھک پھک ہوتی رہے اسی لئے جس میں محض جوش وخروش ہے اس میں سوائے اس کے کہ حق حق اور اِلّا اللہ اِلّا اللہ کے نعرے لگا لئے اور بھی کچھ ہے نفع کیا؟ اس میں غل شور تو بہت ہے مگر ہیں وہیں کے وہیں جہاں پہلے تھے تو نفع کیا اس جوش وخروش سے ؟ یہ جوش وخروش تو ایسا ہی ہے جیسا اُس ریل کا جس کے انجن میں آگ بھی دہک رہی ہے بھاپ بھی بھری ہوئی ہے مگر کسر ہے تو کیا کہ پہیئے ٹوٹ گئے ہیں تو وہ بیچاری سوائے اس کے کہ کھڑی دھواں

دیے جائے ٹین ٹاں ٹین ٹاں کئے جائے اور کیا کر سکتی ہے۔ جہاں صبح تھی حضرت

وہیں شام۔ اور جو گاڑی بغیر بھاپ کے چلی جا رہی ہے اس میں غل شور تو بہت نہیں

مگر راستہ تو طے ہو رہا ہے۔ کاش جس گاڑی میں بھاپ تھی پہیے بھی درست ہوتے

اور لائن پر بھی ہوتی تب لطف تھا کہ ایک ساتھ منزل پر جا کر دم لیتی اور اب تو نری

بھاپ بالکل بیکار ہے تو محبت کو جو میں نے اصل کہا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ

اعمال کی تکمیل کا بلکہ خود اعمال کا بھی ذریعہ ہے کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بغیر محبت

کے اعمال کا صدور بھی ممکن نہیں حتّٰی کہ محبت ضعیف یعنی محبت کا ادنیٰ درجہ وہ ہے

جس کو ارادہ کہتے ہیں اور یہ مسلّم مسئلہ فلسفہ کا ہے کہ بلا ارادہ کے کوئی عمل وجود میں آ

ہی نہیں سکتا۔ ہر عمل کے لئے صدور سے ماقبل ارادہ کا متعلق ہونا شرط ہے تو محبت

کا ادنیٰ درجہ ارادہ ہوا۔ مثلاً ہم نے جب چاہا اور ارادہ کیا تو محبت ضعیف متحقق

ہو گئی کیونکہ چاہنے ہی کو تو محبت کہتے ہیں۔ گو تڑپ نہ ہو۔ یہ ادنیٰ درجہ کی محبت ہوئی

جس کے بدوں ادنیٰ درجہ کا عمل بھی صادر نہیں ہو سکتا اور اعلیٰ درجہ کی محبت یہ ہے

کہ ؎

تو در او گم شو وصال ایں است و بس

گم شدن گم کن کمال ایں است و بس

(تو اس میں فنا ہو جا یہی وصال کافی ہے۔ اپنا گم ہو جانا بھول جا

انتہائی کمال یہ ہے)

ہائے کیا اچھا مضمون ہے ؎

تو درو گم شد وصال این ست وبس

گم شدن گم کن کمال این ست وبس

گویا فنا کا درجہ جس کو کہتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ ہے محبت کا یعنی تمام تعلقاتِ غیراللہ
اس قدر مغلوب ہو جائیں کہ کوئی نہ معبود ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے ——
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کا۔ اور نہ مقصود ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے فَلْیَعْمَلْ
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (تو نیک کام کرتا رہے
اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے) کا۔ اور نہ سالک کی نظر میں
موجود ہونے میں شریک رہے جو حاصل ہے كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (سب
چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز ذات پروردگار کے) کا جب اسم فاعل کو معنی
حال پر محمول کیا جائے کما هو احد الوجوه فی التفسیر۔ پس اوّل ادنیٰ درجہ
کی محبت پیدا ہوئی۔ اس سے عمل ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے پھر اس عمل کی برکت سے
محبت کا اس سے قوی درجہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس سے پہلے درجہ سے قوی عمل
پیدا ہوتا ہے اس طرح سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے تو ترتیب یوں ہوئی کہ اوّل محبت
ضعیف سی ہوتی ہے جس کو ارادہ کہتے ہیں اس سے ایک عمل پیدا ہوا اور
اس کے ساتھ اور بھی مؤیدات کو مدد کے لئے جمع کر لیا تو اس محبت میں اب ترقی
ہوئی۔ اس عمل کی برکت سے پھر اسی محبت زائد سے جو عمل پیدا ہوا اس سے

اور محبت زیادہ پیدا ہوئی۔ پھر اس محبت سے اور عمل پیدا ہوا۔ پھر اس عمل کی اور برکت ہوئی پھر اس سے اور عمل پیدا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ دونوں میں یہ ترتیب رہتی ہے کہ اوّل محبت ضعیف پھر عمل ضعیف۔ پھر محبت زائدہ پھر عمل زائدہ۔ پھر اور محبت زائد پھر عمل زائد۔ غرض ساری عمر یہ دونوں سلسلے چلتے رہتے ہیں۔ کہ ہر عمل سے محبت اور ہر مزید محبت سے مزید عمل۔ غرض نہ اس سے استغنا نہ اُس سے۔ ان میں سے اگر ایک چیز بھی کم ہو گئی۔ تو بس سارا سلسلہ منقطع۔ تو حضرت یہ ساری عمر کا دھندا ہے کہ محبت پھر عمل، پھر محبت پھر عمل وعلیٰ ہذا۔ نہ اس سے کبھی فارغ نہ ان سے کبھی مستغنی یہ ہے گویا حاصل اس طریق جامع بین المحبت والعمل کا جس کو حضرت عراقی رحمہ اللہ نے اپنے شعر ؎

صنمارہ قلندر سزدار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ رسم پارسائی

(اے مرشد مجھ کو قلندری کا رستہ بتلا دیجئے کیونکہ پارسائی کا رستہ تو بہت دور دراز ہے) میں طریق قلندر سے تعبیر کیا ہے (طریق القلندر)

شریعت اور طریقت

بعض نادان شریعت و طریقت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں۔

یہ جاہل اور اہل باطل ہیں۔ شریعت کے احکام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک

ظاہری یعنی نماز کے احکام، زکوٰۃ ونصاب کے مصرف وغیرہ توان احکام کا نام فقہ ہے اور شریعت کے احکام کی باطنی حیثیت یہ ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع اور زکوٰۃ دے کر جی اندر سے خوش ہو۔ اور شکر کے موقعہ پر شکر، صبر کے موقعہ پر صبر کرے یہ احکام تصوّف وطریقت کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ سب شریعت ہی سے ثابت ہیں۔ دو چیزیں اور ہیں حقیقت اور معرفت ۔۔ جب آدمی شریعت کے مذکورہ احکام یعنی فقہ اور طریقت پر عمل شروع کرتا ہے۔ تو اس پر احکام شرعیہ کی حکمتیں اور اسرار کھلنے لگتے ہیں۔ اس حالت کا نام حقیقت ہے اور ان حکمتوں کے اسرار معلوم ہونے سے اللہ کی عظمت اور اپنی پستی سمجھنے لگتا ہے تو اس کا نام معرفت ہے۔

پس شریعت نسخہ ہے، طریقت دوا، حقیقت پرہیز ہے، معرفت شفا ہے شریعت علم ہے، طریقت عمل ہے، حقیقت خلوص ہے، معرفت دیدار حق ہے شریعت مشعلِ راہ ہے، طریقت راستہ چلنا ہے، حقیقت مقام مقصود تک پہنچنا ہے۔ معرفت صاحب مکان سے ملنا ہے۔

شریعت مثل جسم کے ہے، طریقت مثل جان کے ہے۔

شریعت عمل ہے اور طریقت اس میں خلوص۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں شریعت کے تین جزو ہیں علم [1] عمل [2] اخلاص [3] جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوا شریعت متحقق نہیں ہوتی

علم ہو اور ہو عمل اور ہو خلوص

تب ہو تصدیق شریعت بالخصوص

علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا طریقِ صوفیہ پر منحصر ہے۔ جو علم و عمل کی روح ہے۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

نسبت کی حقیقت تعلق طرفین کا نام ہے۔ یک طرفہ تعلق کو نسبت نہیں کہا کرتے۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اُن کو خدا تعالےٰ کے ساتھ محض یاد کا تعلق ہے۔ اور یہ تعلق یک طرفہ تعلق ہے۔ تعلق دوطرفہ عمل و اطاعت سے ہوتا ہے۔ جب انسان عمل و اطاعت کا اہتمام کرتا ہے اس وقت حق تعالیٰ کو بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے (اور اس) کا القا یکدم سے نہیں ہوتا۔ بلکہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اس کی ظاہری علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام افعال، اقوال و حرکات میں زیادہ تشبہ ہو۔ پھر ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش کی جائے۔ اور یہ اتباع عادت ہو جائے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں۔

مقصودِ طریقت صرف عبدیت ہے

شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام ربانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔

چنانچہ واردات وانکشافات برائے بچگانِ طریقت ایک قسم تسلی ہے جو نورِ یقین کا معاون ہے مقصودِ طریقت نہیں ہے مقصود صرف عبدیت ہے برائے رضائے ذاتِ اقدس۔ اَللّٰھُمَّ ارزقناہ ہاں دولت علمی ہے جو لدُن کے ساتھ متعلق ہے یعنی بلاواسطہ و بلاکسب تعلیم و تعلّم ہے فضل وعطا سے شکر مزید کا التزام ہے۔ مقصود ان ذرائع سے آگے ہے۔ جو چیز خیال و نظر میں آتا ہے۔ وہ مقصود نہیں مقصود ماوراء الوراء ہے جو ادراکِ امکانی سے باہر ہے۔ لیکن ادراک ایقانی سے باہر نہیں ہے۔ ایقان محیطِ ذات ہے۔ اگرچہ یہ لفظ کہنا مشکل ہے۔ لیکن یہ قوتِ ایقانی صفتِ خدا کا برق ہے جو ارادہ انسانی اس کرنٹ ہدایت سے تعلق مع اللہ کا آلہ ہے۔ اور کارکن ہے کا وصراط مستقیم۔ الخ

چنانچہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ الخ

چنانچہ شریعت غرا سراسر محبت وعشق ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

ہدایت حاصل کرنا محبت الٰہی ہے۔ عبادت کرنا و اطاعت کرنا۔

محبت انسانی عرفانی ہے۔ پس تعلق مع اللہ محبت در محبت و اطاعت رسولؐ و اتباعِ سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تکمیل محبت ہے۔ وھو لاستحفاً الدائم حالاً کان سکراً کان الیقاناً کان اوجذ بًا۔ کیونکہ عشق بمعنی ایک کیفیت وجدانی بیداری ہے۔ خواہ طبعی ہو۔ خواہ روحانی ہو، خواہ غضبی ہو۔ خواہ رحمانی ہو۔ بہر حال کیفیت وجدانی آثاری جلبابی ہے پس اتباعِ رسولؐ محبتِ رسولؐ ہے۔"

راستہ صرف ایک ہی ہے

پس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت و اطاعت کے ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دو۔ بجز اس کے کوئی راستہ نہیں۔ کیوں اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہو؟ کہیں راہ نہ ملے گی۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا: ترجمہ۔ جو شخص اپنے رب سے ملنے یعنی اُس کے دیدار کی اُمید رکھتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے۔

حقیقتِ تصوّف

تصوّف تعمیر ظاہر و باطن کا نام ہے۔ یعنی اپنے ظاہر کو اُن عملوں سے آراستہ کرے جو جسم کے ظاہری اعضاء سے کیئے جاتے ہیں۔ اور اُن کا کرنا ضروری ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور باطن کو بُرے عقیدے

اور بُری عادتوں مثل غضب و غصہ، شہوت، حرص، حسد و بخل، فخر و تکبر، وغیرہ سے پاک کرے۔ اس کو تخلیہ کہتے ہیں۔ اور سچے عقیدے اور نیک عادتوں مثل توبہ، خوف، زہد، صبر و شکر، اخلاص و صدق، توکل، محبت رضا بر قضا، فکر موت وغیرہ سے آراستہ کرے۔ اس کو تجلیہ کہتے ہیں۔ اس مجموعہ یعنی تخلیہ و تجلیہ کے حاصل کرنے کا نام ولایت عامہ ہے اور یہ درجۂ ولایت ہر متقی مسلمان کو حاصل ہے۔ اس درجہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اوصافِ حمیدہ کے حاصل کرنے اور اوصافِ مذمومہ کو زائل کرنے کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امر فرمایا ہے۔ ان اوصاف کو جب یہ درست ہو جائیں اصطلاحِ صوفیہ میں مقامات کہتے ہیں۔ ان ہی اوصاف کے درست کر لینے کو "تفصیلی ریاضت" کہتے ہیں۔

ایک طریق ریاضت و مجاہدے کا اجمالی ہے۔ اس کے اصول آئمہ فن کے نزدیک چار امر ہیں۔

"قلۃ الکلام"، "قلۃ الطعام"، "قلۃ المنام"، "قلۃ الاختلاطِ مع الانام"، (یعنی کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم ملنا)

غرض ریاضت و مجاہدہ خواہ تفصیلاً ہو یا اجمالاً۔ اس سے قلب سالک میں استعداد قریب وصول الی اللہ کی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد محض فضلِ خداوندی سے اس کے قلب کو بالفعل ایک تعلق جذبی مطلوب حقیقی کے ساتھ پیدا ہو

جاتا ہے اس کو "نسبتِ سکینہ" اور "نور" سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام "وصول" ہے۔ پچھلے زمانہ میں بوجہ برکت قربِ عہد سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اسی مقام پر بوجہ نسبتِ قوی پیدا ہو جانے کے وصول کامل ہو جاتا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں اکثر اس مقام پر نسبت ضعیف پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا حاصل کرنا فرض ہے۔

ولایت خاصہ: اور نسبتِ قویہ اور وصولِ کامل کے لئے "اذکار" "اشغال" و "مراقبات" کی حاجت پڑتی ہے جس کا حاصل کرنا مندوب ہے اہل بیتِ خلافت و مشیخت کا ادنیٰ درجہ اس قوت نسبت کے حاصل ہو جانے پر میسّر آجاتا ہے۔ پھر بعد حصول نسبتِ قویہ کے چونکہ مبداءِ فیاض سے قلب کو تعلق ہو گیا ہے بوجہ صفائی قلب اس پر کچھ علوم و اسرار، کبھی حالات و آثار نازل ہوتے ہیں۔ ان علوم کو حقائق و معارف اور ان آثار کو احوال کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات محض جذبۂ غیبی سے یا کسی بزرگ کی توجہ و ہمت سے اوّل نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے۔ اور یہ اقرب طریق ہے اور اکثر اس زمانے میں معمولِ مشائخ یہی ہے۔ اور یہ طریق "طریقِ عشق" سے ملقب ہے۔ ؎

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیبِ کلی پاک شد

پہلے شخص کو سالک مجذوب، مرید اور محب کہتے ہیں دوسرے کو

مجذوب سالک، مراد اور محبوب کہتے ہیں۔ اور تقدیم سلوک کو ہدایت اور تقدیم جذب کو اجتبار کہتے ہیں۔ پس ترتیب سلوک اہل طریق کے نزدیک یوں ہوئی کہ اوّل قلب میں ارادہ پیدا ہوا۔ اس وقت اپنے کو کسی شیخِ کامل کے سپرد کرنا چاہیئے۔ جس کا عنوان اس زمانہ میں بیعت ہے پھر شیخ کامل اجمالی یا تفصیلی ریاضت کراوے جس سے کچھ نسبت پیدا ہو جاوے۔ یا پہلے القاءِ نسبت کرے پھر ریاضت کراوے۔ جب قلب تعلقات سے خالی ہو جاوے۔ پھر اگر چاہے اس کو خلافت دے۔ اگر چاہے تو منتظر نزولِ احوال و معارف کا رہے۔ اگر قسمت میں ہے تو یہ علوم و آثار قلب پر نزول کریں گے۔ جن کے غلبہ کا نام عروج ہے اور منتہیٰ اس کا تجلّی بے کیف ہے۔ پھر بعض تو اس میں مستغرق رہ جاتے ہیں اور بعض کو افاقہ ہوتا ہے اس افاقے کو نزول کہتے ہیں۔ خلافتِ کاملہ اور مشیختِ علیا اس مقام پر حاصل ہوتی ہے۔

پس دوسرا درجہ ولایتِ خاصہ کا یہ ہے کہ ان مذکورہ باتوں کے ساتھ ظاہر کو نفل عبادتوں سے اور باطن کو یعنی دل کو اللہ کی یاد میں ہمیشہ مشغول رکھے، کسی دم غافل نہ ہو۔ اس کو نسبت کہتے ہیں۔ اس درجہ کا نام ولایت خاصہ ہے اور یہ درجہ ولایت صرف بزرگوں کو حاصل ہے۔ اس درجہ کو حاصل کرنا مستحب ہے اس درجہ کے حاصل کرنے کے لئے بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھنا اور سیکھے ہوئے علم پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کرنا ضروری ہے۔

اصُولِ تصوّف

یعنی

تعمیرِ ظاہر و باطن کے اصول

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کہ تصوّف تعمیرِ ظاہر و باطن کا نام ہے یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ تعمیرِ ظاہر کے دس اصول ہیں۔ اور تعمیرِ باطن کے بھی دس اصول ہیں۔

تعمیرِ ظاہر کے دس اصول یہ ہیں :۔

(۱) نماز (۲) زکوٰۃ خیرات (۳) روزہ (۴) حج (۵) ذکرِ الہٰی (۶) تلاوت قرآن (۷) طلب حلال (۸) مسلمانوں کے حقوق۔ (۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر (۱۰) اتباعِ سُنّت

تعمیرِ باطن متعلق بہ اخلاقِ مذمومہ

(۱) شہوت (کثرتِ اکل و حرصِ طعام)

(۲) کثرتِ کلام و فضول گوئی کی ہوس۔

(۳) غصّہ (۴) حسد (۵) بخل ومحبتِ مال (۶) رعونت اور شہرت وجاہ کی محبت (۷) دنیا کی محبّت (۸) نخوت وتکبّر (۹) خود پسندی (۱۰) ریائ۔

تعمیرِ باطن کے دوسرے جزو اخلاقِ محمودہ کی تفصیل

(۱) توبہ (۲) خوف (۳) زہد (۴) صبر (۵) شکر (۶) اخلاص وصدق (۷) توکل (۸) محبت (۹) رضا بہ قضا (۱۰) فکر موت۔

اب ان اصولوں کو قرآن وحدیث واکابرین کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ تجھے خدا تک پہنچنے کی راہ معلوم ہو اور تو اِن اصولوں کا پابند ہو کر اپنے مقصود کو حاصل کر سکے۔

اصل اوّل: نماز کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا حج کرنا رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

فائدہ: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے۔ پس کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی، اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے، اسلام کے یہ پانچ ارکان نہایت اہم ہیں حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مَوْضُوْعٌ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے مقرر فرمایا وہ نماز ہے اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے۔

(فضائل نماز)

نماز کے اہم ترین عبادت ہونے کی وجہ

پہلی وجہ : اسلام کے تمام فرائض حج، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ زمین پر فرض ہوئے اور نماز آسمان ہی پر فرض نہیں ہوئی بلکہ عرش الہٰی کے پاس خاص رب العالمین کی حضوری میں آمنے سامنے فرض ہوئی۔ اس لئے نماز کا جس قدر اہتمام کیا گیا اس قدر کسی اور عبادت کا نہیں کیا گیا۔ اور قرآن و حدیث میں جس قدر نماز کی تاکید فرمائی گئی کسی عبادت کے متعلق اتنی تاکید نہیں فرمائی گئی۔

دوسری وجہ : جب بندہ نماز کی نیت باندھتا ہے تو رب العالمین سامنے تشریف لاتے ہیں۔ اور کوئی محروم القسمت نمازی نماز کے اندر اپنی نگاہ دوسری طرف لے جاتا ہے۔ تو مولا کریم فرماتا ہے کہ اے میرے بندے ہم تیرے سامنے ہیں۔ تو ہماری طرف نہیں دیکھتا۔ کیا ہم سے بھی کوئی اچھی چیز تجھ کو نظر آگئی۔ جو ہم کو چھوڑ کر تو اس طرف متوجہ ہو گیا۔

تیسری وجہ : (الف) جب بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ادھر تکبیر ختم کی ادھر نمازی کے تمام گناہ معاف ہو کر ایسا پاک صاف ہو گیا جیسے کہ وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

(ب) جب نمازی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کے بعد اَعُوْذُ پڑھتا ہے تو نمازی کے ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک نیکی ملتی ہے۔

(ج) جب اَلْحَمْدُ پڑھتا ہے تو ایک حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

(د) جب رکوع کرتا ہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھتا ہے تو اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے کہ اس نے تمام آسمانی کتابیں پڑھی ہوں اور اس پر ثواب ملے۔

(ھ) جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔

(و) جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو تمام جنات و انسانوں کی تعداد کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(ز) جب سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتا ہے تو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(ح) جب سلام پھیرتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں چلا جائے۔

(مجالس سنیہ شرح اربعین نوویہ)

چوتھی وجہ : حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ نمازی کے لئے تین خصوصی عزتیں ہیں۔

پہلی : جب یہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الٰہی کی گھٹا چھا جاتی ہے اور نیکیاں بارش کی طرح برستی ہیں۔

دوسری :۔ یہ کہ (فرشتے)، نمازی کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور اس کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

تیسری :۔ یہ کہ ایک فرشتہ پکارتا ہے۔ اے نمازی اگر تو دیکھ لے تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کرتا ہے تو خدا کی قسم تو قیامت تک سلام نہ پھیرے اور نماز ہی میں مشغول رہتے رہتے مر جائے اور کبھی بس نہ کرے۔

پانچویں وجہ : قیامت میں جب نمازیوں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا تو سب سے اوّل ایک جماعت جنت میں جائے گی جن کے چہروں کی چمک سورج کی طرح ہوگی۔ فرشتے اُن سے دریافت کریں گے تم کون لوگ ہو اور دنیا میں کیا عمل کرتے تھے ؟ یہ جماعت جواب دے گی ہم مسلمان ہیں اور نماز کی حفاظت کرنا ہمارا عمل تھا فرشتے دریافت کریں گے۔ کس طرح حفاظت کرتے تھے ؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم لوگ ہمیشہ پانچوں وقت نماز سے پہلے ہی آکر مسجد میں بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے بعد دوسری جماعت پُل صراط سے

چلے گی۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے فرشتے ان سے بھی پوچھیں گے تم کون لوگ ہو اور دنیا میں کیا عمل کرتے تھے؟ جواب دیں گے کہ ہم نماز کی حفاظت کرنے والے مسلمان ہیں۔ فرشتے پھر دریافت کریں گے کہ تم نماز کی کس طرح حفاظت کرتے تھے؟ مسلمان جواب دیں گے۔ ہم آذان سے پہلے باوضو ہو کر بیٹھ جاتے اور آذان سنتے ہی مسجد میں پہنچ جاتے اور پھر نماز پڑھتے تھے۔ اس کے بعد تیسری جماعت گزرے گی۔ جن کے چہرے تاروں کی مانند چمکدار اور روشن ہوں گے۔ ان سے بھی فرشتے یہی سوال کریں گے کہ تم کون ہو؟ اور تمہارا عمل کیا تھا؟ یہ جواب دیں گے۔ کہ ہم آذان سن کر وضو کرتے اور پھر فوراً ہی مسجد میں پہنچ جاتے اور ہمیشہ تکبیر اولیٰ کا خیال رکھتے تھے۔

چھٹی وجہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ

۱۔ نماز حق تعالےٰ کی رضامندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

۲۔ نماز فرشتوں کی محبت کا وسیلہ ہے۔

۳۔ نماز طریقہ ہے انبیاء سابقین کا۔

۴۔ نماز معرفتِ الٰہی کی مشعل ہے۔

۵۔ نماز اسلام کی جڑ و بنیاد ہے۔

۶۔ نماز دُعا قبول ہونے کا سبب ہے۔

۷۔ نماز کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی ۔

۸ ۔ نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے ۔

۹۔ نماز نفس اور شیطان کے مقابلہ کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

۱۰۔ نماز موت کے وقت فرشتہ سے نمازی کے لئے سفارش کرے گی کہ اس کی جان آسانی سے نکالنا۔

۱۱ ۔ نماز مومن کے دل کا نور ہے۔

۱۲۔ نماز قبر کے اندر روشنی کا ذریعہ ہے ۔

۱۳ ۔ نماز قبر میں مردہ کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دے گی۔

۱۴۔ نماز قبر میں قیامت تک مردہ کی غم خوار اور ساتھی رہے گی۔

۱۵۔ نماز قیامت کے روز نمازی پر سایہ کرے گی ۔

۱۶۔ نماز نمازی کے سر کا تاج اور بدن کا لباس ہو گی۔

۱۷ ۔ نماز قیامت کے اندھیرے میں مشعل بن کر نمازی کے آگے چلے گی۔

۱۸۔ نماز حساب وکتاب کے وقت جہنم کے درمیان آڑ ہو جائے گی۔

۱۹۔ نماز اللہ کے سامنے بخشوانے کے لئے حجت کرے گی ۔

۲۰ ۔ نماز کا وزن سب گناہوں پر بڑھ جائے گا ۔

۲۱ ۔ نماز پل صراط کے لئے پروانہ راہداری (پاسپورٹ) ہے ۔

۲۲ ۔ نماز جنت کی کنجی ہے ، جو جنت کے بند دروازہ کو کھول کر نمازی

کو اس میں داخل کرادے گی۔

آگاہی :- جاننا چاہیئے کہ نماز کو افضل عبادت اس لئے کہتے ہیں کہ عبادت مولاکریم اور اس کے بندہ کے درمیان خاص تعلق پیدا کرنے والی ہے جو اور کسی عبادت سے حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ——

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ :- نماز مومن کی معراج ہے۔

اور جو شخص مولا سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ اختیار نہ کرے وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْاِسْلَامِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ =

مسلمان اور کافر کے درمیان فرق اور سرحد نماز ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

لِکُلِّ شَیْءٍ عَلَمٌ وَعَلَمُ الْاِیْمَانِ الصَّلٰوۃُ ۔

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے اور ایمان کی خاص علامت یعنی پہچان نماز ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ گھر میں تشریف لاتے اور گھر والوں سے بے تکلفی کی باتیں فرماتے رہتے۔ لیکن جب اذان کی آواز آتی اور نماز کا وقت ہوتا تو ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ہم سے ایسے بے تعلق ہو جاتے جیسے کہ پہلے سے ہماری

اور آپ کی کوئی شناسائی ہی نہیں گویا کہ ہم اور آپ بالکل ہی اجنبی ہیں اور آپ اور ہم میں کوئی پہچان ہی نہیں کیونکہ نماز اللہ اور اس کے بندہ کے درمیان تعلق کا ذریعہ ہے اور مولیٰ کے تعلق کے حصول میں اگر دنیا و مافیہا بھی فوت ہو جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں پھر بیوی اور بچے تو کس شمار میں ہیں ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(دونوں جہان تو نے اپنی قیمت بتائی لیکن میں کہتا ہوں کہ قیمت بڑھایئے کیونکہ اگر دونوں جہان دے کر بھی آپ مل جائیں تو بھی سودا بہت سستا ہے)

حضرت حسنؒ سے کسی نے کہا تہجد پڑھنے والوں کے چہرے کس قدر نورانی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کیا تعجب کی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خلوت خاص حاصل کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے میں سے کچھ ان لوگوں کو عنایت فرما دیتے ہیں۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں اس قدر کھڑے ہوتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک زیادہ دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے سوج جاتے تھے۔ حالانکہ آپ معصوم اور بالکل بے گناہ تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے مصلّے پر آنکھوں سے اس طرح آنسو ٹپکتے تھے جیسے کہ ہلکی

ہلکی بارش میں بوندیں پڑا کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز میں حالت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب بیت اللہ میں نماز پڑھا کرتے تھے تو حرم شریف کے کبوتر یہ خیال کر کے کہ یہ سوکھا ہوا درخت کھڑا ہے آپ کے اوپر بیٹھ جاتے کیونکہ ہیبت و عظمت خداوندی کے باعث سوکھے درخت کی طرح آپ بالکل بے حس و حرکت کھڑے رہتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اہتمام نماز

حضرت ابن عباسؓ کی جب آنکھیں جاتی رہیں اور آپ نابینا ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا حضور اپنی آنکھیں بنوا لیجئے۔ لیکن آپ کو کچھ روز نماز چھوڑنی پڑے گی۔ کیونکہ اِن ایّام میں حرکت مضر پڑے گی۔ چند روز تک چت لیٹنا پڑے گا۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا! یہ کام مجھ سے کبھی نہ ہو گا۔ کیونکہ میرے آقا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی اُس سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہایت غصہ و غضب کے ساتھ ملاقات کرے گا۔ لوگو! مجھے اندھا رہنا منظور ہے۔ لیکن خدا کے غضب و غصہ کو کیسے برداشت کروں گا؟

یہی حضرت ابن عباس رضؓ بحالت نابینا اپنے ساتھ ایک لڑکا رکھتے تھے۔

جب نماز کا وقت آجاتا تو اس کو ساتھ لے کر مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔

ایک دن وہ لڑکا اتفاق سے نہ آیا اور نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے اس کو آواز

بھی دی۔ لیکن وہ ہوتا تو جواب آتا۔ آپ نے نماز کے شوق میں بے چین ہو

کر جناب الٰہی میں دعا کی، اے اللہ! یہ نابینا ہونا مجھے قیامت میں رسوا اور

شرمسار نہ کرے۔ اے اللہ مجھے قیامت کی رسوائی اور شرمساری سے بچالے

اس دعا کی برکت سے اُسی وقت آپ کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ آپ خدا کا

شکر کرتے ہوئے خود مسجد میں چلے گئے اور جب نماز پڑھ کر تشریف لائے

تو پھر نابینا ہو گئے۔ اور پھر تو روز ایسا ہی ہوتا۔ جب نماز کا وقت آتا آپ

کی آنکھیں روشن ہو جاتیں۔ اور جب نماز سے فارغ ہو کر اپنے درِ دولت پر

تشریف لاتے تو پھر نابینا ہو جاتے اور آخری وقت تک آپ کا یہی حال

رہا۔

تکبیرِ اولیٰ اور جماعت کے رہ جانے پر سوگ و غم

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری جماعت کی نماز جاتی رہی۔ اس کے

افسوس کرنے کے لئے میرے پاس صرف ابو اسحاقؒ بخاری ہی تشریف

لائے حالانکہ اگر میرا بچہ مر جاتا تو میرے پاس افسوس کے لیے ایک ہزار آدمی

سے زیادہ آتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک دنیا کی مصیبت
کے مقابلے میں دین کی مصیبت کوئی وقعت اور اہمیت نہیں رکھتی ۔ اور
سلف (ہم سے پہلے لوگوں)، کا یہ دستور تھا کہ جب ان سے تکبیر اولیٰ جاتی
رہتی تو اس کے افسوس اور سوگ کے لئے تین دن تک رشتہ دار اور کنبہ
والے آیا کرتے تھے ۔ اور جب کبھی جماعت رہ جاتی تو سات دن تک
سوگ اور غم منایا کرتے تھے ۔

(فائدہ) اگر کسی کا کوئی دنیاوی نقصان ہو جائے یا کسی جرم میں سزا ہو
جائے تو رشتہ دار، دوست، احباب اظہارِ افسوس کے لئے جمع ہو جاتے
اور بچاؤ کی فکر و تدابیر کرتے ہیں لیکن افسوس کہ نماز چھوڑ کر کوئی جہنم کا ایندھن
بن رہا ہو تو کسی کو پرواہی نہیں ہوتی ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک نماز
جان بوجھ کر ترک کر دینے کی سزا دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم ہے"۔ اب
دیکھو کہ کتنے بڑے چھوٹے، اولاد، رشتہ دار، بہن بھائی نماز ترک کر کے جہنم
کا ایندھن بن رہے ہیں لیکن انہیں جہنم کے عذاب سے بچانے کی کوئی فکر نہیں
کی جاتی ۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے "اے ایمان والو خود کو اور اپنے اہل و
عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ"۔ یعنی خود بھی دین سیکھو اور عمل کرو اور اپنے
اہل و عیال کو بھی دین سکھاؤ اور عمل کراؤ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک
ارشاد ہے کہ جب اولاد سات برس کی ہو جائے تو اُسے نماز پڑھاؤ، اگر وہ

سُستی کرے تو اُسے سزا دو اور پڑھاؤ۔"

لیکن اس کے برعکس مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ڈاکٹر، انجینئر، تاجر بنانے کی ساری کوششیں اور فکریں کرتے ہیں لیکن اولاد کو نمازی اور دیندار بنانے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ دینداری پر اعتراض کرتے اور سنّتِ نبوی کی مخالفت کرتے ہیں۔ بزرگوں نے صاف فرما دیا ہے کہ نبی اکرمؐ کی سنّت کو کمتر سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔"

غور کرنا چاہیئے: اگر یہ لوگ سنّت نبویؐ کو کمتر نہیں سمجھتے اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ کامیابیوں کا مدار اتّباعِ سنّت پر ہے تو پھر سُنّتوں کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ اگر دنیا اور اہل دُنیا کی وجہ سے مجبور ہیں تو دین و آخرت کی فکر کی وجہ سے کیوں مجبور نہیں؟ افسوس مخلوق کو راضی کرنے کے لئے تو سب کچھ کر گزرتے ہیں لیکن خالق کو راضی کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کا نشہ چڑھا ہوا ہے عنقریب موت آئے گی۔ اور نشہ اُتر جائے گا۔ اُس وقت پچھتانا عبث و بیکار ہو گا۔ جبکہ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، نہ امارت نہ وزارت، سب کچھ چھوڑ کر جانا ہو گا اور قبر کی ہولناکی اور عذابوں کا منظر سامنے ہو گا۔ جبکہ عذابوں سے بچانے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔ پُرانی اور خستہ قبروں کو دیکھو، کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ کیسے کیسے نرم و نازک جسموں کو کیڑے کھا گئے ہیں۔ کیا

فرعون، ہامان، نمرود، شداد، ابوجہل وغیرہم کی سرداری، تخت و تاج و مال اُن کے کسی کام آیا؟ آج اُن کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اور منوں مٹی کے نیچے پچھتا رہے ہیں۔ افسوس ہے ایسے شخص پر جو اب بھی عبرت حاصل نہ کرے۔ بے ثبات دنیا سے دل لگائے اور نماز کو اپنا ساتھی نہ بنائے۔

بے نمازی کی سزا

جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ نماز تمام اعمال میں افضل ہے تو عقلمند انسان اس کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ اس کا چھوڑنا کس قدر نقصان دہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو کس درجہ ناپسند ہوگا۔ چنانچہ اس باب کی چند احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی نماز ہے۔

۲۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کفر کے قریب پہنچا۔

۳۔ ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رات میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے میں نے راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ اور دوسرا شخص ہاتھ میں پتھر لئے اس کے پاس کھڑا ہوا ہے۔ اور اس پتھر کو اس لیٹنے

والے انسان کے سر پر نہایت قوت کے ساتھ مارتا ہے۔ اور اس پتھر
کی چوٹ سے اس شخص کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اور وہ
پتھر اُچٹ کر بہت دور جا پڑتا ہے۔ یہ شخص اس پتھر کو لینے جاتا ہے
اتنی دیر میں اس کا سر ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ شخص دوبارہ اسی طرح
پھر مارتا ہے اور اس کی چوٹ سے اس کا سر دوبارہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے
ہو جاتا ہے۔ وہ تیسری بار اپنے پتھر کو لاتا ہے اور پھر مارتا ہے۔ اسی طرح
بار بار کرتا تھا۔ اور اس کا سر اسی طرح ٹوٹ کر ہر دفعہ جُڑ جاتا تھا۔ میں
نے فرشتوں سے دریافت کیا یہ کون آدمی ہے اور اس کا جُرم کیا ہے؟
ان فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ وہ شخص ہے جو نمازیں چھوڑ کر سو جاتا
تھا اور نماز نہیں پڑھتا تھا۔ (بخاری)

نکتہ: ۔ نماز چھوڑ کر سونے والے کو یہ عذاب اس لئے کیا گیا کہ
نیند کے سبب سے نماز رہ گئی تھی اور نیند دماغ کا فعل تھا۔ اس لئے جو اصل
مرتکب گناہ کا تھا خاص اس کو عذاب کیا گیا اور وہی کچلا گیا۔ اور سونے والا
اکثر نرم تکیہ پر لیٹ کر سوتا ہے۔ اس لئے اس کی سزا میں سخت پتھر سے
توڑا گیا۔ نعوذ باللہ من ذالک دنیا میں آرام سے سوتے تھے یہاں
بالعوض اس کے اس مصیبت کی مار سے روئیں گے۔ جیسا گناہ تھا ویسا ہی
اس کا بدلہ تجویز ہوا۔

۴۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازوں کی حفاظت نہیں کرتا قیامت کے روز نہ اس کی نجات ہو گی اور نہ اس کے پاس نجات کی سند (سرٹیفکیٹ) ہو گی۔ اور نہ اس کے پاس کوئی روشنی ہو گی اور اسی حالت میں قارون یا ہامان یا فرعون یا ابی بن خلف منافق کے ساتھ جہنم میں داخل ہو گا۔

فائدہ:۔ دنیا میں مال حاصل کرنے کے چار طریقے ہیں۔

(۱) حکومت اور بادشاہت (۲) ملازمت (۳) زراعت و تجارت۔ (۴) صنعت کاری اور حرفت یعنی دستکاری۔ پس جو شخص ریاست اور حکومت کی وجہ سے نماز چھوڑ بیٹھا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہو گا۔ جو ملازمت کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے، اس کا حشر ہامان فرعون کے وزیر کے ساتھ ہو گا۔ جو شخص تجارت اور کھیتی وغیرہ کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے وہ ابی بن خلف کے ساتھ جہنم میں جائے گا۔ کیونکہ یہ شخص کھیتی بھی کرتا تھا اور تجارت کا کاروبار بھی کرتا تھا۔ جو شخص دستکاری میں لگ کر نماز چھوڑتا ہے۔ وہ قارون کے ساتھ جہنم میں داخل ہو گا۔ کیونکہ قارون دستکار تھا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جان کر نماز چھوڑی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے سخت غصے کے ساتھ پیش آئیں گے۔ (ترغیب منذری)

۶ ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی، جن میں سے دو یہ تھیں ۔

(۱) اللہ تعالے کا کسی کو شریک نہ بنانا ۔ اگرچہ تمہارے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کر دیے جائیں یا آگ میں جلا دیا جائے ۔

(۲) نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے وہ ملت اسلامی (مذہب) سے نکل جاتا ہے ۔ (طبرانی)

۷ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ بے نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں یعنی اِس سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ۔

۸ ۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص نماز کو پابندی سے پڑھتا ہے اس کے بدلے اللہ تعالے اس کو پانچ خصوصی عزتیں عطا فرماتے ہیں ۔

(۱) اس کی تنگ دستی دور فرما دیتے ہیں ۔

(۲) قبر کا عذاب اس سے ہٹا لیا جاتا ہے ۔

(۳) قیامت کے روز اس کے نامۂ اعمال داہنی طرف سے دیے جائینگے یعنی اس کی نجات ہوگی اور ایسا شخص نہایت ہی آرام میں ہوگا ۔

(۴) اور ایسا نمازی پُل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا ۔

(۵) نماز کی پابندی کرنے والے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے ۔

نماز میں سستی کرنے کی سزائیں

جو آدمی نماز میں کاہلی اور سستی کرتا ہے اس کے لئے اللہ کی طرف سے پندرہ سزائیں مقرر ہیں۔ پانچ دنیا میں۔ تین مرتے وقت اور تین مرنے کے بعد قبر میں اور قبر سے نکلنے کے بعد حشر میں تین سزائیں۔

دنیا کی پانچ سزائیں

(۱) اس کی عمر سے برکت اُٹھالی جاتی ہے۔ اور اس کی زندگی میں بے برکتی ہوتی ہے (۲) نیک لوگوں کی علامت اس کے چہرہ سے ہٹادی جاتی ہے (۳) ایسا شخص جو بھی نیکی کرتا ہے اللہ تعالےٰ کے یہاں کوئی ثواب نہیں ملتا (۴) ایسا شخص جو بھی دعا مانگتا ہے وہ قبول نہیں کی جاتی (۵) اگر اللہ کے نیک بندے اس کے حق میں کوئی دعا کرتے ہیں تو اس کے حق میں ان کی دعا قبول نہیں ہوتی:

موت کے وقت کی تین سزائیں

(۱) ایسے بے نمازی کی موت ذلت کے ساتھ ہوگی (۲) مرتے وقت بھوکا مرے گا۔ (۳) موت کے وقت چاہے سمندروں کو پلا دیجیئے۔ لیکن استسقاء کے مریض کی طرح اس کی پیاس نہیں بجھتی اور پیاس کی ہی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوگا۔

قبر کے اندر کی تین سزائیں: (۱) بے نمازی کی قبر اس قدر تنگ کر

دی جاتی ہے کہ اِس طرف کی پسلیاں اُس طرف اور اُس طرف کی اِس طرف

آجاتی ہیں (۲) بے نمازی کی قبر میں آگ دھکائی جاتی ہے۔ تاکہ وہ اس میں

جلتا رہے۔ اس بے نمازی کی قبر میں سزا کے لئے ایک سانپ مسلط کر دیا جائے

گا جس کا نام شجاع اقرع ہے۔ اس کی آنکھیں آگ کی اور ناخن لوہے کے ہونگے

اور ہر ایک ناخن کی لمبائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہو گی یعنی تقریباً

بارہ کوس کے برابر اس کے ناخن ہوں گے اور یہ سانپ اس میت سے

باتیں کرے گا اور اپنا نام بتلائے گا۔ کہ میں شجاع اقرع ہوں۔ اس کی آواز

بجلی کی کڑک کی طرح سخت ہو گی۔ اور مردہ سے کہے گا کہ میں تیری سزا کے لئے

تجھ پر مسلط کیا گیا تاکہ تجھ کو مارتا رہوں صبح کی نماز چھوڑنے کی وجہ سے

ظہر کے وقت تک اور ظہر سے مارتا رہوں عصر کے وقت تک اور عصر سے مغرب

تک، اور مغرب سے مارتا رہوں عشاء تک اور عشاء سے صبح تک مارتا رہوں

خدا بچائے اس ظالم کی مار کی سختی سے

بیان کیا گیا ہے کہ اس کی مار اس قدر سخت ہو گی کہ جب ایک دفعہ

اس بے نمازی مردہ کے وہ اپنا پھن مارے گا۔ تو اس کی قوت کی وجہ

سے وہ بے نماز مردہ ستر گز زمین میں دھنس جائے گا۔ اور یہ مردہ قیامت

تک انہیں عذابوں میں مبتلا رہے گا قبر سے نکلنے تک۔

قیامت کی تین سزائیں : (۱) اس کا حساب بہت سختی سے

لیا جائے گا۔

(۲) بے نمازی پر خدائی قہر کا عذاب ہوگا۔

(۳) بے نمازی کو ذلیل کر کے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

پندرھویں سزا یہ ہوگی کہ اس کے اوپر تین سطریں لکھی ہوئی ہونگی۔

پہلی سطر:۔ اے اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔ دوسری سطر، اے اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص، تیسری سطر، جیسا تونے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

ٹال کر نماز پڑھنے والی ایک عورت کا انجام

ایک شخص کی حقیقی بہن کا انتقال ہوگیا۔ بھائی اپنی بہن کو قبر میں اتار کر واپس گھر پر آگئے آکر دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نقدی تھی جو قبر میں اتارتے وقت قبر ہی میں گر پڑی۔ ناچار موقعہ نکال کر قبرستان پہنچے، اور مال نکالنے کے لئے بہن کی قبر کو کھودا، دیکھتے ہیں کہ اس کی قبر میں آگ لگ رہی ہے اور میت اس میں جل رہی ہے۔ بہن کی قبر کا یہ قصہ دیکھ کر روتے پیٹتے گھر پہنچے اور اپنی ماں کے پاس جاکر بہن کی قبر کا حال سنایا۔ ماں نے رو کر بیٹے سے کہا بیٹا اور تو کوئی گناہ میری نظروں میں نہیں کرتی تھی۔ البتہ جب نماز پڑھا کرتی تھی تو وقت ٹال کر پڑھا کرتی تھی۔ ہو نہ ہو اس گناہ کے سبب آگ میں جل رہی ہے

اللہ کے دربار میں بے نمازی کا عذر لنگ

۱۔ جو شخص دنیا میں ریاست اور سلطنت میں مشغول رہ کر نماز سے غافل رہا۔ قیامت کے روز اللہ کے سامنے نماز چھوڑنے کا عذر اس طرح کرے گا اے اللہ تو نے مجھے سلطنت اور حکومت دی تھی اور اس کا کام اتنا زیادہ تھا کہ سر کھجانے اور دانت کریدنے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ پھر نماز کس طرح پڑھتا۔ حکم ہو گا کہ بلاؤ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو جب یہ دونوں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا دیکھ آخر یہ بھی بادشاہ تھے اور تجھ سے زیادہ ان کی سلطنت وسیع تھی لیکن باوجود اتنی بڑی سلطنت کے انہوں نے کبھی نماز نہ چھوڑی، تو اس قول میں جھوٹا ہے کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی اس وجہ سے میں نہیں پڑھتا تھا سلطنت اگر نماز سے روکتی تو ان دونوں کو بھی روکتی بلکہ تیری غفلت اور کاہلی اور سستی تھی جس کے باعث تو نے نماز ادا نہیں کی۔ اے فرشتو! اس کو لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

۲۔ ایک شخص اپنی بیماری کا عذر کرے گا۔ الٰہی میں بیمار تھا۔ تکلیف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ارشاد ہو گا۔ کہ ایوب علیہ السلام کو بلاؤ حضرت ایوب علیہ السلام حاضر ہوں گے۔ ارشاد ہو گا کہ اے

بیمار تو زیادہ بیمار تھا یا ہمارا ایوبؑ، برسوں اس کے بدن میں کیڑے
پڑے رہے۔ مگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوا۔ اگر
بیماری یادِ الٰہی سے روکتی تو ہمارے ایوبؑ کو بھی روکتی۔ تو جھوٹا ہے
جو بیماری کا بہانہ کرتا ہے۔ یہ نماز نہ پڑھنا تیری غفلت اور کاہلی کا
نتیجہ ہے۔ فرشتو! اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں داخل کر دو۔

۳۔ ایک بے نماز حاضر ہو گا۔ اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے نماز
کیوں چھوڑی؟ عرض کرے گا۔ الٰہی میرے بال بچے بہت تھے میں ان
کی خدمت اور ان کے کمانے میں دن بھر لگا رہتا تھا۔ پھر نماز کے
لئے مجھے فرصت کہاں ملتی؟ رب العالمین کا ارشاد ہو گا۔ ہمارے
بندے یعقوبؑ کو پیش کرو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دربار میں حاضر
ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کو دکھا کر اس بے نمازی سے ارشاد فرمائیں گے
دیکھ تیری اولاد زیادہ تھی یا ہمارے یعقوبؑ کی؟ اور اولاد کے غم میں تو مبتلا
رہا۔ یا یہ یوسف کے فراق میں برسوں روتے رہے۔ ان کی آنکھیں جاتی
رہیں۔ کمر جھک گئی بوڑھے ہو گئے مگر نماز سے ایک گھڑی بھی غافل
نہ ہوئے۔ فرشتو! اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

۴۔ ایک بے نماز عورت عدالتِ الٰہیہ میں حاضر ہو گی۔ اس سے پوچھا جائے
گا۔ تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ یہ عورت جواب میں عرض کرے گی۔ الٰہی

مجھے اپنے خاوند کے کام دھندے سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ اور اس کے خوف کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ حکم ہوگا فرعون کی بیوی آسیہ رضؓ کو حاضر کرو حضرت آسیہ رضؓ حاضر ہوں گی تو اس بے نماز عورت سے ارشاد ہوگا کہ تیرا خاوند زیادہ ظالم تھا یا آسیہ رضؓ کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا؟ یہ بے نماز جواب دے گی۔ اے اللہ فرعون زیادہ ظالم تھا پھر ارشاد ہوگا۔ دیکھو آسیہ رضؓ ایسے ظالم جابر کی عورت تھی اور کیسی عبادت گزار تھی۔ اگر کسی خاوند کا ظلم کسی کو نماز سے روکتا۔ تو آسیہ رضؓ کو ضرور روکتا۔ اے بے نماز عورت، خاوند کا عذر غلط ہے۔ تُو خود غافل تھی اور غفلت کی وجہ سے تُو نے نماز نہیں پڑھی۔ فرشتو! لے جاؤ اس کو بھی جہنم میں داخل کر دو۔ (تفسیر روح البیان)

شیطان کی طرح مردود بنانے والے دو کام

ایک صاحب نے شیطان کو دیکھا اور شیطان سے انہوں نے دریافت کیا کہ حضور مجھے ایسا کام تلقین فرمایئے جس سے آپ کی طرح بن جاؤں اور صحیح معنوں میں آپ کا چیلہ بن جاؤں۔ شیطان حیرت سے کہنے لگا کہ یہ عجیب و غریب درخواست تو آج تک کسی نے مجھ سے نہیں کی۔ آخر تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ ان صاحب نے کہا کہ حضور دل سے مجبور ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ جیسا بن جاؤں۔

شیطان نے کہا اگر واقعی مجھ جیسا بننے کی خواہش اور آرزو رکھتے ہو تو دو کام کرنا۔
اوّل نماز چھوڑ دو۔ دوسری جھوٹی سچی قسمیں ضرور کھایا کرو۔ اور قسم کھانے میں
کوئی پرواہ نہ کرو۔ بس ان دو کاموں کے بعد تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہ رہے
گا۔ اور اپنے گروہ کا حقیقی چیلہ صرف تو ہی ہو گا۔ وہ بزرگ شیطان کی یہ ہدایت
سن کر بولے۔ خدا کی قسم یہ ہی دونوں کام ساری عمر نہ کروں گا۔ شیطان نے یہ قسم
سن کر کہا۔ میاں آج تک تو میں نے دنیا کو دھوکا دیا۔ لیکن تم میرے بھی اُستاد
نکلے۔ اور مجھے بھی دھوکا دے گئے۔ اب میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اپنے دل
کی بات کسی سے نہیں کہوں گا۔ اور نہ ہی کسی کے دھوکہ میں آؤں گا۔

(تنبیہہ ابواللیث سمرقندی)

(ف) کس قدر خوف کا مقام ہے کہ شیطان نے اللہ کی ستر ہزار برس عبادت
کی اور اللہ کے ایک حکم کی خلاف ورزی یعنی آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون و
مردود ہوا تو اس شخص کا کیا انجام ہو گا۔ جو اللہ کے ایک دو حکم نہیں بلکہ کئی سو
دفعہ کے متواتر حکموں کو نہ مانے پھر وہاں سجدہ آدمؑ کو تھا یہاں نمازی کو خاص الخاص
رب العزت کے لئے سجدہ کا حکم ہے۔ پھر شیطان نے ایک سجدہ چھوڑا اور
بے نمازی کس قدر سجدوں کو چھوڑتا ہے اس کی جس قدر بھی سزا دی جائے
تھوڑی ہے۔

شیطان ایک سجدے کے انکار سے مردود ہوا۔ بے نمازی بہتر

سجدوں کا ہر روز نافرمان ہے ؎

شیطان ہزار مرتبہ بہتر زبے نماز
اُو سجدہ پیشِ آدمؑ واین پیشِ حق نہ کرد

نماز کے معنی نماز جس کو عربی زبان میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اس کے اصلی حروف صلا یعنی صؔ۔ لؔ۔ الفؔ تین حرف ہیں۔ لغتِ عربی میں صلوٰۃ کے معنی ہیں۔ دعا کرنا۔ تعظیم کرنا۔ آگ جلانا۔ آگ میں جانا۔ آگ سے سینک کر ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا۔ ہماری اسلامی محمدی شریعت میں ایک خاص ترکیب کی عبادت کا نام ہے۔ محاورہ میں عرب کے یہ ایک لازمی بات ہے کہ معنئ لغوی اور معنوی شرعی میں ایک مناسبت ہوتی ہے۔ پس یہاں جس قدر صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں وہ معنی صلوٰۃ شرعی میں ہونے لازم ہیں پس جس قدر لغت میں معنی صلوٰۃ کے ہیں وہ صلوٰۃ شرعی یعنی نماز میں موجود ہیں اپنے لئے دُعا کرنا، خدا کی تعظیم کرنا۔ عشق الٰہی کی آگ بھڑکانا۔ نمازی کے گناہوں کا جلنا یا خود نمازی کا جلنا۔ نمازی آدمی کے ٹیڑھے اور بُرے اخلاق کا درست اور سیدھا ہونا۔

پہلے معنی کے ثابت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ نماز میں سراسر بندہ اپنی جان کے لئے نہیں بلکہ سارے جہان کے لئے اپنے اللہ سے کیا کیا دعائیں مانگتا ہے۔ اپنے خدا کی تعظیم زبان سے ارکان سے کس کس طرح

ادا کرتا ہے۔ پچھلے معنے کے ثبوت کے لئے ایک دو مثالیں کافی معلوم ہوتی ہیں۔ (احسن المواعظ)

قصہ ایک باندی کا

ایک شخص کہتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ہم کو ایک روٹی پکانے والی کی ضرورت ہوئی میں اس خیال سے بازار گیا کہ کوئی باندی خرید کر لاؤں تاکہ میری ضرورت پوری ہو۔ اتفاق سے ایک باندی خرید لی جو بہت ارزاں اور کم قیمت پر تھی لیکن اس کی صورت پر وحشی پن برستا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی معشوق کے فراق میں مبتلا ہے۔ دن تو گزر گیا جب رات آئی تو عشاء کے بعد اس نے نماز شروع کر دی اور پہلی رکعت میں تمام سورۂ بقرہ (ڈھائی پارہ) ختم کی اور قرآن شریف ایسا ذوق وشوق سے پڑھتی تھی کہ ایسی قرأت میں نے اپنی عمر میں بہت کم سُنی ہوگی دوسری رکعت شروع کی اور اس میں تمام سورۂ آل عمران (سوا پارہ) ختم کی۔ تیسری رکعت شروع کی اور اس میں پوری سورۂ نساء ختم کی یعنی ڈیڑھ پارہ ختم کیا میں حیران ہو کر اس کی کیفیت کو دیکھ رہا تھا کہ شاید سوا پانچ پارہ ختم کر کے سانس لے گی۔ لیکن اس اللہ کی بندی نے اب دوبارہ نیت باندھی اور جب پڑھتے پڑھتے سورۂ ابراہیم کے تیرھویں پارہ کی اس آیت پر آئی۔

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ

بِمَیِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ۝

ترجمہ: دوزخیوں کو پیپ اور کچ لہو گھونٹ گھونٹ کرکے پلایا جائے گا لیکن وہ آسانی سے اس کو نہ نگل سکیں گے اور ہر طرف سے موت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہوں گی لیکن موت بھی نہ آئے گی اور اسی طرح سخت ترین عذاب میں گھرا ہوا رہے گا۔ اس کے پڑھتے ہی فوراً بے ہوش کر زمین پر دھم سے گر پڑی۔ میرے گھر والے گھبرا کر اس کو اٹھانے کے لئے دوڑے نزدیک پہنچ کر دیکھا کہ جان بحق ہو چکی تھی اور جسم بے جان پڑا ہوا تھا۔

(ف) دیکھو یہ نمازن بی بی اپنی نماز میں خوفِ خدا سے کیسی جل گئی۔ فنا ہو گئی

نماز رندوں کو عاشقِ مولا بناتی ہے

کوئی رند مشرب کسی پارسا بی بی کا عاشق ہو کر ان کے پاس سلام و پیام بھیجنے لگا۔ ایک دن عورت نے اپنے شوہر سے ذکر کیا کہ فلاں فلاں شخص ایسے خراب اور ناپاک خیال رکھتا ہے۔ اس کا کیا علاج کریں؟ اس عورت کا شوہر بھی بڑا نیک صالح شخص تھا۔ بولا اب کوئی شخص اس کے پاس سے آئے تو کہلا بھیجنا کہ ہمیں تمہاری ہر بات منظور ہے مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ

چالیس دن تک بلا ناغہ تم ہمارے میاں کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ پھر جو کچھ تم ہم سے کہو گے وہ ہمیں منظور ہو گا اور جو تم چاہو گے وہی ہو گا۔ عورت نے کسی موقعہ سے یہ پیام اس مرد سے کہلا بھیجا۔ وہ شخص یہ بات سن کر بڑا خوش ہوا اور یہ کہا کہ بھلا چالیس دن نماز پڑھ لینی کونسی بڑی بات ہے۔ نہا دھو کر مسجد میں آ وارد ہوئے ایک دن نہ دو دن اکٹھے چالیس دن کی جماعت کی نماز پھر وہ بھی عاشق مزاج کی اور پھر نیک مرد باخدا کے پیچھے نورٌ علیٰ نور۔ جب پورے چالیس دن نماز پڑھ چکے۔ تو اب خود عورت نے آزمائش کے لئے پیام ڈالا کہ لیجئے آئیے۔ وہاں تو نماز اپنا کام کر چکی تھی۔ اللہ کے عشق اور محبت کے سوا دوسرے کی محبت کے نام سے شرم آنے لگی مجازی عشق سے کوسوں دُور تھے۔ جواب میں کہلا بھیجا کہ جب میں آپ کی خدمت کے قابل تھا آپ نے پسند نہ کیا اور اب میں تائب ہو کر اپنے مولا کی خدمت کے قابل بن گیا اب میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ یہ تو ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ کبھی کے دن بڑے کبھی کی رات۔ پارسا بی بی نے خاوند سے یہ مذکور کیا۔ وہ بے ساختہ بولے۔ سچ ہے نماز ایسا ہی اپنا اثر کرتی ہے۔ رندوں کو عاشقِ مولا بناتی ہے۔

حضرت ابی الیسرؓ کا واقعہ

ترمذی شریف میں حدیث ہے ابی الیسرؓ صحابی اپنا کچا چٹھا بیان کرتے

ہیں کہ ایک دن میری دوکان پر ایک عورت کھجوریں مول خریدنے آئی ۔ جی میں بدی آئی ۔ اس بھولی بھالی بی بی سے کہا اندر کے مکان میں تازی کھجوریں ہیں وہاں جاکر دیکھ لو۔ وہ سیدھی سادی، مکان کے اندر چلی آئی ۔ میرے نفس کی شامت میں نے بوسہ لے لیا ۔ یہ فعل کرنے کو تو کر گیا مگر پھر تو مارے ڈر کے جان نکلنے لگی ۔ وہ ڈرتا ہؤا طبیب روحانی پیغمبر علیہ السلام کے پاس آیا اور سارا حال جو نہ کہنا تھا کہہ سنایا ۔ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ وہ عورت تو ایک بڑے نیک مجاہد کی تھی ۔ تو نے اس کے ساتھ ایسا فعل کیا ۔ ہائے افسوس، آپ بہت کچھ ناراض اور خفا ہوئے ۔ ابوالیسرؓ مجرم کو گمان ہو گیا کہ اب تو مارا گیا ۔ جہنم واصل ہوا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مارے رنج کے خاموش نیچی گردن کئے بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ پر وحی اترنی شروع ہوئی "رات دن کی نمازیں پڑھو ۔ نماز کی نیکی ایسی برائیوں کو دھو ڈالتی ہے۔" یہ سن کر اصحابی چاروں طرف سے بولے کہ یا حضرتؐ یہ خاص اسی شخص کے حق میں ہے یا دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہیں ۔ فرمایا کہ یہ اور تم اور سب مسلمان لوگ اس میں شامل ہیں ۔

ایک جوان انصاری کا تائب ہونا

حضرت انسؓ ذکر کرتے ہیں ۔ ایک جوان انصاری قوم کا یہ ظلم کرتا تھا

کہ نماز تو حضرت کے پیچھے جماعت سے پڑھتا۔ پھر دنیا بھر کے گناہ چھل بٹے چوری ڈاکہ کسی قسم کا گناہ ایک نہ چھوڑتا۔ کسی نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی۔ فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے ایسے مریضوں کے لئے بڑی دوا نماز ہے۔ وہ خود بخود ہی سب کچھ چھوڑ دے گا۔ اتنے ہی میں سن لیا کہ وہ شخص تائب اور بڑا نیک بخت ہو گیا۔ یہ سن کر سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں تو پہلے سے اطمینان تھا۔ اس کے آثار پہلے ہی سے بتا رہے تھے کہ وہ شخص ایک دن نماز کے طفیل کچھ ہو کر رہیگا سو ہو گیا۔

نکتہ: ایک دل میں دو خیال مخالف نہیں رہ سکتے۔ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ خدا کا مبارک ارشاد یہ ہے کہ دماغ میں باہم دو مخالف تصور قائم نہیں رہ سکتے۔ ایک غالب دوسرا مغلوب یا ایک موجود دوسرا فنا ضرور ہو کر رہے گا۔ اس انصاری شخص کو نماز سے بھی عشق اور بری باتوں کا بھی شوق تھا اب جدھر توفیق الٰہی کا ضامن آگا وہی جانب قائم ہو گئی۔ دوسری ساری باتیں غارت ہوئیں۔

نکتہ: حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے محفوظ رہنے کے لئے ہر روز ستر دفعہ جناب باری میں دعا کرتی ہے کہ یا رب العالمین جس آگ سے تو نے مجھے نکالا تھا اب دوبارہ اس میں داخل نہ فرمانا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جہنم کی آگ عشق مولا کی آگ سے پناہ مانگتی ہے۔

عشق آتشے است کہ آتشِ دوزخ غذائے اوست

حضراتِ صوفیہؒ کا فرمان ہے کہ نفس کی خواہشوں کا مسکن دماغ ہے۔ معرفتِ الٰہی اور ایمان کا مخزن قلب ہے۔ نماز کا پڑھنا عشقِ الٰہی کی دلیل اور اس انصاری کا گناہ کرنا خواہشِ نفسانی کی دلیل ہے دو قسم کی آگ اس میں موجود تھی۔ ایک حرص و ہوا کی آگ دوسری عشقِ الٰہی کی آگ۔ پس جو آگ زبردست تھی وہی غالب آئی اور خواہش کی کمزور آگ کو جلا کر فنا کر دیا۔ یا یوں کہیے کہ قلب جو بادشاہ تھا اس کا چاہا تو غالب آیا۔ وزیر یعنی دماغ کا چاہا نہ ہوا۔ وہ انصاری نمازی گنہ گار نماز کے طفیل سے پاک صاف ہوا۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کے معنیٰ آنکھوں سے نظر آ گئے۔

نماز کا ظاہری و باطنی پہلو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اے مسلمانو! نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ: نماز کی حفاظت کرو اور ان چیزوں کی جن کے تم مالک ہو۔

نماز کے معنی از روئے لغت ذکر و انقیاد کے ہیں اور فقہا کے عرف و اصطلاح میں مقررہ احکام کے ساتھ مخصوص عبادت ہے جو حق تعالےٰ کے فرمان کے موجب پانچ نمازیں ہیں جنہیں پانچ وقتوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ فرضیت نماز کے لئے اس کے وقت کا پہلے داخل ہونا شرط ہے۔ نماز کے شرائط میں سے ایک طہارت ہے، ظاہری طور پر نجاست سے اور باطنی طور پر شہوت سے۔ دوسری شرط لباس کا پاک ہونا ہے۔ ظاہری طور پر نجاست سے اور باطنی طور پر وہ حلال کمائی سے ہو۔ (یعنی مالِ حرام سے پاک ہو) تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ظاہری طور پر حوادث سے اور باطنی طور پر فساد و معصیت سے۔ چوتھی شرط استقبالِ قبلہ ہے ظاہری طور پر خانہ کعبہ اور باطنی طور پر۔

عرشِ معلّٰی: اور اس کا باطن مشاہدہ مقصود ہے۔ اور پانچویں شرط قیام ہے۔ ظاہری حالت میں قدرت ہے اور باطنی طور پر قربتِ الٰہی کے باغ میں قیام ہے اور دخولِ وقت کی شرط ظاہری طور پر شرعی احکام کے مطابق اور باطنی طور پر حقیقت کے درجہ میں ہمیشہ قائم رہنا ہے۔ چھٹی شرط مقامِ ہیبت وفنا میں تکبیر کہنا، محل وصل میں کھڑا ہونا۔ ترتیل و عظمت کے ساتھ قرأت کرنا، خشوع کے ساتھ رکوع کرنا، تذلّل و عاجزی کے ساتھ سجدہ کرنا، دلجمعی کے ساتھ تشہد پڑھنا، اور فنائے صفت کے ساتھ سلام پھیرنا ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تو آپ کے دل میں ایسا جوش اٹھتا جیسا کہ دیگ میں جوشش اٹھتا ہے۔ جس کے نیچے آگ جل رہی ہو۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم سے میں نے پوچھا آپ کس طرح نماز ادا کرتے ہیں؟ فرمایا جب اس کا وقت آتا ہے تو ایک ظاہری وضو کرتا ہوں۔ دوسرا باطنی، ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے، پھر جب مسجد میں آتا ہوں تو مسجد حرام کو سامنے اور اپنے دونوں ابرو کے درمیان مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رکھتا ہوں، اپنی داہنی جانب جنت کو اور بائیں جانب دوزخ کو دیکھتا ہوں اور پل صراط پر میرا قدم ہوتا ہے اور ملک الموت اپنے پیچھے کھڑا گمان کرتا ہوں۔ اس حالت میں تکبیر تعظیم کے ساتھ قیام حرمت کے ساتھ، قرأت ہیبت کے ساتھ، رکوع تواضع کے ساتھ، سجود تضرّع کے ساتھ، جلوس حلم و وقار کے ساتھ اور سلام شکر کے ساتھ پھیرتا ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

فصل : واضح رہنا چاہیئے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کی ابتدا وانتہا میں مریدین راہ حق پاتے اور نماز میں اُن کے مقامات کا کشف ہوتا ہے جس طرح طہارت یعنی وضو مریدین کے لئے توبہ کا قائم مقام، پیروی کا تعلق قبلہ شناسی کا قائم مقام، مجاہدۂ نفس پر قیام، قیام کے قائم مقام، اور ذکر الٰہی

کی مداومت قرأت قرآن کے قائم مقام، تو اضع رکوع کے قائم مقام، معرفت نفس سجود کے قائم مقام، امن تشہد کے قائم مقام، دنیا سے علیحدگی سلام کے قائم مقام اور نماز سے باہر آنا مقامات کی قید سے خلاصی کے قائم مقام ہے۔ اسی بنا پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اکل وشرب سے فارغ ہوتے تو کمال حیرت کے مقام میں شوق کے طالب ہوتے اور یکسو ہو کر خاص مشرب سے انہماک فرماتے اس وقت فرماتے۔

ارحنا یا بلال بالصلوٰۃ: اے بلالؓ! نماز کی اذان دے کر ہمیں خوش کرو۔

(کشف المحجوب)

نماز کی حقیقت اور روح کا پیدا کرنا

نماز کا ظاہری عمل بمنزلہ ایک جسم کے ہے اور اس کی حقیقت اور راز بھی ہے جسے روحِ نماز کہتے ہیں جسم اور لباس کی طہارت کے ساتھ پاک جگہ پر قبلہ رُخ ہو کر" قیام وقعود، رکوع وسجود وغیرہم کا بمعہ آداب و مستحبات کے ادا کرنا" "نماز کے ظاہری ارکان، جسم وصورت سے متعلق ہے اور اس صورت کی ایک حقیقت بھی ہے کہ وہ اس کی روح کہلاتی ہے اور درجملہ اعمال نماز میں ہر عمل اور اذکار میں سے ہر ذکر کی اپنی اپنی مخصوص روح

ہے کہ اگر وہ اصل روح موجود نہ ہو تو نماز ایک مردہ آدمی کی طرح ایک بے جان جسم ہے۔ اور اگر اصل روح موجود ہو لیکن اعمال و آداب مکمل نہ ہوں تو ایسے آدمی کی طرح ہے جس کی آنکھیں نکال لی گئی ہوں اور ناک کان کاٹ دیے گئے ہوں۔ اور اگر اعمال موجود ہوں لیکن روح و حقیقت غائب ہو تو ایسی ہے جیسے کہ کسی آدمی کی آنکھیں تو ہوں لیکن بینائی سے محروم ہوں، کان ہوں لیکن سننے کی حس سے خالی ہوں۔ اور نماز کی اصل روح خشوع و خضوع ہے۔ تمام نماز میں اصل مقصود ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ درست رہے اور ہیبتِ الٰہی اور تعظیم خداوندی کے باعث ذکرِ حق تعالیٰ کو ہر دم تازہ رکھ سکیں جیسا کہ خود حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "نماز قائم رکھو تاکہ مجھے یاد رکھ سکو" اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "کتنے ہی لوگ ہیں کہ انہیں نماز سے سوائے رنج اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ صرف جسم سے نماز ادا کرتے ہیں اور دل سے غافل ہوتے ہیں۔" نیز فرمایا "بہت سے لوگ وہ ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کی نماز کا چھٹا حصہ یا دسواں حصہ ہی لکھا جاتا ہے۔ (یعنی حساب میں آتا ہے)، کیونکہ نماز کا صرف وہی حصہ شمار میں آتا ہے جس میں دل حاضر ہوتا ہے۔" نیز فرمایا "نماز یوں ادا کرو گویا کسی کو رخصت کر رہے ہو۔ یعنی اس نماز سے اپنے آپ کو اپنے نفس سے وداع کر رہے ہو۔ بلکہ بغیر حق جو کچھ بھی ہے اس کو وداع کر رہے ہو۔" تاکہ اپنے

آپ کو پوری طرح نماز میں لگا سکو۔ اور اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کر رہے ہوتے تھے کہ نماز کا وقت آجاتا تو یوں معلوم ہوتا گویا وہ ہم کو اور ہم اُن کو پہچانتے بھی نہیں کیونکہ حق تعالےٰ میں یوں مشغول ہو جاتے تھے (کہ ایک دوسرے کا ہوش ہی نہ رہتا تھا)، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر وہ نماز کہ دل جس میں حاضر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ اسے دیکھتے بھی نہیں۔" اور حضرت خلیل علیہ السلام جب نماز پڑھتے تھے تو اُن کے دل کا جوش دو میل سے سنائی دیتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں ہوتے، تو آپؐ کے دل میں اس قدر جوش ہوتا تھا گویا تانبے کی دیگ آگ پر جوش کھا رہی ہو۔ اور آواز دے رہی ہو حضرت علیؓ جب نماز کا ارادہ کرتے تو ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اور رنگ بدل جاتا تھا اور کہا کرتے تھے "اس امانت کے اُٹھانے کا وقت آن پہنچا ہے کہ جسے ساتوں زمینوں اور آسمانوں کے سامنے پیش کیا گیا لیکن وہ اسے اُٹھانے کی ہمت نہ کر سکے۔"

سفیانؒ ثوریؒ فرماتے ہیں "کہ جس کی نماز خشوع اور خضوع سے خالی ہے وہ اس کی نماز ہی نہیں ہے۔" حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ "جس نماز میں دل حاضر نہ ہو۔ وہ عذاب سے قریب تر ہے۔" حضرت معاذؓ بن جبل کہتے ہیں۔ "کہ جو شخص بالارادہ نماز میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے

دائیں بائیں کون کون کھڑا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔" اور اگرچہ امام
ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ اور بہت سے علماء نے کہا ہے کہ اس طرح بھی نماز صحیح ہے
بشرطیکہ تکبیر اول میں دل حاضر اور فارغ رہا ہو لیکن یہ فتویٰ ضرورت کی وجہ سے صادر
کیا گیا ہے۔ کیونکہ غفلت لوگوں پر بُری طرح مسلط ہے اور یہاں جو درستی
(صحیح ہونے) کا کہا گیا تو اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ شریعت کی تلوار سے وہ بچ
گیا۔ ورنہ توشۂ آخرت تو نماز کا وہی حصہ ہوتا ہے جس میں دل حاضر رہا ہو۔ ویسے
وہ شخص جو نماز پڑھتا ہے اور اس کا دل فقط تکبیر اوّل میں حاضر رہتا ہے۔ یا
اس میں بھی نہیں رہتا تو امید یہی ہے کہ اس کا حال کم سے کم اس شخص سے
تو بہتر ہی ہو گا جو نماز بالکل پڑھتا ہی نہیں لیکن یہ خدشہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا
حال اوّل الذکر سے بدتر ہی ہو۔ کیونکہ اس شخص پر زیادہ سختی کی جاتی ہے
جو حاضر تو ہوتا ہے لیکن تساہل و غفلت یا بد دلی کے ساتھ بہ نسبت اس
شخص کے جو اصلاً حاضر ہی نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے حسن بصریؒ نے کہا ہے۔
ایسی نماز عذاب کے نزدیک تر ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر وہ
شخص جس کی نماز اسے خرافات و لغویات سے محفوظ نہ رکھ سکے اسے نماز
سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہ حق تعالےٰ سے اور بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے
پس ان تمام باتوں سے تجھے یہ تو پتہ چل گیا کہ روحِ نماز کا حق جبھی ادا ہوتا ہے
کہ دل پوری نماز میں از اوّل تا آخر، حاضر رہے۔ اور نماز جس میں دل پہلی تکبیر

کے سوا حاضر نہ رہے اس میں روحِ نماز کی محض ایک رمق ہی ہو سکتی ہے ایک ایسے زندہ آدمی کی مانند جس کے خاتمے میں چند سانسوں سے زیادہ کچھ باقی نہ رہ گیا ہو۔

اعمالِ نماز کی حقیقت اور روح کا پیدا کرنا

جان لے کہ پہلی چیز جو تجھ تک پہنچتی ہے وہ نماز کی اذان ہے۔ چاہیئے کہ جونہی یہ آواز کان میں پڑے فی الفور دل سے اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور جس کام میں مشغول ہو اس سے ہاتھ اٹھا لے کہ سلف کا یہی انداز رہا ہے کہ جب نماز کی آواز سنتے تھے تو ان میں سے جو لوہار ہوتا وہ اوپر اٹھایا ہوا ہتھوڑا نیچے ڈال دیتا (ضرب نہ لگاتا) اور جو کفش گر ہوتا وہ بھی چمڑا سیتے سیتے ایک دم رک جاتا اور اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کرتا وہ لوگ اس منادی کو سن کر روزِ قیامت کی ندا کو یاد کرتے تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ جو شخص اس حکم کو سن کر (اس کی بجا آوری کے لئے) شتابی کرتا ہے اسے روزِ قیامت کی منادی سوائے بشارت (یعنی خوش خبری) کے اور کچھ معلوم نہ ہو گی۔ یعنی اس تک بشارت بن کر پہنچے گی۔ اب اگر ایسا ہے کہ اس منادی کو سن کر تیرا دل خوشی سے اس کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو سمجھ لے کہ اس (روزِ قیامت) منادی کو سن کر بھی تو دملول و حزیں نہیں بلکہ) اسی طرح

خرّم وشاداں ہوگا۔ طہارت میں جو بھید پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ تو جان جائے کہ پاکیٔ لباس اور پاکیٔ بدن دراصل پاکیٔ غلاف کے مترادف ہے۔ اور اس طہارت کی روح دل کی پاکی ہے جس سے مراد توبہ۔ پشیمانی وندامت اور اخلاقِ بد سے دل کا دور رہنا ہے کہ (دل ہی تو) حق کی نظارہ گاہ ہے اور دل ہی حقیقتِ نماز کا مقام ہے۔ اور تن صورتِ نماز کا۔

شرم گاہ یعنی ستر کا پوشیدہ رکھنا۔ یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ تیرے ظاہر میں جو چیز زشت وناخوب ہے اسے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھے اور اس کا اصل راز یہ ہے کہ تیرے باطن میں جو کچھ زشت اور بدنما ہے اسے نظرِ حق سے پوشیدہ رکھے۔ اور جان لے کہ (چونکہ) اس کی نظر سے کسی چیز کا پوشیدہ رکھنا ممکن ہی نہیں لہٰذا اس کا ایک ہی علاج ہے۔ کہ باطن کو ہر بُرائی سے پاک رکھا جائے اور گزشتہ پر پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے (آئندہ کے لیئے) یہ مصمم ارادہ کرلے کہ پھر کبھی اس زشت راہ پہ نہیں چلوں گا کہ "گناہوں سے توبہ کرلینا ایسا ہی ہے گویا کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا" توبہ گناہوں کو نیست ونابود کردیتی ہے اگر تجھ سے یہ نہیں ہوسکتا تو (کم سے کم) یہ تو ہوسکتا ہے کہ ان (گناہوں) پہ ندامت خجالت، خوف، عجز اور شرم وانکساری کا پردہ ڈال دے۔ اور (نماز میں) خستگی شکستگی اور شرمساری کی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوجائے۔ جیسے کوئی بھگوڑا غلام ارتکابِ خطا کے بعد نادم وشرمسار ہوکر اپنے آقا کے پاس لوٹ کر

آتا ہے۔ اور اپنی شرمناک غلطیوں کا احساس اسے سر اوپر اٹھانے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

قبلہ کی طرف رُخ کرنا: اس کے ظاہری معنی تو فقط یہ ہیں کہ اپنے ظاہری چہرے کو ہر طرف سے پھیر کر (قبلہ کی طرف منہ کرے) بس یک جہت ہو جائے لیکن اس میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ دل کے چہرہ کو دونوں جہانوں کی ہر چیز سے موڑ کر ذاتِ باری تعالیٰ میں مستغرق کر دے تاکہ (ظاہر و باطن) ایک صفت پر ہو جائے۔ اور جس طرح ظاہری قبلہ صرف ایک ہے اس طرح قبلۂ باطن بھی فقط ایک ہے اور وہ ہے ذاتِ حق تعالیٰ۔ اور دل کو اندیشوں اور وسوسوں کی وادی میں سرگرداں رہنے دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ منہ کو اِدھر اُدھر پھیراتے رہنا۔ اور جس طرح منہ کو اِدھر اُدھر پھیرنا صورتِ نماز کے خلاف ہے۔ اور ایسی نماز نماز نہیں رہتی اس طرح دل کا اِدھر اُدھر کے تصوّرات میں غلطاں و پیچاں رہنا روحِ نماز اور حقیقتِ نماز کے منافی ہے اور اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص نماز کے لئے کھڑا ہو کر اپنی خواہش، اپنے منہ اور اپنے دل کو تصوّرِ الٰہی میں منہمک کر دیتا ہے۔ تو وہ نماز ادا کر کے ایسا ہی واپس آتا ہے گویا اسی روز شکمِ مادر سے باہر آیا ہے (یعنی ایسا ہی بے گناہ ہو کر باہر آتا ہے جیسے کہ نوزائیدہ بچّے سے گناہ کی خبر تک نہیں ہوتی، یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو

جاتا ہے۔۔۔ اسے بالکل حقیقت سمجھ کہ جس طرح ظاہری چہرہ کو قبلہ سے ہٹا لینے کے باعث صورتِ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دل کے چہرے کو تصوّرِ حق سے ہٹا لینا اور دوسرے اندیشوں میں ڈال دینا حقیقتِ نماز اور روحِ نماز کو باطل کر دیتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ظاہر باطن کا غلاف ہی تو ہے۔ اور اصل کام کی چیز تو وہ ہے جو غلاف کے اندر پوشیدہ ہے۔ ورنہ غلاف کی بذاتِ خود کیا قدر و قیمت ہے؟۔

قیام: اس کا ظاہر یہ ہے کہ تو شخصی طور پر حق تعالٰے کے رُوبرو غلامانہ انداز سے سر جھکائے کھڑا ہو اور سرِ پنہاں (پوشیدہ راز) یہ ہے کہ دل تمام حرکات سے رُک جائے اور انتہائی عاجزی اور تعظیم و احترام کے ساتھ غلامی و ملازمتِ الٰہی کے لئے مستعد ہو اور اس وقت چاہیئے کہ اپنے اس مقام کو یاد کرے (یعنی تصوّر باندھے) کہ وہ کس طرح قیامت کے دن حق تعالٰے کے حضور میں حاضر ہوگا جس وقت کہ اس کے تمام راز ظاہر کر دیے جائیں گے اور اس کے سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور اس حقیقت کو پہچان لے کہ اس وقت بھی اللہ تعالٰے (سے اس کی کوئی حرکت پوشیدہ نہیں اور اس) کے نزدیک وہ تمام بھید بالکل اسی طرح آشکارا و عیاں ہیں (جیسے قیامت کے دن ہوں گے) اور جو کچھ اس کے دل میں ہے یا اس سے قبل رہا ہے وہ جانتا ہے، دیکھتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن سے پوری طرح باخبر ہے لیکن

تعجب ہے کہ اگر اہل صلاح میں کوئی اس وقت (یعنی نماز ادا کرتے وقت) دیکھنے لگے کہ بھلا یہ (نمازی) نماز کیوں کر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے تمام اعضاء کو بالکل مؤدب بنا لیتا ہے اور ہرگز کسی جانب نہیں دیکھتا۔ اور اس (صالح نظر) سے شرم کھا کر نماز میں جلدی نہیں کرتا اور نہ کسی اور جانب توجہ دیتا ہے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ حق تعالےٰ بھی تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے شرم نہیں کرتا۔

اور اس سے بڑھ کر جہالت کی بات کیا ہو گی کہ ایک بندہ ناچیز سے جو بالکل بے بس مجبور اور بے چارہ ہے اور جس کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں اس سے تو شرم کرتا ہے۔ اور اس خیال سے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ بالکل مؤدب بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن فرشتہ موت کی نظر سے اسے کوئی ڈر نہیں لگتا اور اسے بالکل معمولی بات تصور کرتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا "یا رسول اللہ! حق تعالےٰ سے شرم کس طرح کرنی چاہیئے"؟

تو حضورؐ نے فرمایا کہ "ایسے ہی جس طرح کہ اپنے گھر کے صالح و پرہیزگار لوگوں سے شرم کیا کرتے ہو۔ پس ویسے ہی اس سے بھی شرم کیا کرو"۔ اور اسی تعظیم کے پیش نظر صحابہ کرامؓ میں سے بعض نماز میں اس طرح ساکت و جامد کھڑے ہوتے تھے کہ پرندے بھی ان سے (ڈر کر) نہیں بھاگتے تھے اور یہی سمجھتے کہ یہ (لوگ) پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور جس کسی دل میں حق تعالیٰ

کی عظمت قائم ہو جاتی ہے۔ تو وہ جان جاتا ہے کہ وہ ناظر ہے اور اس کو ہر طرح دیکھ رہا ہے۔ تو اس کا ہر عضو خضوع و خشوع کا حامل ہو جاتا ہے اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیرتا دیکھتے تو فرماتے کہ اگر اس کے دل میں خشوع اور خضوع کا مادہ ہوتا تو اس کا ہاتھ بھی دل کے طریق کو اختیار کرتا یعنی اس کے ہاتھ ہلانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ رکوع اور سجود کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ جسمانی طور پر یعنی بدن کے ذریعے عاجزی اور فروتنی کا اظہار کیا جائے لیکن اصل مقصد دل کی عاجزی ہے۔ اور جو کوئی اس رمز کو پا جائے کہ چہرے کو زمین پر رکھنا اعضائے بدن کے عزیز ترین عضو کا خاک پر رکھنا ہے جس سے (یعنی خاک سے) بڑھ کر خوار اور کوئی چیز ہو نہیں سکتی۔ تو وہ اس حقیقت کو بھی پہچان لیتا ہے کہ خود اس کی اصل بھی خاک سے ہے۔ اور اسے خاک ہی میں مل جانا ہو گا۔ اور یہ اصل یقیناً ایسی نہیں کہ اس پر تکبر اور ناز کیا کریں چنانچہ وہ اپنی ناکسی اور بے چارگی کے راز سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ پس ایسے ہی ہر کام میں ایک راز پوشیدہ ہے۔ ایک حقیقت پنہاں ہے کہ جب انسان اس سے غافل ہو تو ادائے نماز کی صورت میں اسے ظاہری صورت کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو گا۔

قرأت کی حقیقت اور اذکارِ نماز کے بارے میں

"یاد رکھ کہ ہر وہ کلمہ جو نماز میں پڑھتے ہیں اس کی ایک حقیقت ہوتی ہے جسے جاننا چاہیئے کہ پڑھنے والا خود اسی صفت پہ ہو تاکہ صادق کہلا سکے۔ مثلاً اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس قدر بزرگ اور اتنا بڑا ہے کہ اسے عقل و معرفت سے نہیں پہچان سکتے۔ اگر (نمازی) ان معنوں کو نہیں جانتا تو وہ جاہل ہے۔ اگر جانتا ہے لیکن اس کے دل میں کوئی ایسی چیز موجود ہے۔ جسے وہ حق تعالیٰ سے بزرگ تر سمجھتا ہے تو وہ صادق نہیں ہے۔

اور اسے یہی کہیں گے کہ یہ بات سچی ہے لیکن تو (سچا نہیں) جھوٹا ہے اور جب وہ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کسی اور چیز کا مطیع ہو تو گویا وہ چیز اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نسبت بزرگ تر ہے تو پھر یوں کہو کہ اس کا معبود اور اس کا اللہ تو وہی چیز ٹھہری جس کا وہ مطیع ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

"سو کیا آپ نے اُس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے" اور جب کہا "وجهت وجهي" تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے دل کے چہرے کو تمام عالم سے موڑ لیا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف کر لیا ہے۔ اب اگر یوں کہنے کے بعد بھی اس کا دل کسی اور چیز کی طرف دیکھ رہا ہے تو اس نے جو کچھ (زبان سے) کہا وہ جھوٹ ہے اور جب حق تعالیٰ کی

مناجات میں پہلی بات ہی جھوٹ ہو تو اس کی قدر و قیمت معلوم! اور جب کہا حنیفاً مُسلماً تو گویا اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں"۔ پس چاہیئے کہ وہ اسی صفت پر ہو۔ یا ارادہ کر لے کہ وہ ایسا ہو کر رہے گا۔ جب الحمد کہے تو لازم ہے کہ حق تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اپنے دل میں تازہ کرے اور اس کا دل مکمل طور پر صفتِ شکر بن جائے۔

کیونکہ یہ کلمہ شکر ہے اور شکر دل سے ادا کیا جاتا ہے (نہ کہ محض زبان سے؟) "ایاک نعبد" کہتے ہی حقیقتِ اخلاص دل پر تازہ ہو جانی چاہیئے "اھدنا" کہے تو چاہیئے کہ اس کا دل گریہ و زاری کا مرقع بن جائے۔ کیونکہ یوں کہہ کر وہ اللہ سے ہدایت کا سوالی بن جاتا ہے۔

غرض تسبیح تہلیل اور قرأت کا ہر کلمہ زبان سے نکالتے وقت خود ویسا ہی بنتا چلا جائے جیسا کہ اسے سمجھا ہے اور دل کو اس کے معنی کے مطابق ڈھالتا چلا جائے یعنی اس کے زیورِ معنی سے آراستہ کرتا جائے اور اس کی تفصیل طولانی ہے اور اگر چاہتا ہے کہ حقیقتِ نماز کا اجرا اسے نصیب ہو تو ایسا بن جائے ورنہ صورتِ بے معنی پر قناعت کرنا ہو گا۔

علاجِ دلِ بے حضور — اسے کیوں کر حاضر کیا جائے!

معلوم ہونا چاہیئے کہ نماز میں دل کے غافل ہونے کی دو وجوہ ہوتی ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری سبب یہ ہوتا ہے کہ نماز ادا کرنے کے لئے ایسی جگہ منتخب کر لی جائے جہاں نمازی کسی چیز کو دیکھتا یا سُنتا ہے اور دل اسی طرف مشغول ہو جاتا ہے کہ دل آخر کان اور آنکھ کا تابع ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ کسی خالی جگہ پر نماز ادا کی جائے۔ جہاں کسی قسم کی آواز سنائی نہ دے اور اگر وہ جگہ تاریک ہو تو بہتر ہے۔ یا پھر آنکھیں بند کر لے چنانچہ بہت سے عابد اپنے لئے بہت مختصر سے اور تاریک عبادت خانے (حجرے) بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ وسیع و کشادہ جگہ پہ دل پراگندہ ہو جاتا ہے۔ ابنِ عمرؓ جب نماز ادا کرتے تو قرآن، تلوار اور دیگر ہر شئے کو جو اُن کے پاس ہوتی تھی اپنے آپ سے علیحدہ کر دیتے تھے تا کہ توجہ ادھر مبذول نہ ہونے پائے۔

اور دوسرا سبب جو باطنی ہے یہ ہے کہ آوارہ و پریشان خیالات کے باعث دل ویسے ہی پراگندہ ہو رہا ہو۔ یہ انتہائی دشوار اور مشکل ہے۔ (یعنی اس کا علاج) اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو کسی (ادھورے) کام کی وجہ سے جو نماز شروع کرتے وقت ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ نماز میں دل اسی طرف لگا رہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کام کو ختم کرے اور دل کو اس سے

فارغ کرے۔

تب نماز میں مشغول ہو۔ اور اسی لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر کھانے اور نماز کا ایک ہی وقت ہو تو چاہیئے کہ کھانا پہلے کھالیا جائے"۔ اسی طرح اگر کوئی بات کرنی ہو تو پہلے کہہ سُن لے اور دل کو اس اندیشے سے فارغ کرے (اور پھر نماز پڑھنا شروع کرے)

دوسری قسم ان کاروباری اندیشوں سے متعلق ہے۔ جو فوری طور پر ختم نہیں ہوسکتے۔ یا پھر خیالات عادتاً ہی آوارہ و پریشان رہتے ہوں۔ اور دل پر مسلط ہو چکے ہوں تو اس کا علاج یہ ہے کہ نماز میں جو ذکر اور قرآنی آیات پڑھتا ہے اُن کے معانی پر غور کرنے لگے۔

تاکہ یہ غور و فکر اُن پراگندہ خیالات کو اس کے دل سے نکال دے لیکن اس طرح تسکین اندیشہ جبھی ہوسکتا ہے کہ خیالات سختی سے غالب نہ ہوں اور شہوت و خواہش بہت قوی نہ ہو لیکن اگر شہوت بہت قوی ہو تو ایسا کرنے سے اس کا تصوّر دور نہ ہوگا اور اس کا علاج "مسہل کھانا" ہی ہوسکتا ہے تاکہ اس علت کا مادہ ہی باطن سے دور ہوجائے اور یہ "مسہل کھانا" یہ مطلب رکھتا ہے۔ کہ اس چیز کو ہی ترک کردے جو اندیشوں کو جنم دے رہی ہے (تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری) وہ خیال اس کا پیچھا چھوڑ دے۔ اور اگر ایسا نہ کرسکے (مسہل نہ کھا سکے) تو ہرگز اس اندیشے سے رہائی نہیں پاسکتا اور اس کی نماز ہمیشہ نفسانی

باتوں سے آلودہ رہے گی۔ اس کی مثال ایک ایسے شخص کی طرح ہے کہ کسی درخت کے نیچے بیٹھا ہو۔ اور چاہتا ہو کہ چڑیوں کا شور سنائی نہ دے اور پھر (گویا اس سے بچنے کے لیے) لکڑی اٹھا کر انہیں درخت سے اڑا دے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے پھر وہاں آبیٹھیں۔ حالانکہ وہ اگر واقعی یہ چاہتا ہے کہ ان سے رہائی حاصل کرے تو اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس درخت کو جڑ سے کاٹ دے کیونکہ جب تک وہ درخت باقی ہے چڑیوں کا ٹھکانا بنا رہے گا۔ اسی طرح جب تک کسی کام کی زبردست خواہش دل پر مسلط رہے گی خیالات پراگندہ لازمی طور پر اس میں کارفرما رہیں گے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک شخص نفیس کپڑا بطورِ ہدیہ لایا جس پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ نماز میں حضور کی آنکھ اُن پر پڑ گئی۔ پس نماز پڑھتے ہی اس کپڑے کو اُتار ڈالا اور اس کے مالک کو واپس کر دیا اور وہی پُرانا لباس پہن لیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ کی نعلین میں نیا تسمہ لگایا گیا۔ نماز میں آپؐ کی نظر اس پر پڑی تو وہ بھلا معلوم ہوا۔ پس فرمایا کہ اس تسمے کو نکال دیا جائے اور وہی پُرانا پھر سے لایا جائے ایک مرتبہ نعلین بالکل نئی بنوائیں۔ آپؐ کو بہت پسند آئیں تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور کہا۔ میں اللہ کے سامنے اظہار عجز کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس نظر کے باعث جو میں نے اس نعلین پر ڈالی ہے اپنا دشمن نہ قرار دے اور باہر چلے آئے اور سب سے پہلے جو سوالی نظر آیا

وہ نعلین اسی کو بخش دیں۔

حضرت طلحہؓ اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ درختوں کے درمیان ایک خوبصورت پرندہ دکھائی دیا۔ جو ادھر اُدھر اُڑتا پھرتا تھا اور نکلنے کا راستہ اسے نہیں مل رہا تھا۔ طلحہؓ کا دل اس میں اس قدر مشغول ہوا کہ یاد ہی نہ رہا کہ کتنی رکعت نماز ادا ہو چکی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی شکایت پیش کی۔ اور پھر بطور کفارہ اُس باغ کو صدقہ میں دے دیا۔ اور اسلاف میں سے بہت سے بزرگوں نے اس طرح کیا ہے اور دل کے حاضر کرنے کا علاج ان کے نزدیک یہی رہا ہے۔

غرض جب تک ادائے نماز سے قبل ذکرِ حق دل پر غالب نہ ہو۔ دل نماز میں حاضر نہ رہے گا اور جس اندیشے کو دل میں لئے ہوئے مشغول نماز ہوں گے وہ برابر دل میں موجود رہے گا پس جو کوئی حضوری قلب سے نماز ادا کرنے کا آرزومند ہو اسے چاہیئے کہ نماز سے پہلے دل کا علاج کرے اور اسے خالی کرے۔ اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مشاغل کو اپنے آپ سے دور رکھے۔ اور بقدر ضرورت دنیا پر قانع ہو رہے۔ اور جو کچھ لیا ہے اس سے بھی مقصود دراصل فراغتِ دل ہی ہو۔ کہ اندیشوں سے خالی ہو رہے اور عبادت میں جب تک یہ کیفیت موجود نہ ہو گی دل کا حاضر رہنا ممکن نہیں۔ سوائے اس کے کہ کبھی کبھار یہ حضوری حاصل ہو جائے پس چاہیئے کہ نوافل پر زیادہ زور دے۔

ان میں اضافہ کرے۔ اور دل کو حاضر کرنے کی کوشش کرے تاآنکہ مثلاً چار رکعت کی قدر دل حاضر ہونے لگے کہ نوافل میں جبری حاضری سے آہستہ آہستہ فرائض میں حاضری نصیب ہونے لگے گی گویا یہ نوافل ہی فرائض کے تحفظ کا ذریعہ بن جائیں گے۔ (کیمیائے سعادت)

الاصلاح قرآن وحدیث و بزرگانِ دین کے اقوال سے نماز کی اہمیت معلوم ہوئی اور اُن لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی جو فرضیت نماز کے منکر ہیں۔ پنجگانہ نماز کا اہتمام تو کرتے نہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ہر وقت نماز میں ہیں اور یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ "عام پنج ویلے" "خاص ست ویلے" خاص الخاص ہر ویلے"۔ جاننا چاہیئے کہ اس قول کے معنی یہ نہیں کہ نمازِ پنجگانہ کا اہتمام ہی نہ کیا جائے بلکہ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ بغیر اہتمام کے ہر وقت (یعنی ہر ویلے) کا دعویٰ ہی باطل ہے حقیقت یہ ہے کہ جب طالب مولا" عاشقِ خدا نمازِ فجر سے فارغ ہوا تو نمازِ ظہر کی انتظار میں ہے کہ بلانے والا اپنی بارگاہ میں بلائے گا۔ (حیَّ علی الصلوٰۃ، حیَّ علی الفلاح) جائیں گے اور انعام پائیں گے۔ کیونکہ مخلوق کی محبت تھی کہ محبوب کو دیکھتے ہی رہ نہ سکا۔ بغیر ہاتھ پاؤں چومے بغیر لپٹے۔ بغیر قدموں پر گرے۔ بغیر تلوے چاٹے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانے سے گر پڑنے سے تعریف کرنے سے کیسے رہ سکتا ہے۔ اگر محبت ہے تو تعظیم کے کلمات بھی زبان

سے نکلیں گے، جُھک بھی جائے گا سجدہ میں بھی گر پڑے گا۔ اسی کا نام تو نماز ہے۔ اسی لئے نمازِ ظہر کی انتظار لگی ہوئی ہے۔ حدیث شریف کی رُو سے انتظار نماز بھی نماز ہے۔ تو دونوں نمازوں کے درمیان کا وقت جو انتظار میں گذرا وہ بھی نماز میں شمار ہو گا۔ اسی طرح یہ ظہر سے عصر تک، عصر سے مغرب تک مغرب سے عشاء اور پھر عشاء سے فجر۔ تو ایسا شخص ہر وقت نماز میں ہے۔ لیکن اگر کوئی نمازِ پنجگانہ ہی کا اہتمام نہ کرے تو وہ غیر حاضر ہے مجرم ہے بلکہ محروم ہے کہ ادائیگی فرض، اور بارگاہ الٰہی کی حاضری تک سے محروم ہے۔ اگر عاشق ہوتا تو ضرور بلانے پر حاضر ہو جاتا۔ عجب عاشق ہے کہ معشوق نے بلایا تھا گئے ہی نہیں یہ بھی ویسا ہی عاشق ہے کہ معشوق ملا اور یہ منہ پھیر کر بیٹھ گئے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟ کہا تم کیا جانو ہم اہلِ باطن ہیں۔ ہمارے باطن میں محبت بھری ہوئی ہے۔ ہمارا باطن لبریز ہے محبت سے مگر اظہار کی ضرورت نہیں بھائی دنیا میں کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو محبت ہے بلکہ ہر شخص یہی کہے گا اور بالکل سچ کہے گا کہ جھوٹا مکار ہے۔

بقول بزرگے:

نافرمانی کرتا ہے تو خدا کی اور ظاہر کرتا ہے تو اس کی محبت کو، قسم ہے میری جان کی کہ عجیب بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا مطیع ہوتا ہے

دوسری اصل زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات کا بیان

جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑا گنہگار ہے۔ قیامت کے دن اُس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر اُن کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائیگی اور جب ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر گرم کر لی جائیں گی۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جائے گا۔ وہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا۔ پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا میں ہی تیرا مال ہوں میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اس قسم کی بکثرت آیات و احادیث ہیں۔ اور ایمان کے بعد فرض احکام میں سے ایک زکوٰۃ کا وجوب ہے۔ جس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے۔ اس سے روگردانی جائز نہیں ہے لیکن زکوٰۃ نعمت کے پورے ہونے پر واجب ہوتی ہے۔ مثلاً روپے ایک پوری نعمت ہے جس کے قبضہ میں ہو بشرطیکہ ضرورت سے زائد ہو اور ایک سال گزر جائے۔ اُس پر مالکانہ حیثیت سے

۲/۱ ۲ روپے زکوٰۃ واجب ہے۔ اور پانچ اونٹ پوری نعمت ہے اس پر ایک بکری
واجب ہے۔ دیگر اموال کی زکوٰۃ کا بھی ایسا ہی قاعدہ ہے۔ لیکن جس طرح
مال کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے
کیونکہ وہ بھی ایک پوری نعمت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالٰے نے تم پر تمہارے مرتبہ کی بھی زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جیسا کہ تم پر تمہارے
مال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ نیز فرمایا۔ یقیناً ہر شئے کی زکوٰۃ ہے گھر کی زکوٰۃ یہ
ہے کہ مہمان کو سلایا جائے اور مہمان نوازی کی جائے۔

زکوٰۃ کی **حقیقت** یہ ہے کہ نعمت کا شکر اسی جنس کی نعمت کے ساتھ
ادا کرنا ہے اور تندرستی بڑی نعمت ہے۔ اور ہر عضو کی زکوٰۃ واجب ہے لیکن
اس کی ادائیگی یہ ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو عبادت میں مشغول رکھے اور کسی کھیل کود
میں اسے نہ لگائے۔ تاکہ نعمت کی زکوٰۃ کا حق ادا کیا جا سکے لہٰذا باطنی نعمت کے لئے
بھی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ اس کی کثرت کی وجہ سے اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر
سکتے۔ لہٰذا ہر شخص کے لئے اپنے اندازے کے مطابق اس کی زکوٰۃ واجب
ہے۔ وہ ظاہری و باطنی نعمتوں کا عرفان ہے۔ جب بندہ جان لے کہ حق تعالٰے
کی نعمت اس پر بے اندازہ ہے تو وہ اس کا شکر بھی بے اندازہ بجا لائے گا
اس لئے کہ بے اندازہ نعمت کی زکوٰۃ کے لئے بے اندازہ شکر بجا لانے
کی ضرورت ہے۔

حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیں ہوں کہ ہر بال میں سو دانے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنہوں نے اپنا مال دونہڑ بھر بھر کر راہِ خدا میں لٹایا ہے وہی ہلاکت سے نجات پائیں گے۔ چونکہ صدقہ و خیرات میں مخلوق کی ضرورتیں اور محتاجوں کے فاقے رفع ہوتے ہیں اس لئے یہ بھی دین کا ایک ستون ہے اور اس میں یہ حکمت ہے کہ چونکہ مخلوق کو اللہ سے محبت رکھنے کا حکم ہے اور مسلمان بندے خدا کی محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لہٰذا اللہ پاک نے مال خرچ کرنے کو اپنی محبت کا معیار اور آزمائش کی کسوٹی بنا دیا ہے تاکہ مدعیانِ ایمان کے دعوے کا جھوٹ سچ کھل جائے کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ انسان اپنے اس محبوب کے نام پر جس کی محبت قلب میں زیادہ ہوتی ہے اپنی تمام مرغوب اور پیاری چیزیں لُٹا دیا کرتا ہے پس مال جیسی پیاری چیز کا حق تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنا خدا کے ساتھ محبت کے بڑھے ہونے کی علامت ہے اور بخل کرنا خُدا کی محبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ صدقہ و خیرات دینے والے مسلمان تین طرح کے ہیں۔

خیرات کا اعلیٰ درجہ: ایک تو وہ ہیں جنہوں نے جو کچھ بھی پایا سب راہِ خُدا میں دے دیا اور خدا کے ساتھ محبت کرنے کا دعویٰ

بیچ کر دکھا یا مثلاً حضرت صدیق عتیقؓ کہ جو کچھ بھی گھر میں تھا انہوں نے سب آنحضرتؐ کے حضور میں لا رکھا اور جب آنحضرتؐ نے پوچھا کہ اے ابوبکرؓ اپنے لئے کیا رکھا تو عرض کیا "اللہ اور اللہ کا رسولؐ" اس موقع پر حضرت فاروقؓ بھی بغرض خیرات مال لائے تھے اور ان سے بھی جناب رسول اکرمؐ نے یہی سوال کیا تھا کہ اے عمرؓ تم نے اپنے لئے کیا رکھا جواب دیا "کہ جس قدر لایا ہوں اسی قدر چھوڑ آیا ہوں"۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا "تم دونوں کے مرتبوں کا فرق تم دونوں کے جواب سے ظاہر ہے"۔[۳]

خیرات کا متوسط درجہ: دوسرے درجہ میں وہ متوسط لوگ ہیں جو سارا مال تو خدا کے نام پر نہیں لٹاتے بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنے نفس پر بھی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے بلکہ محتاج بندوں کی حاجتیں ظاہر ہونے کے منتظر رہتے ہیں اور جس وقت کوئی مصرف پاتے یا کسی محتاج کو دیکھتے ہیں تو بے دریغ مال خرچ کر ڈالتے ہیں یہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ یعنی مقدار فرض پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ سارے مال کو خدا ہی کے لیے خرچ کرنے کی نیت رکھتے ہیں کہ مال پاس رکھنے سے ان کی غرض اس کو راہ خدا ہی میں خرچ کرنے کی ہے البتہ موقع و محل کا انتظار ہے۔

خیرات کا ادنیٰ درجہ: تیسرے درجہ میں وہ کمزور مسلمان ہیں جو زکوٰۃ واجبہ ہی کے ادا ہونے کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ کہ اگر اس سے زیادہ

خیرات نہیں کرتے تو مقدار واجب میں جو برابر کمی بھی نہیں کرتے ان تینوں گروہوں کے مرتبوں کا فرق اور حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کی مقداران کے خرچ کی حالت سے خود ہی سمجھ لو کہ پس اگر تم پہلے اور دوسرے درجہ تک نہ پہنچ سکو تو کم سے کم تیسرے درجہ سے بڑھ کر متوسط لوگوں کے ادنیٰ درجہ تک تو پہنچنے کی کوشش ضرور کرو کہ مقدار واجب کے علاوہ روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ دیا کرو کہ اگرچہ روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو پس اگر ایسا کرو گے تو بخیلوں کے طبقہ سے اوپر چڑھ جاؤ گے۔

مفلس مسلمانوں کی خیرات:۔ اگر تم مفلس و تہی دست ہو تو یہ نہ سمجھو کہ صدقہ مال ہی میں منحصر ہے اور ہم اس سے معذور ہی رہیں بلکہ اپنی عزت و جاہ آرام و آسائش قول و فعل غرض جس پر بھی تم کو قدرت ہو اس کو اللہ کے نام پر خرچ کرو مثلاً بیمار کا پوچھنا جنازہ کے ساتھ جانا اور حاجت کے وقت محتاج کی امداد کرنا مثلاً کسی مزدور کا بوجھ بٹا لینا یا سہارا لگا دینا یا سعی و سفارش سے کسی کا کام نکلوا دینا اور نیک بات کہنا یعنی ہمت بندھانا ڈھارس دلانا وغیرہ یہ سب امور صدقہ ہی میں شمار ہوتے ہیں اور ایسے صدقات میں پانچ باتوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

صدقہ کو چھپانے کی مصلحت: اوّل جو کچھ بھی دیا کرو وہ لوگوں سے

چھپا کر دیا کرو۔ کیونکہ حدیثؐ میں آیا ہے کہ چھپا کر خیرات دینا پروردگار کے غصہ کو
بجھاتا ہے اور جو مسلمان اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح خیرات کرے کہ بائیں ہاتھ
کو بھی خبر نہ ہو تو وہ ان سات بندوں کے ساتھ محشور ہو گا جس پر حق تعالےٰ قیامت
کے دن سایہ فرمائے گا جبکہ اس کے سایہ کے سِوا کہیں سایہ نہ ہو گا اور اس
میں حکمت ہے کہ صدقہ سے مقصود بخل کی بدخصلت کو دُور کرنا ہے مگر اس میں
ریا کے خطرناک مرض کا اندیشہ ہے اس لئے چھپا کر دینے کے سبب ریا سے
نجات مل جائے گی کیونکہ مسلمان جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو ریا سانپ کی
صورت میں اور بُخل بچھو کی صورت بن کر اس کو تکلیف پہنچاتا ہے پس جس نے
خیرات کرنے سے جی چرایا اور بخل اختیار کیا تو اُس نے اپنی قبر میں کاٹنے کے لئے
بچھو بھیج دیے اور اگر کسی نے خیرات تو کی مگر دکھاوے اور نمود کی غرض سے کی ہے
تو بچھو کو گویا سانپ کی غذا بنا دیا اور اس صورت میں بچھو سے تو نجات ہو گئی
مگر سانپ کی زہریلی قوت اور زیادہ ہو گئی۔ کیونکہ بخل کا منشا پورا ہوا تو بچھو کا زور
بڑھے گا اور ریا کا منشا ہوا تو سانپ کا زور زیادہ ہو گا۔

احسان جتانے کا امتحان: دوم۔ جسے خیرات دیا کرو اس پر
احسان نہ سمجھو اور اس کی شناخت یہ ہے کہ مثلاً تم نے کسی محتاج کو خیرات
کے طور پر کچھ دیا اور اس سے شکر گزاری کی توقع رکھی یا مثلاً وہ تمہارے ساتھ
بدسلوکی سے پیش آیا تمہارے دشمن کے ساتھ محبت کرنے لگا تو تم کو اس قدر

ناگوار گزرا کہ اگر صدقہ دینے سے پہلے یہی صورت پیش آتی تو یقیناً اتنا ناگوار نہ گزرتا تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ تم نے اس محتاج پہ احسان سمجھا جبھی تو اس بدسلوکی پر اتنا طیش آیا۔

احسان جتانے کے مرض کا علاج :- اس کا علاج یہ ہے کہ تم اس محتاج کو اپنا محسن سمجھو کہ جس نے تم سے صدقہ کا مال لے کر تم کو حق خداوندی سے سبکدوش کر دیا اور تمہارے مرض بخل کا طبیب بن گیا کیونکہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ اور خیرات سے مقصود بخل کا دور کرنا ہے پس مال زکوٰۃ گویا بخل کا دھوون ہوا یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اکرمؐ زکوٰۃ و صدقہ کا مال اپنے خرچ میں نہ لاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ مال کا میل ہے تو جس مسلمان نے تمہارے مال کا میل لے کر تمہیں اور تمہارے مال کو پاک و صاف بنا دیا تو بھلا بتاؤ کہ اس کا تم پر احسان ہوا یا تمہارا اس پر احسان ہوا بھلا اگر کوئی جراح مفت فصد کھول کر تمہارا وہ ناقص خون نکال دے جو تمہاری دنیوی زندگی کے لئے مضر ہے تو کیا تم اس کو اپنا محسن نہیں سمجھتے ؟ اسی طرح جو شخص قلب سے بخل کے فاسد مادہ کو کہ جس کے ضرر کا حیات اخروی میں اندیشہ ہے بلا معاوضہ لئے ہوئے مفت نکال دے تو اس کو بدرجۂ اولیٰ اپنا محسن و خیر خواہ سمجھنا چاہیئے

تیسری بات :- یہ ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ مال خیرات کرو کیونکہ جو چیز ناپسند ہو اس کا اللہ کے نام پر دینا کیسے مناسب ہو سکتا ہے

تم سُن ہی چکے ہو کہ اس سے مقصود دعوائے محبت خداوندی کا امتحان ہے۔ پس جیسی بُری یا بھلی چیز اللہ پاک کے نام پر خیرات کروگے اس سے خود معلوم ہو جائے گا کہ تمہیں اللہ کے ساتھ کس قدر محبت ہے۔

چوتھی بات: یہ ہے کہ تمہیں جو کچھ دینا ہو۔ ہشاش بشاش اور خندہ رُو ہو کر دیا کرو۔ کیونکہ جناب رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جو ایک درہم نیک نیتی سے اور خوشی کے ساتھ دیا گیا ہے وہ ان لاکھ درہموں سے بڑھا ہوا ہے جو ناگواری کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

پانچویں بات: یہ ہے کہ صدقہ کے لئے محل و مصرف عمدہ تیار کیا کرو یعنی یا تو کسی پرہیزگار عالم کو دیا کرو کہ تمہارا مال کھانے سے اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تقویٰ پر قوت اور اعانت حاصل ہو یا کسی عیالدار نیک بخت مسلمان کو دو اور اگر یہ تمام اوصاف ایک شخص میں جمع نہ ہوں تو جس میں ایک وصف بھی پایا جائے وہ بھی تمہارا صدقہ پاک کر دینے کے لئے کافی ہے البتہ نیک بختی کا لحاظ سب سے مقدم ہے کیونکہ دنیا کا مال و متاع بندوں کے لئے اسی واسطے مہیا کیا گیا ہے کہ ان کی ایام گزاری ہو سکے اور ان چند روزہ ایام میں آخرت کا توشہ ان کو حاصل ہو جائے تو جو لوگ درحقیقت سفر آخرت میں مشغول ہیں اور اس عالم فانی کو راستہ کا پڑاؤ اور مسافرخانہ سمجھے ہوئے ہیں وہی تمہارے پیسے کے مصرف ہونے چاہئیں۔

دیکھو جناب رسول اکرم صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔ "پرہیزگاروں کو کھانا کھلایا کرو اور اپنا بہتر سلوک ایمانداروں ہی کو پہنچایا کرو۔" تبلیغ دین

تیسری اصل روزے کا بیان

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ الآیہ

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا الصوم لی و انا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی بہترین جزا ہوں۔ اس لئے کہ روزہ ایک باطنی عبادت ہے جس کا ظاہر سے کوئی تعلق نہیں اور کسی دوسرے کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر اس کی جزا بھی بے نہایت ہے۔

علماء فرماتے ہیں دخول جنّت تو رحمت الٰہی کے طفیل میں ہوگا۔ اور وہاں درجات عبادت کے صدقہ میں اور ہمیشہ رہنا روزہ کے بدلہ میں ہوگا۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ یعنی میں ہی سب سے بہتر اس کا بدلہ دوں گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الصوم نصف الطریقۃ یعنی روزہ رکھنا آدھی طریقت ہے۔

روزہ کی حقیقت رکنا ہے اور پوری طریقت اس میں پنہاں ہے اور روزہ

ہیں سب سے کم درجہ بھوکا رہنا ہے کیونکہ الجوع طعام اللہ فی الارض
یعنی بھوکا رہنا زمین خدا کا طعام ہے اور بھوکے رہنے کو شریعت و عقل کے
لحاظ سے تمام لوگ پسند کرتے ہیں۔ ہر روزہ کے لئے نیت درست ہونی چاہیئے
اور ادائیگی میں صدق و اخلاص۔ لیکن امساک یعنی رُکے رہنے کی شرائط بہت ہیں
مثلاً معدہ کو کھانے پینے سے روکے رکھے اور آنکھ کو شہوت کی نظر، کان
کو غیبت کے سُننے، زبان کو بیہودہ اور فتنہ انگیز باتیں کہنے اور جسم کو دنیاوی
پیروی اور مخالفتِ حکم الٰہی سے روکے رکھے۔ بندہ جب اِن شرائط کو ملحوظ
خاطر رکھے گا تب وہ حقیقتاً روزہ دار ہوگا۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب روزہ رکھے تو اپنے کان، آنکھ، زبان،
ہاتھ اور جسم کے ہر عضو کا روزہ رکھے۔

رمضان المبارک کے روزے کا بیان

یہ روزہ بھی دین اسلام کا بڑا رکن ہے۔ جو کوئی رمضان کے روزے نہ رکھے
گا۔ بڑا گناہ گار ہوگا اور اس کا دین کمزور ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک
روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے
روزے محض اللہ تعالیٰ کے لئے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ بخش

دیے جائیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے مُنہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ قیامت کے دن روزہ کا بے حد ثواب ملے گا۔ روایت ہے کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چُنا جائے گا وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہونگے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں؟ اُن کو جواب ملے گا یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہ رکھتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہر نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا تک نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے مگر روزہ خاص میرا ہے اور میں خود ہی اِس کا صلہ ہوں جو چاہوں گا دوں گا" رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ہر شے کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے روزہ پر اس قدر اجر و ثواب کا سبب دو باتیں ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ روزہ کھانے پینے اور مباشرت چھوڑنے کا نام ہے اور ایسا پوشیدہ کام ہے کہ جس پر حق تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا اور اس کے علاوہ جتنی عبادتیں ہیں مثلاً نماز، تلاوت، زکوٰۃ، حج یہ سب ایسی باتیں ہیں جن پر دوسرے لوگ بھی واقف ہو سکتے ہیں۔ پس روزہ وہی مسلمان

۱۵۱

رکھے گا جس کو لوگوں میں اپنے عابد و زاہد کہلائے جانے کا شوق اور ریا و نمود کی محبت نہ ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ روزے سے دشمنِ خدا لعین شیطان مغلوب ہوتا ہے۔ کیونکہ جس قدر نفسانی خواہشیں ہیں سب پیٹ بھرنے پر اپنا زور دکھاتی ہیں۔ اور شیطان انہیں خواہشات کو واسطہ بنا کر مسلمان کا شکار کرتا ہے اور جب روزہ کی وجہ سے مسلمان بھوکا رہا اور تمام خواہشیں کمزور پڑ گئیں تو شیطان مجبور اور بے دست و پا ہو گیا چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ماہِ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں شیطان پابندِ زنجیر ہو جاتا ہے اور ہاتفِ غیبی پکارتا ہے کہ اے بھلائی کے طلب گار تو آگے بڑھو اور اے بدکار رُو باز آؤ" خوب سمجھ لو کہ روزہ کی تین قسمیں تو کیفیت کے اعتبار سے ہیں اور تین ہی درجے اس کی مقدار کے اعتبار سے ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صرف رمضان کے فرض روزے ہر سال رکھ لیا کرے۔

صومِ داؤدی کی فضیلت:- اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام روزہ رکھتے تھے اسی طرح ایک دن تو روزہ رکھے اور دوسرے دن نہ رکھے پھر تیسرے دن رکھے اور چوتھے دن نہ رکھے روزمرہ روزہ رکھنے کی بہ نسبت یہ صورت بدرجہا بہتر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے بھوکا رہنے کی عادت ہو جاتی ہے اور عادت بن جانے کے بعد شکستگی اور قلب میں صفائی اور

خواہشات نفسانی میں ضعف وکمزوری محسوس نہ ہو گی حالانکہ روزہ سے یہی مقصود ہے دیکھو مریض جب دوا کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر دوا کچھ بھی نفع نہیں دیتی یہی سبب ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمرو نے رسول اکرمؐ سے روزہ کی بابت دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا "کہ ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن کھاؤ پیو" انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے بھی اعلیٰ درجہ چاہتا ہوں تو آپؐ نے جواب دیا کہ اس سے اعلیٰ کوئی درجہ نہیں ہے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا روزہ رکھنا نہ رکھنا دونوں برابر ہے۔

دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزہ کی حکمت

متوسط درجہ یہ ہے کہ عمر کا نہائی روزہ میں صرف ہو جائے لہٰذا مناسب ہے کہ ماہِ رمضان کے علاوہ ہر ہفتہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ رکھ لیا کرو۔ اس حساب سے سال بھر میں چار ماہ اور چار یوم کے روزے ہو جائیں گے مگر چونکہ عید الفطر اور عید الاضحٰے اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے اور ممکن ہے کہ دونوں عیدیں دوشنبہ یا پنجشنبہ کو پڑیں اور ایام تشریق میں سے ایک دن تو ضرور پیر یا جمعرات کو ہو گا۔ اس لئے چار مہینے اور ایک دن کے روزے ہو

جائیں گے۔ اور بارہ مہینے کے تہائی یعنی چار مہینے سے صرف ایک دن زیادہ رہے گا یہ تہائی عمر کا حساب غور کرنے سے بآسانی سمجھ میں آجائے گا۔ اس مقدار سے روزوں کا کم کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس میں آسانی بھی ہے اور ثواب بہت زیادہ ہے اور روزہ کی کیفیت کے اعتبار سے تین قسمیں یہ ہیں۔

ایک تو عام روزہ ہے کہ صرف روزہ توڑنے والی چیزوں یعنی کھانے پینے اور جماع سے بچتے ہیں اگرچہ بدن سے گناہ کیئے جائیں سو یہ نام ہی کا روزہ ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ بدن کے کسی عضو سے بھی کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو۔ یعنی زبان غیبت سے محفوظ رہے اور آنکھ نامحرم کو بری نگاہ کے ساتھ دیکھنے سے بچی رہے وغیرہ وغیرہ

حلال اور قلیل غذا پر افطار کی حکمت

تیسرا:۔ خاص روزہ خاص بندوں کا ہے کہ اعضائے بدن کے ساتھ ان کا قلب بھی فکر و وسواس سے محفوظ رہتا ہے اور سوائے ذکرِ الٰہی کے کسی چیز کا بھی ان کے دل میں گزر ہونے نہیں پاتا یہ کمال کا درجہ ہے اور چونکہ اس کا حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے اس لئے کم سے کم اتنا خیال تو ضرور رکھنا چاہیئے کہ ایسے کھانے پر روزہ افطار کیا کرو جو بلاشبہ پاک اور

حلال ہو اور وہ بھی اتنا کھاؤ کہ جس سے معدہ بھاری اور بدن میں کسل نہ ہو جائے کہ تہجد کو بھی آنکھ نہ کھلے یعنی ایسا نہ کرو کہ دن کے چھوٹے ہوئے کھانے کی بھی تلافی افطار کے وقت کرنے لگو کیونکہ ایسا کرنے والوں کو روزہ کا اتنا نفع نہیں ہوتا جتنا کہ کسل کی وجہ سے نقصان ہو جاتا ہے۔

چوتھی اصل حج کا بیان

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ - یعنی لوگوں پر اللہ کے لئے حج کرنا لازم ہے جس کے لئے راستہ میں جانے آنے کی طاقت ہو اور کوئی روک نہ ہو۔

فرضِ عین میں سے ایک فرض حج ہے جو صحتِ عقل اور بلوغ اور اسلام اور استطاعت الی السبیل کی صورت میں بندہ پر فرض ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حج ارکانِ مسلمانی میں سے ایک رکن ہے اور عمر بھر کی عبادت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صاحب استطاعت مر جائے اور اس نے حج نہ کیا ہو اسے کہہ دو کہ یہودی مرے یا نصرانی! اور فرمایا کہ جس نے حج کیا اور پھر اپنے جسم کو فسق و فجور سے آلودہ نہ ہونے دیا اور زبان کو بیہودہ اور ناشائستہ اقوال میں الجھنے نہ دیا وہ تمام گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اس روز پاک تھا جس دن اس نے جنم لیا تھا۔ اور فرمایا کہ

بہتیرے گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ سوائے عرفات میں کھڑا ہونے کے ادا نہیں ہو سکتا۔ اور فرمایا شیطان کو اور کسی بھی دن اتنا ذلیل و خوار نہیں پاؤ گے جتنا کہ وہ روزِ عرفات میں ذلیل و حقیر ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالے اپنے بندوں پر رحمت کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور بڑے بڑے گناہِ کبیرہ بخش دیتا ہے۔

اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص حج کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے اور راستے میں مر جاتا ہے تو قیامت تک ہر سال ایک حج اور عمرہ کا ثواب اس کے حساب میں لکھا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کی موت مکہ یا مدینہ میں واقع ہو جائے تو اس سے کسی قسم کی پرسش ہو گی اور نہ حساب کیا جائے گا۔

اور فرمایا کہ ایک حج تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے افضل تر ہے۔ اور اس کی سوائے بہشت کے اور کوئی جزا نہیں۔

اور فرمایا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی شخص عرفات میں کھڑا ہو اور یہ خیال کر رہا ہو کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی۔

حکایت:۔ علی بن الموفق جو بزرگوں میں سے ایک بزرگ گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کیا عرفہ کی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے سبز لباس میں ملبوس آسمان سے اترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس سال کتنے حاجیوں نے فریضہ حج ادا کیا؟ دوسرے نے جواباً

کہا نہیں! پہلے نے کہا چھ لاکھ افراد نے حج کیا ہے۔ اور پھر دوسرے سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو کہ ان میں سے کتنے افراد کا حج قبول ہوا ہے؟ دوسرے نے پھر نفی میں جواب دیا تو پہلے نے بتایا کہ صرف چھ افراد کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے! علی بن الموفق کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی مارے خوف کے میں چونک کر اٹھ بیٹھا اور رنج و اندوہ مجھ پر بری طرح طاری ہو گیا۔ رنجیدہ خاطر ہو کر میں نے دل میں کہا کہ میں تو کسی صورت میں بھی ان چھ (خوش نصیب) افراد میں سے نہیں ہو سکتا! اسی اندیشے میں مستغرق مشعر الحرام جا پہنچا اور پھر خواب میں انہی دو فرشتوں کو دیکھا کہ وہی باتیں کر رہے ہیں اور ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ جانتے ہو آج رات اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے خلق کے لئے حکم نازل ہوا ہے؟ دوسرے نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے بتایا کہ ان چھ افراد میں سے ہر ایک کی خاطر ایک لاکھ افراد کو بخش دیا گیا ہے یعنی ان چھ کے بدلے چھ لاکھ کا حج قبول کر لیا گیا ہے یہ سنتے ہی میں خوشی سے جاگ اٹھا اور اللہ تعالیٰ کا (لاکھ لاکھ) شکر ادا کیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ بندگانِ خدا حج کے لئے اس گھر کی زیارت کرتے رہیں گے اور کبھی تعداد اس سے کم ہوئی تو اتنے فرشتے بھیج دیئے جایا کریں گے کہ تعداد پوری ہو جائے اور قیامت کے دن خانہ کعبہ کو دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے گا اور باقاعدہ اس کی جلوہ آرائی ہوگی۔ اور جس جس نے حج کیا ہوگا وہ اس کے گرد طواف کریگا۔

اور اس کے پردوں پر ہاتھ لگائیں گے" تا آنکہ اسے (کعبہ کو) بہشت میں لے جائیں گے۔ اور اس کے ساتھ ہی تمام حاجی بھی بہشت میں داخل ہوجائیںگے

حج سے حاصل ہونے والی عبرتیں

حج سے عبرتیں یہ حاصل ہوتی ہیں کہ اس سفر کو بلحاظِ صورت وجہت سفرِ آخرت کی مثل بنایا ہے، کہ اس سفر سے مقصود اگر خانہ کعبہ یعنی خانۂ خدا میں حاضر ہونا ہے۔ تو اس سفر یعنی (سفرِ آخرت) سے مقصود خود صاحب خانہ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ پس اس سفر کے احوال و مقدمات سے اُس سفر آخرت کے احوال کو یاد کرنا چاہیئے۔ مثلاً جب اپنے اہل وعیال اور دوستوں اور عزیزوں کو وداع کرتا ہے تو اُس کو یاد کر لینا چاہیئے۔ کہ یہ وداع اسی وداع کی مانند ہے جو ایک دن سکراتِ موت میں وقوع پذیر ہوکر رہے گا اور جس طرح لازم ہے کہ اس سفر پر روانگی سے قبل تمام علائق دُنیوی سے فارغ ہو کر گھر سے نکلے اسی طرح اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر عمر میں اُس سفر کے لئے ایسے دل کو اس دنیا کی ہر شے اور ہر خواہش سے پاک کر دینا ہوگا ورنہ اُس کا سفرِ آخرت خراب ہو کر رہ جائے گا۔ اور جس طرح اس سفرِ حج کے لئے ہر طرح کا زادِ سفر تیار کرتا ہے اور ہر طرح کی احتیاط ملحوظ رکھتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں عین جنگل و بیابان میں بے سروسامانی کا شکار ہو جائے اسی طرح یہ بھی جاننا چاہیئے کہ بیابانِ

قیامت تو اور بھی زیادہ وسیع وعریض اور بے حد ہولناک تر ہے۔ اور اس میں توشہ کی ضرورت دُنیاوی بیابان سے کہیں زیادہ ہے اور جس طرح سفرِ حج پر روانہ ہوتے وقت وہ ایسی چیزوں کو لے جانے سے گریز کرتا ہے جن کے جلد خراب ہونے کا احتمال ہو۔ اس لئے وہ یہ جانتا ہے کہ یہ ساتھ نہ دے سکیں گی لہٰذا زادِ سفر کے لائق نہیں تو پھر اسی طرح اسے یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہر وہ طاعت وعبادت جس میں ریا و تقصیر کی آمیزش ہو زادِ آخرت کے لائق نہیں اور جب سواری کے جانور پر بیٹھے تو اپنے جنازے کو یاد کرے کہ وہ پُورے یقین سے جانتا ہو کہ اس سفر (آخرت) میں بھی سواری ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ اس سواری سے اُترنے سے پہلے ہی جنازہ کا وقت (سچ مچ) آپہنچے۔ اور چاہیئے کہ اس کا سامان ایسا ہو کہ اس سفر کا زادِ راہ بننے کے شایانِ شان ہو۔ اور جب جامۂ احرام کو درست کرے یعنی وہاں نزدیک پہنچکر روزمرّہ کے کپڑے اُتار کر احرام باندھ لے، جو دو سفید چادروں پر مشتمل ہوتا ہے تو چاہیئے کہ کفن کو یاد کرے کہ اُس سفر کا لباس بھی دُنیاوی لباس کے برعکس ایسی ہی دو چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جب جنگل و بیابان کے خطرات و تکالیف کو دیکھے تو چاہیئے کہ منکر نکیر اور قبر کی زندگی اور عذابِ قبر کو یاد میں لائے کہ لحد سے لے کر حشر تک ایک عظیم و مہیب جنگل راستے میں پڑے گا۔ جس میں خطرات و آفات

بے شمار درپیش ہوں گے اور جس طرح بدرقہ کے بغیر بیابان کی آفتوں سے سلامتی کے ساتھ گزرنا محال ہے اسی طرح قبر کی ہولناکیوں سے بے بدرقہ (بلا رہبر) سلامتی سے گزرنا ممکن نہیں ہے

نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق اپنے ساتھ فقط عنایت پروردگار راہ میں ہے

اور وہ بدرقہ ہے طاعت خداوندی۔ جس طرح جنگل میں اہل وعیال اور دوستوں کے بغیر تنہا گزرنا ہوتا ہے اسی طرح قبر میں بھی یکتا و تنہا رہنا ہوگا۔

اور جب لبیک کہنا شروع کرے تو یوں سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کی ندا کا جواب دے رہا ہے۔ کیونکہ قیامت میں ایسی ہی ندا آئے گی۔ (اور جواباً اُسے لبیک کہنا ہوگا) پس اسی حول کو اپنے اوپر طاری کرکے (اپنے اُس لبیک کہنے پر) غور کرے بلکہ چاہیئے کہ اس ندا کے خوف میں مستغرق ہوکر رہ جائے۔

حکایت :- علی بن الحسینؓ نے احرام باندھا تو اُن کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور تھر تھر کانپنے لگے۔ یہاں تک کہ لبیک کا لفظ منہ سے نہ نکل سکا۔ لوگوں نے پوچھا آپ لبیک کیوں نہیں کہتے؟ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ اگر آگے سے جواب ملا جیسا کہ قیامت میں بہتیروں کو ملے گا، کہ لا لبیک ولا سعدیک (یعنی نہ لبیک اور سعدیک کہنا پسند نہیں) تو کیا کروں گا؟ اور یہ کہتے ہی اُونٹ سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور احمد بن ابی الحواریؒ جو ابو سلیمان دارانیؒ کے مرید تھے۔

ایک حکایت یوں بیان کرتے ہیں کہ :

حکایت : ایک مرتبہ ابوسلیمان دارانی نے "لبیک" نہ کہا اور ایک میل تک یونہی چلے گئے لیکن پھر دفعتہً بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کہا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی فرمایا تھا کہ "اپنی اُمت کے ظالموں سے کہ دیجئے کہ مجھے یاد نہ کریں اور میرا نام نہ لیں کیونکہ جو کوئی مجھے یاد کرتا ہے۔ میں اُس کو یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ (یاد کرنے والے) ظالم ہوں تو اُن کو (بھی) یاد تو کرتا ہوں مگر ان پر لعنت بھیج کر"۔ اور کہا میں نے سُنا ہے کہ حج کا خرچ اگر (مشکوک و) مشتبہ مال سے پُورا کرے اور لبیک کہے تو اس کو جواب میں یہی کہا جاتا ہے۔ کہ لَا لَبَّیْكَ لَا سَعْدَیْكَ حَتّٰی تَرُدَّ مَا فِی یَدَیْكَ (تیرا لبیک اور سعدیک کہنا ہمیں پسند نہیں جب تک کہ اس کو رد نہ کرے جو تیرے ہاتھ میں ہے یعنی قبضہ میں ہے)

طواف اور سعی کی مثال اُن بے چاروں کی سی ہے جو بادشاہوں کے درباروں میں جاکر اِدھر اُدھر چکر کاٹا کرتے ہیں تاکہ موقع پاکر اپنی عرضداشت پیش کر سکیں اور جلوخانے میں کبھی آتے ہیں اور کبھی جاتے ہیں۔ اور کسی ایسے شخص کے متلاشی رہتے ہیں جو اُن کی شفاعت کر سکے (اور اُس کی وساطت سے وہ اپنی حاجت بیان کر سکیں) اور ساتھ ساتھ اس بات کے بھی اُمیدوار ہوتے ہیں کہ شاید اتفاقیہ طور پر بادشاہ کی نظر اُن پر پڑ جائے۔ اور وہ مہربان

ہو جائے۔

صفا و مروہ کی مثال بھی اسی سے دی جا سکتی ہے۔

میدانِ عرفات میں لوگوں کا قیام کرنا اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب سے طرح طرح کے لوگوں کا وہاں جمع ہونا ہے۔ اور ہر کسی کا اپنے لئے دعاؤں میں مشغول ہونا اور مختلف زبانوں میں عرضِ حال کرنا میدانِ قیامت کی مانند ہے۔ جہاں تمام مخلوق کا اجتماع ہوگا۔ اور ہر کوئی نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ اور ردّ و قبول کا خوف اس پر طاری ہوگا۔

پتھر پھینکنا اس مقصد سے ہوتا ہے کہ ایک تو بر سبیل عبدیت خالص بندگی کا اظہار ہو جائے اور دوسرے یہ کہ اس عمل کی مشابہت حضرت ابراہیمؑ کے فعل سے ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں ابلیس ان کے پاس آیا تھا اور انہیں شبہ میں ڈال کر ورغلانے کی کوشش کی تھی اور جواب میں اُن سے پتھر کھائے (یعنی آپ نے اسی مقام پر شیطان کو پتھر مارے تھے) پس اگر تیرے دل میں یہ اشتباہ پیدا ہو کہ اُن کے سامنے تو شیطان تھا۔ (اور آپ اُسے پتھر مار رہے تھے) لیکن میرے سامنے کیا ہے جو میں خواہ مخواہ پتھر مارتا پھروں؟ تو جان لے کہ یہ شبہ بجائے خود شیطان کا پیدا کردہ ہے پس اس پر پتھر مار تاکہ اس کی کمر ٹوٹ جائے کیونکہ اس کی کمر اسی طرح توڑی جا سکتی ہے۔ تاکہ تو ایک فرمانبردار بندہ بن جائے اور وہی کرے جس کا تجھے حکم دیا جائے اور اپنے تصرّف کو اس

ذاتِ باقی کے سپرد کر دے اور یہی سمجھ کہ یوں پتھر مار کر تو نے واقعی شیطان کو مغلوب کر لیا۔

حجِ بیت اللہ بھی سلوک اِلی اللہ ہے

اہلِ عرفان کے نزدیک حجِ بیت اللہ بھی سلوک اِلی اللہ ہے۔

حج ایک سفر ہے۔ سلوک بھی ایک سفر ہے۔ حج کا مقصود اللہ ہے۔ سلوک کا مقصود بھی اللہ ہے۔ سفر حج کے لئے عازم کو اپنے سفر کا ساز و سامان درست کرنا پڑتا ہے۔ ترکِ وطن ترکِ تعلقات اور ترکِ مشاغلِ دنیوی کے بغیر یہ سفر انجام نہیں پاسکتا۔ اسی طرح سلوک میں بھی ضروریاتِ راہِ سلوک کی فراہمی ضروری ہے سالک کو اپنے وطن عارضی یعنی مقتضیاتِ طبیعت سے نکلنا پڑتا ہے۔ عاداتِ سابقہ اور خصائل ذمیمہ کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ تعلقات ماسویٰ سے منقطع ہونا پڑتا ہے اور اللہ کی جانب سفر معنوی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ارکانِ حج بھی طلب الٰہی کے کسی نہ کسی رکن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مثلاً: احرام سے اس جانب اشارہ ہے۔ کہ مخلوق کے شہود کو ترک کر دیا جائے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ جب انسان لوگوں سے میل جول پیدا کرتا اور اُن کے پاس اس کی آمد و رفت ہوتی ہے۔

تو وہ حتی الوسع ایسا لباس اختیار کرتا ہے جس میں کسی قدر تکلف اور تصنع

لو دخل ہو۔ وہ لباس لوگوں میں پسندیدہ ہو۔ اور اس لباس کی وجہ سے لوگوں پر اس کی وجاہت اور شان و شوکت کا اثر پڑے۔ لیکن جب وہ شخص لوگوں سے ہٹ کر کسی تنہا مقام میں مخلّے بالطبع ہوتا ہے تو لباس یا لباس میں تکلّف کا مطلق خیال نہیں رکھتا۔ جب کسی شخص کی نظر مخلوقات سے ہٹ جائے گی تو تکلّفات لباس سے آزاد ہو کر صرف ضرورتِ ستر پوشی کے پورا کرنے اور شدائد موسمی سے بچنے کی غرض سے ایک سادہ کپڑا کمر سے باندھ لے گا اور ایک سادہ کپڑا بطور چادر کے کاندھے پر ڈال لے گا۔ یہی وضع احرام کی ہے۔ تو گویا احرام باندھتے وقت مخلوقات اس کی نظروں سے گر گئی اور ماسوئی کی اس نے نفی کر دی۔

بے سِلے کپڑے پہننے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ صفاتِ ذمیمہ سے مجرّد ہو کر صفاتِ محمودہ اختیار کرلئے جائیں۔ جس طرح سِلے ہوئے کپڑے میں ایک تصنّع ہوتا ہے اور اس مصنوعی صورت میں کپڑا اپنے مرتبۂ اطلاق سے تقییدِ عارضی کی جانب تنزّل کرتا ہے اور اصلیت سے اُسے ایک بُعد حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خصائلِ مذمومہ میں بھی ایک ایسا تکلّف تصنّع اور تنزّل ہوتا ہے جو اصل سے دوری کا باعث ہو جاتا ہے۔

احرام کی حالت میں سر نہ منڈوانا گویا بشریت کی ریاست سے فارغ البال ہونا ہے۔

ناخن نہ ترشوانے میں یہ رمز ہے کہ بندے سے جس قدر افعال سرزد

ہوں اُن ہیں وہ اپنا تصرف نہ سمجھے بلکہ جملہ افعال میں اُسے اللہ تعالےٰ ہی کے فعل کا شہود ہو۔

خوشبو کے چھوڑنے سے یہ اشارہ ہے کہ انسان اسماء وصفات سے مجرّد ہوکر ذات کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو۔

نکاح نہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ موجودات میں تصرّف کرنے سے پاک ہوجاوے

سرمہ نہ لگانے سے یہ تنبیہ ہے کہ انسان احدیت میں عادی ہوکر طلب کشف سے باز رہے۔

میقات سے قلب مراد ہے۔ مکہ سے مرتبۂ الٰہی۔ کعبہ سے ذات۔ حجر اسود سے لطیفۂ انسانیہ اور اس کی سیاہی سے مقتضیات طبعیہ کی رنگتوں کی جانب اشارہ ہے۔ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس جانب اشارہ ہے کہ حجرِ اسود پہلے بہت سپید تھا۔ لیکن بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کر دیا۔ لطیفۂ انسانیہ بھی دراصل حقیقت الٰہی پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ٥ یعنی البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہت اچھی تقویم پر پیدا کیا یا بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا۔

مگر مقتضیاتِ طبائع وعادات وعلائق وقواطع کی جانب میلان سے اُس میں تاریکی پیدا ہوگئی جس کی جانب ان الفاظ میں اشارہ ہے کہ

ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ٥ یعنی پھر ہم نے اُسے اسفل سافلین

میں گرا دیا۔

طوافِ کعبہ سے یہ مراد ہے کہ احدیت مطلقہ کے ادراک کی کوشش کی جائے اور اس کے ٹھکانے اور منشار اور مشہد کے معلوم کرنے کے لئے سعی کی جائے۔ سات مرتبہ طواف سے اس جانب اشارہ ہے کہ جن اوصاف سے اس کی ذات تمام و کمال کو پہنچی یا جن اوصاف کے ادراک کے بغیر اس کی ذات تک رسائی محال ہے وہ سات ہیں۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ ارادہؔ۔ قدرتؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ کلامؔ اور اس میں یہ نکتہ بھی شامل ہے کہ بندہ ان صفات میں اپنا خیال درمیان سے ہٹا دے اور حق تعالےٰ کی صفات کی جانب رجوع ہو جائے تاکہ اس کی حیات اللہ کی طرف منسوب ہو اور اس کا علم اللہ کی طرف منسوب ہو اور اس کا ارادہ اور اس کی قدرت اور اس کا سمع و بصر و کلام سب اللہ کی طرف منسوب ہوں اور وہ ایسا ہو جائے جیسا کہ حدیثِ قربِ نوافل میں وارد ہے کہ میں (یعنی اللہ) اس کا سمع بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے سنتا ہے اور اس کی بصر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ مجھ سے گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں کہ مجھ سے چلتا ہے۔

طواف کے بعد صلوٰۃ سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ جس شخص میں یہ جملہ امور کمال کو پہنچ گئے اس میں احدیت کا ظہور ہو گیا اور حق تعالیٰ کا ناموس اس میں قائم ہو گیا۔ مقام ابراہیم کے پیچھے اس صلوٰۃ کے منتخب

ہونے میں اشارہ ہے مقامِ خلّت کی جانب جس سے مراد یہ ہے کہ اس کے
جسم میں اسمار و صفات کے آثار کا ظہور ہو جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے کسی
مادرزاد اندھے یا ابرص کو چھوئے تو وہ اچھا ہو جائے اور اپنے پیر چلے تو زمین
اس کے لئے طے کر دی جائے اور اسی طرح بقیہ اعضار میں بغیر حلول و اتحاد
کے انوارِ الٰہی موجود ہو جائیں۔

زمزم سے علومِ حقائق کی جانب اشارہ ہے اور اس کو تان تان کر پینے
میں ترغیب ہے کہ حقائق و معارف کے حصول میں ہمہ وقت اور ہر حالت میں
کوشاں رہے اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی صدا لگاتا رہے۔

صفا سے صفتِ خلقیہ سے پاک و صاف ہونے کی جانب اشارہ ہے
مروہ سے اسمار و صفاتِ الٰہیہ کے ابلتے ہوئے چشموں سے سیراب کی جانب
دعوت ہے۔

بعد احرام سر منڈانے سے اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ اس مقام
پر ریاستِ الٰہی متحقق ہو گئی۔

بالوں میں کمی کرانے سے اس شخص کی جانب اشارہ ہے جس نے امور میں
کمی کی۔ ایسا شخص اس تحقیق کے درجہ سے جو کہ اہلِ قرب کا مرتبہ ہے اتر گیا اور
مرتبہ اعیان میں رہ گیا۔

احرام سے باہر آنا گویا خلق کے لئے اپنے پاس گنجائش پیدا کرنا ہے

تاکہ خلق بھی اس سے متمتع ہو اور اس کے ذریعہ سے قرب تلاش کرے۔

عرفات سے خدا کی معرفت کا مقام مراد ہے۔

دونوں علموں سے مراد جمال اور جلال ہے۔ جمال وجلال ہی میں خدا کا راستہ ملتا ہے اور یہی دونوں گویا وہ علم ہیں جو خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔

مشعر الحرام سے یہ مراد ہے کہ حرمات الٰہی کی تعظیم امور شرعیہ پر قیام کے ذریعہ سے کی جاوے۔

منیٰ سے مراد اہل قربت کی منزل ہے۔ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خاطر قربان کئے بغیر منزلِ قرب نصیب نہیں ہو سکتی۔

جمارِ ثلاثہ سے نفس، طبیعت اور عادات مراد ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو سات سات کنکریوں سے مارا جائے یعنی صفاتِ الٰہی کی ساتوں قوتوں کے آثار سے ان تینوں موانعات کو فنا کر دیا جائے۔

طوافِ افاضت سے یہ مراد ہے کہ فیضانِ الٰہی کی ہمیشگی سے انسان ہمیشہ ترقی کرتا رہے۔ حصولِ کمالِ انسانی کے بعد بھی فیضانِ الٰہی منقطع نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی ذات لامتناہی ہے۔

طوافِ وداع سے اشارہ ہے طرف خدا کی ہدایت کے بطور حال کے۔ ونیز اشارہ ہے طرف اس کے کہ اللہ تعالےٰ کے بھید مستحقین تک پہنچائے جائیں اولیاء اللہ اسرار الٰہیہ کے حامل ہوتے ہیں اور یہ اسرار اُن کے پاس

مستحقین کے لیے بطور امانت کے ہوتے ہیں جسے ان اسرار کا اہل اور مستحق پاتے ہیں اُسے وہ اس کی امانت سپرد کر دیتے ہیں حق تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
(النساء - ع)

یعنی پھر اگر اُن میں ایک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالہ کر دو۔

جو دعائیں ان مناسک میں پڑھی جاتی ہیں ان میں بھی بے شمار اسرار ہیں جن سے عارفین علیٰ قدرِ مراتب اپنا اپنا حصہ لیتے ہیں۔

یہ ہے اہل اللہ کا حج ۔ اگر اس نقطۂ نظر کا تحفظ ہو گیا اور اس نوعیت کے فوائد ان کے نزدیک مرتب ہو گئے تو سب کچھ ہے ورنہ بجز ایک رسم کی ادائیگی کے کچھ بھی نہیں گو یہ رسم بھی بہ حیثیت ایک مذہبی رسم ہونے کے ایک اہمیت رکھتی ہے جس کی تذلیل و تضحیک کفر تک پہنچا دینے کے لئے کافی ہے ۔ مگر جب ایک رسم کی تضحیک و تذلیل کو جائز نہیں رکھا جا سکتا تو وہ حکمتیں اور فائدے اور وہ اسرار و نکات اور وہ روحانی بلندیاں اور معنوی کمالات جو اس رسم کی تہ میں مخفی ہیں۔

کیونکہ مضحکہ انگیز ہو سکتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ حرم کو حرم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام اور جائے امن ہے ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے دو مقام ہیں۔ ایک جسم کے لئے اور دوسرا دل کے لئے ۔ مقام جسم مکہ معظمہ ہے۔

مقام دل خلت ہے۔ جو ان کے مقام جسمانی کا قصد کرے اُسے تمام لذات وشہوات سے منہ موڑنا لازمی ہے اور احرام باندھنا بھی ضروری ہے حلال شکار ترک کرنا بھی لازمی ہے اور تمام حواس کا روکنا بھی لازم ہے۔

عرفات میں نویں ذوالحجہ کو حاضر ہونا۔ وہاں سے مزدلفہ جاکر کنکر چننا۔ مکہ معظمہ کا طواف بیت اللہ منیٰ میں آکر تین روز رہنا رمی جمار کرنا حلق یا قصر یا قربانی کرنا۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام دل کا ارادہ کرے تو مرغوب چیزوں کا ترک کرنا۔ لذات وراحت کا چھوڑنا۔ اغیار سے ان کے ذکر و اذکار سے منہ موڑے اس لئے کہ دنیا کی طرف متوجہ ہونا ایسی راہ میں خطرناک ہوتا ہے۔ پھر معرفت کے عرفات میں کھڑا ہو اور مزدلفہ الفت کا قصد کرے پھر سر تنزیہ حق کے طواف میں لے جائے اور خواہشات وخیالات فاسدہ کو امن کے منیٰ میں اُتارے اور نفس کو مجاہدہ قربان گاہ میں قربان کرے تا کہ مقام خلت پر پہنچ جائے تو تن کے مقام میں داخل ہونے کے بعد دشمن اور اس کی تلوار سے امن لینا ہے۔ اور دل کے مقام میں داخل ہونے سے قطع ہونے سے امن ملتا ہے۔

دسترِ دلبراں ؎

ایک شخص حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا حضور حج کر کے آیا ہوں ۔

جنیدؒ نے فرمایا۔ تم حج کر کے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل سوالات کیئے :۔

جنیدؒ ۔ جب تو بہ نیتِ حج گھر سے نکلا اور اپنے وطن سے کوچ کیا تو اس وقت سب گناہوں سے بھی کوچ کیا تھا یا نہیں؟

حاجی :۔ حضور یہ تو نہیں کیا۔

جنیدؒ :۔ تو پھر گھر سے چلا ہی نہیں۔ اچھا جب تو گھر سے چلا اور منزل پہ قیام کیا۔ تو راہِ حق یعنی طریقت کا مقام بھی طے کیا یا نہیں؟

حاجی : حضور اس کی تو مجھے خبر ہی نہیں تھی۔

جنیدؒ : تو پھر تو نے منزلیں بھی طے نہ کیں۔ اچھا جب تو نے احرام باندھا تو میقات میں صفاتِ بشریت سے علیحدگی کی جس طرح کپڑے اور عادات سے علیحدگی کرتے ہیں؟

حاجی : حضور یہ بھی نہیں ہوا۔

جنیدؒ :۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم نے احرام بھی نہیں کیا۔ اچھا جب تو عرفات میں کھڑا ہوا تو تجھے کشف و مشاہدہ کا ذوق واضح ہوا؟

حاجی : حضور یہ بھی نہیں۔

جنیدؒ : تو گویا تو عرفات میں بھی کھڑا نہیں ہوا؟ اچھا تو مزدلفہ پہنچا تو تو نے تمام نفسانی مرادیں ترک کیں؟

حاجی: حضور نہیں۔

جنیدؒ: تو گویا تو مزدلفہ بھی نہیں گیا۔ اچھا جب تو نے طوافِ بیت کیا تو بہ چشمِ سرِ تنزیہ کے مقام میں لطائفہ جمالِ حق دیکھے؟

حاجی: حضور نہیں دیکھے۔

جنیدؒ: اچھا تو گویا تو نے طواف بھی نہیں کیا۔ اچھا یہ تو بتا جب تو نے صفا اور مروہ کی سعی کی تو تجھے صفا کا مقام اور راہِ حق پر گزرنے کا درجہ معلوم ہوا؟

حاجی: حضور مجھے اس کی تمیز ہی نہیں۔

جنیدؒ: تو اچھا تو ابھی تو نے سعی صفا و مروہ بھی نہیں کی۔ اچھا جب تو منیٰ میں پہنچا تو تیری ہستی تجھ سے ساقط ہوئی؟

حاجی: نہیں۔

جنیدؒ: تو گویا تو منیٰ بھی نہیں گیا اچھا جب تو قربان گاہ میں پہنچا اور قربانی کی تو تو نے خواہشاتِ نفسانیہ کو قربان کیا؟

حاجی: حضور ایسا نہیں کیا۔

جنیدؒ: تو گویا تو نے قربانی بھی نہیں کی۔ اچھا جب تو رمی جمار کر رہا تھا تو اس وقت تو نے اپنی خواہشات جو تجھ میں تھیں وہ بھی پھینکیں؟

حاجی: نہیں۔

جنیدؒ: تو گویا تو نے رمی بھی نہیں کی اور تو نے حج ہی نہیں کیا۔ واپس

جا اور ایسا حج کر جو تجھے ہم نے بتایا ہے۔ تو اس کے بعد مقامِ ابراہیم پر پہنچے گا۔

فقیر

ایک بار اُجڑ کر ایسا بستا ہے ___ کہ پھر کبھی نہیں اُجڑتا!

اور دنیادار ___ بس بس کر اُجڑا کرتا ہے۔

دِل کی دنیا

جب اللہ کے ذکر سے ایک بار آباد ہوجاتی ہے پھر کبھی نہیں اُجڑتی۔

سدا ہری بھری رہتی ہے۔

___ ذکر اس کا زیور!

___ ذکر اس کی زینت

___ ذکر اس کی ڈھال

___ ذکر اس کی تیغ

___ ذکر اس کی ضرورت

___ ذکر اس کی حاجت

___ ذکر اس کی جان ___ اور ذکر ہی اس کی شان ہے

ذکر ختم ___ ہر شے ختم!

آج

اس کے پاس ہر شے ہے ۔ علم ہے ۔ شکل ہے ۔ لباس ہے ۔
جُبّہ ہے ۔۔ دستار ہے ۔ عصا ہے ۔۔ ہر شَے ہے ۔۔ صرف
ایک شے نہیں،

اور

اس کے بغیر کوئی بھی شے کام نہیں دیتی ۔۔ اور وہ ۔۔۔
ذکر ہے ۔

(نامعلوم)

پانچویں اصل: ذکرِ حق تعالیٰ کے باب میں

خوب سمجھ لے کہ تمام عبادات کا لُبّ لباب اور اصل مقصد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے کہ نماز جو مسلمانی دین کا ستون ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ذکرِ حق تعالیٰ جاری رہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ

ترجمہ: (بے شک نماز اپنی وضع کے اعتبار سے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور ذکر الٰہی بہت بڑی چیز ہے) اور قرآن مجید پڑھنا تمام عبادات میں سے افضل ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کا اپنا کلام ہے اور اُسی کے ذکر سے معمور ہے (لہٰذا اس کی یاد دلاتا ہے) اور جو کچھ اس میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تازہ کرنے کا سبب ہے اور روزے کا مقصد شکستِ شہوات ہے تاکہ دل زحمتِ شہوات سے خلاصی پاکر صاف و شفاف ہو جائے اور ذکرِ الٰہی کی (شایانِ شان) قرار بن جائے۔ کہ دل جب تک شہوات سے آلودہ ہو تو ذکرِ الٰہی اس سے ممکن نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ذکرِ الٰہی کا کچھ اثر اس پر ہوتا ہے اور حج خانۂ خدا کی زیارت کا نام ہے اس کا مقصد بھی خداوندِ خانہ کا ذکر ہی ہوتا ہے کہ شوق ملاقات اور بھی بڑھ

جائے ۔ پس تمام عبادات کا خلاصہ دراصل ذکرِ الٰہی ہے اور ان سب میں یہی راز پوشیدہ ہے ۔ بلکہ اصل مسلمانی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور یہ عین ذکر ہے ۔ اور باقی جتنی عبادات ہیں وہ اسی کی تاکید ہیں ۔ یہ حق تعالیٰ کا تجھ کو یاد کرنا تیرے ذکر کا ثمرہ ہے اور اس سے بزرگ تر کسی ثمرہ کا تصور ہی کیونکر کیا جا سکتا ہے ؟ اسی لئے تو فرمایا ہے کہ ـــ

”مجھے یاد کرو تاکہ میں بھی تمہیں یاد کیا کروں“۔ اور خدا کی یہ یاد دوامی طور پر یعنی ہمیشہ کے لئے ہونی چاہیئے ۔ اور اگر تو ہمیشہ یاد نہ کر سکے تو اکثر و بیشتر ضرور یاد کرنا چاہیئے ۔ کہ نجات اور فلاح اسی سے وابستہ ہے اور اسی لئے فرمایا ہے ۔

”اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو“۔ یعنی اگر فلاح (نجات) کی اُمید رکھتے ہو تو یاد رکھو کہ اس کی کلید یہی ہے کہ کثرت سے ذکرِ الٰہی کیا جائے نہ یہ کہ تھوڑا سا ؟ اور (بہت زیادہ کے ساتھ ساتھ) یہ اکثر اوقات بھی ہونا چاہیئے نہ کہ محض کبھی کبھی ! چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے کہ ـــ ”. . . . وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی“ گویا لائق تحسین گردانا ہے اُن لوگوں کو جو اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، غرض کسی بھی حالت میں یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے ۔ نیز فرمایا ـــ آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجیئے کہ اے شخص اپنے ربّ کو یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کے بجائے کم آواز کے ساتھ صبح اور شام یعنی علی الدوام

اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا" یعنی اُسے یاد کر رو رو کہ خوف و ہراس کے ساتھ، پوشیدہ صبح اور شام اور کسی لمحہ بھی اس سے غافل نہ رہ۔

جو تیری یاد سے اک لحظہ بھی رہوں غافل

تو مجھ پر خواہشِ جنّت حرام ہو جائے

اور رسول اکرمؐ سے لوگوں نے پوچھا کہ تمام کاموں میں سے افضل ترین کام کونسا ہے؟ فرمایا: "یہ کہ جب تُو مرے تو تیری زبان ذکرِ الٰہی سے تر ہو

اسے شورِ صبحِ محشر بھی جگا سکے نہ شاید

تیرا نام لیتے لیتے جسے نیند آگئی ہے

اور ایک مرتبہ خود ہی فرمانے لگے کہ:

"تمہیں آگاہ ہی کیوں نہ کر دوں کہ تمہارے اعمال میں سے وہ کون سا بہترین عمل ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ قبول ہے اور جس کی بدولت تمہیں افضل ترین درجہ حاصل ہو سکتا ہے، اور جو سونے چاندی کا صدقہ دینے سے بھی بلند تر جزا کا حامل ہے بلکہ جس کی فضیلت اس جہاد سے بھی زیادہ ہے جو تم اللہ کے دشمنوں سے کرتے ہو جس میں تم کافروں کی اور کافر تمہاری گردنیں کاٹ کاٹ کر پھینک دیتے ہیں"؟

لوگوں نے (مشتاقانہ) پوچھا یا رسول اللہؐ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا:

"ذکرِ الٰہی یعنی حق تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا"۔

اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد میں جس شخص کو دُعا مانگنا بھی بھول گیا اس کا انعام میرے نزدیک دعا مانگنے والوں سے زیادہ ہے۔"

(یعنی جو میری یاد میں اس درجہ محو ہو جائے کہ اسے دعا مانگنے کا ہوش بھی نہ رہے، اُس کا کچھ نہ مانگنا مجھے اور بھی زیادہ پسند ہے اور اسے میں اور بھی زیادہ انعام دوں گا۔ ؎

بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خُوئے سوال اچھا ہے

نیز فرمایا:

"غافلوں کے درمیان ذکرِ حق ایسا ہے جیسے مُردوں میں زندہ یا جیسے خشک گھاس میں ہرا بھرا درخت یا جیسے جہاد سے بھاگ جانے والوں میں مردِ غازی"

اور معاذ بن جبل رضؓ کہتے ہیں کہ:

"اہلِ بہشت کو کسی بات کی حسرت نہ ہوگی سوائے اُن گھڑیوں کے جو دُنیا میں یادِ الٰہی کے بغیر گزار دی تھیں۔"

گزاری تھیں خوشی کی چند گھڑیاں
انہی کی یاد میری زندگی ہے،

(کیمیائے سعادت)

ذکرِ الٰہی میں سو سے زیادہ فائدے ہیں

حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدث ہیں انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "الوابل الصیب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبر وار ۷۹ فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں۔ جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دِل سے فکر و غم کو دُور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے۔

(۷) رِزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت

نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو اُس کو چاہیئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مُراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نصیب ہوتی ہے۔ گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی جائے پناہ اور ماویٰ و مَلجا بن جاتے ہیں۔ اور ہر مصیبت میں اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے۔ اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اُتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اُتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد

ہے۔ فَاذْكُرُوْنِي أَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ ذَكَرَنِي

فِي نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِي نَفْسِي (الحدیث)

(۱۵) اللہ جلّ شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور

اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے

ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال

ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے۔ اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا

ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے

ہر چیز پر اُس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا

ہے۔ دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں۔ یہ

اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ

غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے

دُور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اَذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جلّ شانہٗ مصیبت کے وقت اُس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں۔

(۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہوجاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے۔ اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرے اور ہر شخص اُسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے

(۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے۔

اور اُس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اُس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دُعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث شریف میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اُس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔

(۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں۔

(۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ

لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۴۳) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (سورہ حشر رکوع نمبر ۳)

"تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا۔ اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کے مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے اس کی خبرگیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا

ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اُس کو
ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک
کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس
بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ اس لئے ان اشیاء کے نہ ہونے
سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ
بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے۔ بستر پر بھی اور بازار میں بھی صحت
میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی اور
کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل
نورِ ذکر سے منوّر ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے
بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے
اور آخرت میں پلصراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد
ہے۔ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ
بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا
(سورہ انعام رکوع ۱۵) ترجمہ: ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم
نے اُس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اُس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اُس

نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بد حالی میں اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اس سے نکلنے ہی نہیں پاتا پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی محبت اور اُس کی معرفت اور اُس کے ذکر سے منوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرمؐ اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اکرمؐ نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں پٹھوں میں بال میں کھال میں کان میں آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور کردے حتیٰ کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سر تا پا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اس نور کے بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیا کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ تک

پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دِلوں میں عزّت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذِکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلّط ہیں اُن کو پراگندہ کرتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو قریب سے دور کر دیتا ہے

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور

دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۱۴) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارِف کے پھل لگتے ہیں صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اُس پر آئینگے۔

(۲۴) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اُس کے ساتھ مَعِیَّتُ نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ (اللہ تعالیٰ مُتقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَکَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں۔ میں اُن کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ اُن کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی مَعِیَّتُ نصیب ہوتی ہے وہ ایسی مَعِیَّتُ ہے جس کے برابر کوئی مَعِیَّت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے۔ جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے۔ (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا)

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔ مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے۔

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا تم میرا ذکر کروگے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں موسیٰ علیہ السّلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تروتازہ رہے۔

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اس لئے تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیتؔ ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کو کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنے والا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو اسی طرح اور اعمالِ جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کی قائم مقام ہے۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقرا نے حضور اکرمؐ سے شکایت کی کہ یہ مال دار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ ادمیں ہم سے سبقت

لے جاتے ہیں حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے گا مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضورِ اکرمؐ نے ہر نماز کے بعد سُبحَانَ اللّٰہِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکبَرُ پڑھنے کو فرمایا۔ حضورِ اکرمؐ نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لئے بڑا مُعِین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگ جاتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مَشَقَّت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان ہو جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خِفَّت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دُور ہو جاتا ہے۔ ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اُتنا ہی اطمینان نصیب ہو گا۔ اور خوف زائل ہو گا۔

(۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دُشوار نظر آتے ہیں۔ حضورِ اکرمؐ

نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب اُنہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار
کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سونے کے وقت
سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳-۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ
پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں۔ اور اس دوڑ میں
ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے عمر مولی غفرۃ رحؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ
قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اُس وقت
حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل
عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے
کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے صحابہؓ نے عرض کیا مفرد لوگ کون ہیں حضور اکرمؐ
نے ارشاد فرمایا ذکر پر مر مٹنے والے کہ ذکر اُن کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے

(۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس کو سچا
بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے
ساتھ نہیں ہو سکتا حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے
سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے

تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اُس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لیے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لیے آڑ ہے اگر کسی بد عملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہو گی اتنی ہی پختہ آڑ ہو گی۔

(۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے اِسْتِغْفَار کرتے ہیں حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گزرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار

سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی - اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی - مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر سے بڑھ کر لذت نہیں پاتے -

(۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا -

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے - اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں - یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا -

(اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی)

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے -

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی - اس لئے زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں

مشغول ورنہ لغویات میں ۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو وہ مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اُس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُس کے دشمن ہر وقت اُس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اُس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں ۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے ۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دُعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور رات سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے ۔

(فضائلِ ذکر)

"ذِکر" کی حقیقت

جاننا چاہیئے کہ ذکر کے چار درجے ہیں۔

اوّل: یہ کہ ذکر محض زبان پر ہو اور دل اس سے غافل ہو اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اگرچہ اثر سے یکسر خالی بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ زبان جو ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے اس زبان سے بہر حال افضل تر ہے، جو بیہودہ گوئی میں مشغول رہے یا بالکل معطل ہی رہے۔ ؎

دو روزہ زلیست غنیمت ہے ذکرِ حق کر لے
بدن میں جان دہن میں زباں رہے نہ رہے

دوم:۔ دوسرا ذکر وہ ہوتا ہے کہ دل میں موجود تو ہوتا ہے لیکن پوری طرح متمکن نہیں ہوتا۔ اور دل اس کی قرار گاہ نہیں بن پاتا۔ اور اس کی موجودگی اس امر پر موقوف ہوتی ہے کہ تکلف اور کوشش سے اسے دل میں رکھنا پڑتا ہے اور اگر اس کی کوشش و سعی میں ذرا سی بھی ڈھیل ہو جائے تو دل پھر اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے اور نفس کی باتوں میں آکر غافل ہو جاتا ہے۔

سوم: تیسرے یہ کہ ذکرِ الٰہی دل میں گھر کر چکا ہو اور اس پر متمکن و مسلّط ہو چکا ہو یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے دل کو آمادہ کرنے کے لیے

خاصی جد و جہد درکار ہو اور یہ درجہ عظیم ہے۔ ؎

ہے نقش دل پہ صورتِ توحید اے امیرؔ
ہوں محوِ ذکر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہ میں

چہارم:۔ چوتھا درجہ وہ ہے کہ دل پر ذکر حق کا نہیں بلکہ ذاتِ حق کا غلبہ ہو جائے کہ اس شخص میں جو مذکور (یعنی حق تعالیٰ) کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ گمان یہ ہے کہ ذکر اور آگاہی ذکر کا تصور ہی دل میں محو ہو جائے اور صرف مذکور ہی دل میں باقی رہ جائے کیونکہ ذکر خواہ عربی میں ہو خواہ فارسی میں نفس کی بات سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ عین سخن ہی کہلاتا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دل ہر طرح کے سخن سے خالی ہو جائے چاہے وہ عربی میں ہو چاہے فارسی میں اور مکمل طور پر اسی کا بلکہ اسی سا ہو جائے اور دوسری کسی شئے کی گنجائش ہی نہ رہے اور یہ انتہائی درجہ کی محبت کا نتیجہ ہوتا ہے جسے عشق کہتے ہیں اور عاشق کی تمام سرگرمیاں معشوق ہی کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ اور کبھی کبھی تو یوں بھی ہوتا ہے کہ دل عاشق تصورِ معشوق میں اس درجہ مستغرق ہو جاتا ہے کہ خود معشوق کا نام بھی اسے بھول جاتا ہے۔ ؎

دلِ عاشق میں کیوں کر عکسِ روئے دلربا ٹھہرے
جمالِ آفتاب آئینہ شبنم میں کیا ٹھہرے

اور جب وہ استغراق کی اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور سوائے

حق تعالیٰ کے دنیا و کائنات کی چیز کو فراموش کر دیتا ہے تو تصوف کی راہِ اوّل تک پہنچ جاتا ہے کہ یہی وہ حالت ہے جسے صوفیاءؒ نے فنا و نیستی کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی جو کچھ "ہے" اس کے ذکر سے "نہیں ہے" میں تبدیل ہو جاتا ہے ؎

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید میں دیکھا
تو سب کچھ تُو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اپنے خود نما ٹھہرے

اور خود بھی نیست ہو کر رہ جاتا ہے۔

یعنی اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ ؎

پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کوئے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو میں

جس طرح حق تعالیٰ کے اور بھی بہت سے عالم ہیں کہ ہمیں ان کی قطعاً خبر تک نہیں اور وہ ہمارے لئے گویا کوئی وجود ہی نہیں رکھتے کیونکہ ہمارے نزدیک وجود تو اُسی چیز کا ہے جس کی ہمیں خبر ہو اسی طرح یہ عالم جن کی ہمیں خبر ہے اور جن کو ہم ہست یعنی موجود سمجھتے ہیں جب کسی کو فراموش ہو جائیں تو اس کے لئے نیست یعنی غیر موجود ہو جاتے ہیں اور جب انہوں نے اپنے آپ کو بھی فراموش کر دیا تو گویا اپنے آپ سے بھی نیست یعنی غیر موجود ہو گئے۔

جب حق تعالےٰ کے سوا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی (حتیٰ کہ اپنی ذات بھی) تو اس کے ہست یعنی موجود صرف ذاتِ حق ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح تو جب زمین و آسمان پر نظر ڈالتا ہے اور جو کچھ تجھے اس میں نظر آتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ (جو کچھ دکھائی دے رہا ہے) اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ اور کچھ ہے ہی نہیں بس یہی کچھ ہے جو پیش نگاہ ہے۔ اسی طرح یہ شخص (ذاتِ حق میں فنا ہو جانے والا) بھی سوائے حق تعالیٰ کے اور کسی کو دیکھتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ اس کا اپنا بھی کوئی وجود نہیں۔ ؎

ہماری بے خودی تمہید ہے تیری نمائش کی
مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہیں

پس یہاں پہنچ کر اس کے اور حق تعالےٰ کے درمیان جدائی ختم ہو جاتی ہے اور یگانگت حاصل ہو جاتی ہے۔ ا؎ یہ توحید و وحدانیت کا پہلا عالم ہوتا ہے کہ جدائی کی خبر بھی باقی نہیں رہتی ——— کیونکہ اسے جدائی اور دوری کا احساس ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ جدائی کا احساس اسی کو ہوتا ہے جو دو چیزوں کو (علیحدہ علیحدہ) جانتا ہو یعنی اپنے آپ کو اور ذاتِ حق تعالیٰ کو اور جس شخص کا ذکر ہم کر رہے ہیں وہ تو اپنے حال میں اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوتا ہے اور سوائے ایک ذات کے اور کسی کو جانتا ہی نہیں تو پھر اسے کیا خبر کہ جدائی کس بلا کا نام ہے۔ چنانچہ وہ جب اس درجہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس کے

سامنے نمودار ہونے لگتی ہیں اور ارواح، فرشتے اور انبیاء پیاری پیاری شکلوں میں اس کے روبرو بلا حجاب جلوہ نما ہونے لگتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اس پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے ایسے عظیم الشان احوال و واردات ظاہر ہونے لگتے ہیں کہ اُنہیں الفاظ و عبارات کا جامہ پہنانا ناممکن نہیں ہے اور جب اپنے آپ میں واپس آتا ہے اگرچہ دوسرے کاموں سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کیفیت بے خودی کا اثر اس میں بدستور موجود رہتا ہے لہٰذا رہ رہ کر وہ شوق اس پر غالب آنے لگتا ہے۔ تب دنیا کی ہر چیز اور لوگوں کی (کاروبار دُنیا میں) مشغولیت اور انہماک اسے پسند نہیں آتے چنانچہ اس کا محض جسم ہی اہل دنیا کے درمیان موجود ہوتا ہے ورنہ دل سے وہ غائب ہی ہوتا ہے۔ وہ دُنیاداروں کو تعجب و حیرت سے دیکھتا ہے کہ آخر کیوں یہ لوگ دنیا میں اس درجہ کھوئے ہوئے ہیں؟ یہاں تک کہ اسے ان پر ترس آنے لگتا ہے اور وہ (ناخوشی کے بجائے) ترحم انگیز نگاہوں سے اُنہیں دیکھنے لگتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارے کتنی بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کئے ہوئے ہیں۔ اور اُدھر (محروم اسرار) دنیا والے اس پر ہنستے ہیں کہ وہ آخر کاروبار دُنیا میں مشغول کیوں نہیں ہو جاتا؟ اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید وہ جنون و دیوانگی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ (کہ اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں ہے!) پس اگر کوئی شخص فنا و نیستی کے درجے پر نہ پہنچ جائے اور یہ احوال و مکاشفات

اس پر ظاہر نہ بھی ہوں لیکن ذکرِ حق اس پر غالب آجائے تو یہ بھی "کیمیائے سعادت" سے کم نہیں۔ کیونکہ جب ذکرِ حق غالب ہو جائے تو حق تعالیٰ سے اُنس و محبت بھی از خود غالب ہو کر رہتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تمام دنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھنے لگتا ہے۔ اور اصل سعادت یہی ہے کہ جب اس کا رجوع حق تعالیٰ کی طرف رہے گا اور اُس کی صورت ہر دم پیشِ نظر ہو گی۔ تو لا محالہ موت کے وقت مشاہدۂ حق کی بدولت (تکلیفِ نزع کے بجائے) کمال لذت و راحت اسے حاصل ہو گی۔ ؎

فکر بے جا ہے طبیبو مرضِ عشق ہے یہ
غیر ممکن ہے کہ تخفیف دوا سے کچھ ہو

اور اسی قدر زیادہ حاصل ہو گی جس قدر محبتِ الٰہی اس کے دل میں جاگزیں ہو گی۔ اور وہ شخص جس نے دُنیا ہی کو اپنا محبوب بنا رکھا ہو تو اُسے دُنیا کی جُدائی کا رنج و درد باعثِ عذاب ثابت ہو گا۔ اور دُنیا سے محبت جس قدر زیادہ ہو گی (وقتِ مرگ) اس سے جدائی کا رنج بھی اتنا ہی شدید ہو گا۔

پس اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے کے باوجود ان احوال و مکاشفات سے محروم رہے جو صوفیا کو نصیب ہوتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذکرِ حق سے متنفر ہی ہو جائے۔ کیونکہ سعادت کا انحصار فقط ان احوال کے مکاشفے پر نہیں ہے۔ اِس لیئے کہ دل اگر نورِ ذکر سے آراستہ

ہو جائے تو کمالِ سعادت سمجھو کہ حاصل ہو گیا۔ اور جو کچھ اس دنیا میں وہ نہیں دیکھ سکا مرنے کے بعد دیکھ لے گا۔ لہٰذا چاہیئے کہ مراقبۂ دل کا التزام ہمیشہ جاری رکھے۔ "تاکہ وہ (دل) حق تعالیٰ کے ساتھ رہے۔ اور کبھی تغافل کا شکار نہ ہونے پائے کہ ذکرِ دوام ہی وہ کلید ہے جو ملکوتی عجائب اور حضورِ خداوندی کے دروازوں کو کھول سکتی ہے ۔

دل میں سوا خدا کے نہیں جائے غیر خوف
خلوت کے واسطے بھی تو کوئی مکاں رہے

اور حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ :۔

"جو شخص باغاتِ بہشت کی سیر کا متمنی ہو، اُسے چاہیئے کہ ذکرِ حق کثرت و فراوانی سے کیا کرے ۔

نیرنگِ حسن دوست سے کر آنکھیں آشنا
ممکن نہیں وگرنہ ہو دیدار یک طرح

دراصل انہی معنی کا حامل ہے اور یہ اشارات جو ہم نے کئے ہیں، اُن سے بھی یہی کچھ معلوم کروانا مقصود ہے کہ تمام عبادات کا نچوڑ دراصل ذکر حق تعالیٰ ہی ہے اور ذکرِ حقیقی یہ ہے کہ تمام اوامر و نواہی میں (یعنی تمام معاملات میں) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اور گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اور اس کے احکام کو (بدل و جان) بجا لائیں ۔ اور اگر کسی کا ذکر ان امور سے

خالی ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس کا ذکر در اصل ذکر نہیں بلکہ محض نفس کی باتیں ہیں جنہیں حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں! اور اصل حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔
(کیمیائے سعادت)

اہمیّتِ ذکر درحصولِ معرفت و محبّتِ الٰہیہ

جاننا چاہیئے کہ روح عالمِ امر سے ہے اور عالمِ امر کا تعلق ذات کے ساتھ ہے تو روح کا روحی تقاضا یہ ہے کہ ذات کا قُرب و وصل حاصل ہو۔ چونکہ ذاتِ الٰہی بے چون و بے چگون و غیر مدرک ہے، زمان و مکاں سے پاک ہے اس لیے اس دنیا میں وصل معرفتاً ہے اور آخرت میں یہی معرفت نظر و دیدار میں بدل جائے گی۔ جیسا کہ بذر یعنی بیج کہ درخت و پھل کی صورت اختیار کرتا ہے پس جس نے یہ معرفت حاصل نہ کی وہ اندھا ہے باعتبار معرفت کے اور آخرت میں بھی نابینا و راہ گم کردہ ہو گا باعتبار نظر و دیدار کے۔ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝

ترجمہ: جو یہاں اندھا ہے (باعتبا معرفت کے) وہ آخرت میں بھی نابینا و راہ گم کردہ ہے (باعتبار نظر و دیدار کے)

ترسم کہ یار ما بما ناآشنا بماند
تا دورۂ قیامت ایں غم بما بماند

اہمیّتِ معرفت

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

”اصل بات تو یہ ہے کہ جس طرح نطفہ سے آدمی بن جاتا ہے۔ اور تخم خرما درخت بن جاتا ہے اسی طرح یہ معرفت کل قیامت کے روز اور ہی صفت اختیار کرے گی۔ اور اسے پہلی نسبت سے کچھ نسبت نہ رہے گی! اور درجۂ کمال تک فائز المرام ہو گی۔ اور یہ گردش اسے اور روشن بناوے گی! اور اسے مشاہدۂ نظر اور دیدار کہتے ہیں اس لئے کہ دیدار کمالِ ادراک سے عبارت ہے اور یہ مشاہدہ اس ادراک کا درجۂ کمالیت ہے۔ اس لئے جس طرح اس جہاں میں معرفت جہت کی طالب نہیں ہوتی اسی طرح یہ مشاہدہ بھی جہت کا طالب نہ ہو گا پس معرفت جو ہے تو وہ دیدار کے لئے بمنزل تخم کے ہے جس شخص کو معرفت حاصل نہیں وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گا کیونکہ جس شخص کے پاس تخم نہیں ہوتا زراعت نہیں کر سکتا اور جو بڑا عارف ہو گا اس کا دیکھنا یعنی دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا بھی بطریقِ کامل ہو گا اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ دیدار اور لذتِ دیدار میں تمام لوگ یکساں ہوں گے بلکہ ہر شخص اپنی اپنی معرفت

کے مطابق دیدار سے مشرف ہوگا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی لِلنَّاسِ عَامَّۃً وَلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّۃً۔

یعنی حق تعالیٰ عوام کے لئے بالعموم تجلّی فرمائے گا اور حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے بالخصوص اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ بلا محبتِ الٰہی کے سعادتِ آخرت حاصل کرے وہ بھی غلطی پر ہے۔

"حق تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے دو طریق"

اور جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے دو طریق ہیں۔ ایک تو صوفیوں کا طریق ہے اور وہ مجاہدہ ہے اور ہمیشہ ذکر کرنے سے اپنے باطن کو صاف کرنا ہے تاکہ اپنے آپ کو اور ماسوی اللہ کو فراموش کردے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو اس کے باطن میں معاملات ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی عظمت مشاہدہ کی طرح روشن ہو جاتی ہے اور اس کی مثال جال کی طرح ہے کہ شاید اس میں شکار پھنسے یا نہ پھنسے۔ اور ممکن ہے کہ اس میں چڑیا پھنسے اور ممکن ہے کہ اس میں باز پھنسے۔ ہر شخص کی قسمت کے مطابق اس میں بہت بڑا تفاوت ہے۔

دوسرا طریق معرفت کے علم کا حاصل کرنا ہے۔ اس کے علم الکلام اور دوسرے علم کے سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ابتدا عجائب مصنوعات میں تفکر کرنا ہے پھر ترقی کرکے حق تعالیٰ کے جمال و کمال میں فکر کرنا ہے تاکہ اسماء اور صفات

کے حقائق اس پر منکشف ہوں اور یہ بڑا علم ہے اور نہایت ہوشیار مرید عقلمند و دانا مرشد کی مدد سے اس علم کو حاصل کر سکتا ہے لیکن کند ذہن اس علم کو حاصل نہیں کر سکتا۔ تو یہ علم جال بچھانے کی طرح نہیں ہے کہ اس میں شکار کے پھنسنے یا نہ پھنسنے کے متعلق کسی قسم کا شبہ ہے بلکہ یہ تو تجارت، زراعت اور کسب کی طرح ہے۔

جو شخص معرفت کو ان دو طریق کے سوا جو بیان کر دیے گئے ہیں کسی اور طریق سے ڈھونڈے گا تو وہ بھی غلطی پر ہے۔ اس لئے کہ آخرت کے یہی معنی ہیں کہ تو خدا تک پہنچ جائے۔ اور اگر کوئی شخص کسی ایسی شے تک پہنچے گا جس کو پہلے بھی دوست رکھتا تھا۔ لیکن بہ سبب عوائق کے اس سے محجوب تھا اور ایک زمانہ اس نے اس شے کے شوق میں بسر کیا تھا تو جب وہ عوائق اور موانعات رفع ہو جاتے ہیں اور وہ شائق اس شے تک پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بڑے مزے میں ہو جاتا ہے۔ اس کا نام سعادت ہے اور اگر وہ اس شئے کو پہلے سے دوست نہ رکھتا تھا تو اسے کچھ لذت حاصل نہ ہو گی اور اگر اسے کم دوست رکھتا تو کم لذت پاتا۔ پس سعادت جو ہوتی ہے تو وہ عشق و محبت کے حقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ اور اگر عیاذاً باللہ اس نے اپنے باطن میں اس شئے کی مخالفت اور ضد کے ساتھ الفت پیدا کی ہو گی تو جو حالت آخرت میں ظاہر ہو گی وہ اس کے مخالف ہو گی تو اس کی ہلاکت کا

سبب ہوگی۔ اور وہ رنج اور مصیبت میں مبتلا ہوگا جس شے کے سبب اوروں کو سعادت ہوگی وہ اُسی کے سبب سے شقی ہوگا۔

حقیقتِ محبتِ الٰہیہ: آخرت جو ہے تو وہ عالمِ ارواح اور عالمِ جمالِ الٰہی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا جمال وہاں ظاہر ہوگا یہ ہی شخص ہے جس نے دنیا میں اپنی طبیعت کو اُسی کے ساتھ مناسبت دی تھی کہ وہ اُس کے موافق ہوگیا اور یہ تمام ریاضات و عبادات اور معرفتیں اسی مناسبت کے لئے تھیں اور اس مناسبت کا نام محبت ہوگا اور یہ جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ (جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا) اس کا یہی مطلب ہے اور دنیا کے تمام مصائب اور شہوات اور محبتیں اسی مناسبت کی ضد ہیں۔ اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ (اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا) سے یہی مراد ہے۔

ذکرِ الٰہی روح کی غذا ہے

جان کہ سعادتِ اُخروی کے حصول کا طریقہ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول ہونا ہے کہ ذکر و فکر قلب و روح کی وہ غذا ہے جو محبت و معرفت الٰہیہ کا ذریعہ ہے تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جسم زمین سے بنا ہے اور اس کی غذا بھی زمین ہی سے آتی ہے۔ روح آسمانوں سے آئی ہے اور

اس کی غذا بھی آسمانوں ہی سے آتی ہے۔ اور وہ انوارات ہیں جو ذکرِ الٰہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر جسم کو اس کی غذا نہ ملے تو جسم کمزور اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روح کو اس کی غذا نہ ملے تو وہ بھی کمزور، ضعیف و پژمردہ ہو جائے گی۔ اور بھوکی پیاسی پریشان روح کا اثر براہِ راست جب روحِ حیوانی یعنی قلب پر پڑے گا۔ تو قلب بھی پریشان ہو جائے گا! اور روحِ حیوانی یعنی قلب کا تعلق براہِ راست روحِ نفسانی یعنی عقل سے ہے تو عقل بھی متاثر ہو کر حیران و پریشان رہے گی۔ اور روحِ نفسانی کے اثر سے روحِ نباتی جس کا تعلق تمام جسم انسانی سے ہے سب کی سب یعنی تمام جسم بھی پریشان ہو گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ بھوک کی حالت میں بوجہ ضعف و مرض کے انسان پریشان و بے چین ہو کر درد و کرب میں مبتلا ہوتا ہے۔

لیکن جب ایک بھوکے پیاسے انسان کے سامنے لذیذ کھانے اور ٹھنڈا پانی آجائے تو وہ مسرور ہو جاتا اور راحت و خوشی محسوس کرتا ہے اور جب کھا پی کر سیر ہو جاتا ہے تو اپنے جسم میں طاقت و توانائی کو پاتا ہے اور محنت کے قابل ہو جاتا ہے اسی طرح جب بھوکی پیاسی، پریشان اور پژمردہ روح کو اس کی غذا یعنی ذکرِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو یہ روح بھی مسرور ہو کر محنت و پرواز کے قابل ہو جاتی ہے اور اس کا اثر انسان کے ظاہر و باطن پر پڑتا ہے کہ بظاہر اتباعِ سنت جس کا دوسرا نام روحانیت ہے حاصل ہو جاتی

اور باطناً روح میں طاقت پرواز پیدا ہو جاتی ہے پھر جیسا تعلق روح کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ رضاً۔ ویسا ہی سکونِ قلب، اطمینان و جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔

حقیقت سکونِ قلب

: سکونِ قلب، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو محض اللہ کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں، نہ امارت سے، نہ وزارت سے، نہ مال سے نہ اولاد سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

اس حقیقت کا جان لینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح انسان کو ظاہر کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ دیے گئے ہیں اور ان کو اصطلاحِ صوفیہ میں لطائفِ خلقیہ کہتے ہیں جو عالمِ خلق کی چیزوں کو ادراک کرتے ہیں لیکن عالمِ امر میں ان لطائف کو رسائی حاصل نہیں۔ اسی طرح الطائفِ امر یہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر خزینہ کئے ہیں جو عالمِ امر سے ہیں، جن کا بیک وقت تعلق عالمِ امر سے بھی ہے اور عالمِ خلق سے بھی۔ اور ان لطائف میں اللہ تعالیٰ نے مختلف استعدادیں رکھی ہیں جن کو بذریعہ ذکر و فکر، مراقبہ و محاسبہ بیدار کیا جاتا ہے اور بعد لطائف کے جاری اور استعداد کے بیدار ہو جانے کے پیرِ کامل، مرید کی روح کو اپنی احاطہ روح میں لے کر ضمنیتِ صغریٰ کے تحت

عالم بالا میں عروج کرا دیتا ہے۔ اور ایک ایک توجہ میں ہزاروں میل کی مسافت
کے دوائر طے کرا دیتا ہے۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ: اگر روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتی

ہے۔ اور اگر بلقیس کا مادی تخت، جلیل القدر نبی کی آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت
سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر کیا جا سکتا ہے۔ اور ملکوں کے پروگرام
بیک وقت ٹیلیویژن میں، مع تصویر و آواز دیکھے اور سُنے جا سکتے ہیں اور اس
میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہوا کرتا تو کمالاتِ روح، اس کی پرواز اور
مکاشفات پر بھی کسی قسم شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

لیکن بعض نادان بوجہ قاصر الفہمی کے صوفیاء کرام کے ان کمالات کا انکار کرتے
اور خود کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس
جگہ اُن منازل، لطائف و مقامات کا ذکر کر دیا جائے جو طالب مولا کو طے کرنا ہوتے
ہیں تاکہ ذکر سے مذکور تک پہنچنے کی باطنی راہ واضح ہو جائے کہ یہ ضروریات میں سے
ہے کہ عوام الناس کا ایمان و یقین، کمزور و ضعیف ہے اور علماء کرام کا ایمان استدلالی
ہے تو صوفیاء کرام کا ایمان کشفی شہودی ہے۔ اور کمزور، ضعیف ایمان اور دھلمل
یقین کو عین الیقین و حق الیقین میں بدلنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا (اے ایمان والو ایمان لاؤ) اور

اور باطناً روح میں طاقت پرواز پیدا ہو جاتی ہے پھر جیسا تعلق روح کو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ رضاً۔ ویسا ہی سکونِ قلب، اطمینان و جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔

حقیقت سکونِ قلب: سکونِ قلب، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو محض اللہ کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں، نہ امارت سے، نہ وزارت سے، نہ مال سے نہ اولاد سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

اس حقیقت کا جان لینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح انسان کو ظاہر کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ دیئے گئے ہیں اور ان کو اصطلاحِ صوفیہ میں لطائفِ خلقیہ کہتے ہیں جو عالمِ خلق کی چیزوں کو ادراک کرتے ہیں لیکن عالمِ امر میں اِن لطائف کو رسائی حاصل نہیں۔ اسی طرح الطائفِ امریہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر خزینہ کیئے ہیں جو علمِ امر سے ہیں، جن کا بیک وقت تعلق علمِ امر سے بھی ہے اور عالمِ خلق سے بھی۔ اور ان لطائف میں اللہ تعالیٰ نے مختلف استعدادیں رکھی ہیں جن کو بذریعہ ذکر و فکر، مراقبہ و محاسبہ بیدار کیا جاتا ہے اور بعد لطائف کے جاری اور استعداد کے بیدار ہو جانے کے پیرِ کامل، مرید کی روح کو اپنی احاطۂ روح میں لے کر ضمنیتِ صغریٰ کے تحت

عالم بالا میں عروج کرو دیتا ہے ۔ اور ایک ایک توجہ میں ہزاروں میل کی مسافت
کے دوائرے طے کرا دیتا ہے ۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: اگر روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ
چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتی
ہے ۔ اور اگر بلقیس کا مادی تخت، جلیل القدر نبی کی آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت
سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر کیا جا سکتا ہے ۔ اور ملکوں کے پروگرام
بیک وقت ٹیلیویژن میں، مع تصویر و آواز دیکھے اور سنے جا سکتے ہیں اور اس
میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا تو کمالاتِ روح، اس کی پرواز اور
مکاشفات پر بھی کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے ۔

لیکن بعض نادان بوجہ قاصر الفہمی کے صوفیاء کرام کے ان کمالات کا انکار کرتے
اور خود کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کرتے ہیں ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس
جگہ اُن منازل، لطائف و مقامات کا ذکر کر دیا جائے جو طالب مولا کو طے کرنا ہوتے
ہیں، تاکہ ذکر سے مذکور تک پہنچنے کی باطنی راہ واضح ہو جائے کہ یہ ضروریات میں سے
ہے کہ عوام الناس کا ایمان و یقین، کمزور و ضعیف ہے اور علماء کرام کا ایمان استدلالی
ہے تو صوفیاء کرام کا ایمان کشفی شہودی ہے ۔ اور کمزور ضعیف ایمان اور ڈھلمل
یقین کو عین الیقین و حق الیقین میں بدلنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (اے ایمان والو ایمان لاؤ) اور

کسی دانا کا شعر ہے ؎

یقین پیدا کر اے ناداں یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

تعریفِ انسان

انسان صفاتِ الٰہیہ کا جامعہ مظہر و خود مختار خلیفہ ہے۔ اللہ اَلسَّمِیعُ ہے۔ تو انسان کو بھی سننے والا بنایا۔ اَلبَصِیرُ ہے تو انسان کو بھی دیکھنے والا بنایا۔ عَلِیمُ ہے تو انسان کو بھی علم عطا فرمایا۔ خالق ہے تو انسان کو بھی موجد بنایا۔ کہ طرح طرح کی مشینیں، ایجادات و کارخانے بنائے وغیرہ غرضیکہ مختار خلیفہ بنایا جو تصرّفاتِ کونیہ مکانیہ کے لئے جامع ہے۔ اور دس لطائف اس میں خزینہ کئے۔ پانچ عالمِ خلق اور پانچ عالمِ امر سے۔

عالمِ خلق: اللہ تعالےٰ کی ذات کے علاوہ کو کہتے ہیں یعنی مخلوق کو عرشِ معلّیٰ کے اُوپر کی طرف سے لے کر تحتُ الثریٰ (زمین کا سب سے نچلا طبقہ) تک عالمِ خلق ہے اور اس عالمِ خلق میں چار منزلیں ہیں۔

منزلِ اوّل: ناسوت جو تحت الثریٰ سے اوّل آسمان تک ہے جسے عالمِ اجسام بھی کہتے ہیں۔

منزلِ دوم: **ملکوت** جو اوّل آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہے اسے آدم دعالم ارواح و مثال بھی کہتے ہیں۔

منزلِ سوم: **جبروت** جو سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر عرش کے اوپر تک ہے اسے مرتبہ صفات تفصیلیہ بھی کہتے ہیں۔

منزلِ چہارم: **لاہوت** جو عرش کے اوپر سے لے کر لامکان تک ہے اسے مرتبہ صفاتِ اجمالیہ بھی کہتے ہیں۔

کیونکہ ایک مرتبہ وجود کا خود ذاتِ حق ہے، سو مرتبہ ذاتِ حق کو ہاہوت کہتے ہیں۔

تنزّلاتِ ستّہ

یہ ظاہر ہے کہ مصنوعات سے صانع کا ظہور ہوتا ہے ورنہ کیونکر پتہ لگے پھر خود صانع میں ایک مرتبہ ذات کا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ صفات کا، پھر صفات میں بھی ایک مرتبہ جامعیت اور اجمال کا ہوتا ہے، ایک مرتبہ تفصیل کا، اور ہمیشہ ذات کا نشان صفات سے لگتا ہے اور اجمال کا پتہ تفصیل سے۔ جب یہ سب باتیں سمجھ میں آگئیں تو اب سمجھیے کہ مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہم کو علم ہوا۔ تو ظہورِ علمی کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظہور اللہ تعالےٰ کا مخلوقات سے ہوا۔ پھر اسی قاعدہ مذکور کے موافق اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تفصیلیہ سے صفاتِ اجمالیہ

اور ان سے ذات کا پتہ لگے گا۔ اس لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اول ظہور اللہ تعالیٰ
کا صفتِ جامعیت و اجمالیہ سے ہوا۔ پھر صفاتِ تفصیلیہ سے ہوا۔ پھر مخلوقات
سے ہوا۔ اب مخلوقات میں ایک عالمِ ارواح ہے اور ایک عالمِ اجسام اور چونکہ ان
میں بوجہ غایت لطافت و کثافت کے مناسبت ہے نہیں، ان کے تعلق کے لیے
ایک ایسی چیز پیدا کی جس کو دونوں سے مناسبت ہے اس کو عالمِ مثال کہتے ہیں
تو مخلوقات کی ترتیب میں روح پہلے ہوئی۔ پھر عالمِ مثال، پھر عالمِ اجسام پھر
عالمِ اجسام میں سب سے آخر انسان پیدا ہوا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح
کی صفتیں پیدا کر دیں۔ اس وجہ سے اس کو جامع کہتے ہیں۔ جس ترتیب سے
مخلوقات پیدا ہوتی گئی۔ ظہور صانع کا بڑھتا گیا۔ تو اب یہ کہہ سکتے ہیں
کہ بعد ظہور مرتبۂ تفصیلیہ کے عالمِ ارواح سے ظہور ہوا۔ پھر عالمِ مثال سے پھر
عالمِ اجسام سے۔ پھر انسان سے، پھر دو مرتبے ظہور کے تو صفات میں تھے
اور چار مخلوقات میں تو یہ چھ ظہور علی الترتیب اعتبار کئے گئے۔ ان ہی چھ
ظہور کو تنزلاتِ ستہ کہتے ہیں۔ اور تنزل ان کی اصطلاح میں ظہور کو کہتے
ہیں نہ کہ آسمان سے زمین پر اور نہ انسان کے اندر آجانے کو۔ سو تنزلات
کے تو چھ مرتبے ہوئے اور وجود کے سات مرتبے۔ کیونکہ ایک مرتبہ وجود کا
خود ذاتِ حق ہے، سو مرتبۂ ذاتِ حق کو ھاھوت کہتے ہیں اور مرتبۂ
صفاتِ اجمالیہ کو لاھوت اور مرتبۂ صفاتِ تفصیلیہ کو جبروت اور

اعیانِ ثابتہ اور حقیقتِ آدم اور عالمِ ارواح و مثال کو ملکوت اور عالمِ اجسام کو ناسوت اور عالمِ انسان کو مرتبۂ جامعہ کہتے ہیں۔

سوم مرتبہ ذاتِ حق کو ھاھوت کہتے ہیں۔ یعنی ذاتِ حق کا تصوّر جبکہ بلالحاظ صفات اور اس کی قابلیت کے ہو۔ اس حیثیت سے کہ تمام چیزوں سے مجرد ہو۔ تو اس تجرّد کو مرتبۂ احدیت بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حُبِّ صرفہ اور لاتعین اور غیبِ مطلق اور باطن وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو تنزلات سے کوئی تعلق نہیں۔

اور مرتبۂ صفاتِ اجمالیہ کو لاھوت یا نزولِ اوّل جس کو طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں تعینِ اوّل کہتے ہیں۔ یعنی حق سُبحانہٗ تعالیٰ کا علم اُس کی ذات و صفات کے لئے اور تمام موجودات کے لئے اجمال کے طور پر ہو یعنی بعض موجودات کو بعض سے ممتاز کئے بغیر ہو جیسا کہ درخت کے بیج کے دانے میں پھل، پھول، پتے اور شاخیں مجمل طور پر پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن یہ سب نظری ہیں نہ کہ ظاہری معنی کے مطابق یعنی وہ سبحانہٗ تعالیٰ محض اپنی ذات سے قائم ہے اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہے۔ (اور تنزّل کے اصطلاحی معنی اپنی پہلی ہی ذات اور صفات کو قائم رکھتے ہوئے کسی چیز کا ظاہر ہونا) اس کو مرتبۂ وحدت بھی کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق و حقیقتِ محمدی اور تعینِ اوّل اور قلمِ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

نزولِ دوم: یا تعینِ دوم یہ ہے کہ علمِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور تمام موجودات کے واسطے تفصیل کے طریق پر ہو یعنی وہ علم بعض موجودات کو

بعض سے ممتاز کر دیتا ہو جیسا کہ مثال سابق میں دانے سے پتوں اور شاخوں اور پھل وغیرہ کا امتیاز۔ اس مرتبہ کو واحدیت کہتے ہیں اور حقیقتِ انسانی اور اعیانِ ثابتہ بھی کہتے ہیں۔ نزول کے یہ دونوں مرتبے قدیم ہیں۔ اور ان میں تقدم اور تاخر عقلی اور بیانی ہے نہ کہ زمانی۔ کیونکہ وہ سبحانہٗ تعالیٰ مع اپنی ذات وصفات کے ہر وقت اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (اب تک ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) اِن مراتب مذکورہ کو مراتبِ الٰہیہ کہتے ہیں۔ اور واحدیت کے مرتبے میں الوہیت کی صفات سے متصف ہونا ہے کہ وہ صفتیں وجوبیہ ذاتیہ ہیں۔ اگر یہ حیثیت مجموعی ذات کا تمام صفات سے متصف ہونا ملحوظ ہو تو اس کو لاہوت کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اور اگر تفصیل وار جدا جدا ہر صفت سے متصف ہونا ملحوظ ہو تو مرتبہ جبروت کہلاتا ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ذاتی صفتوں مثلاً علم، سمع، بصر اور قدرت وغیرہ سے متصف ہونے کو مرتبہ لاہوت کہتے ہیں اور عملی صفتوں مثلاً جلانا اور مارنا وغیرہ سے متصف ہونا جبروت کہلاتا ہے۔

نزول سوم: یہ مرتبہ عالم ارواح کا ہے اور یہ اشیائے کونیہ سے عبارت ہے جو کہ مجرد اور بسیط ہیں اور اپنی ذاتوں اور مثالوں پر ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو عالم ملکوت یعنی ارواح اور فرشتوں کی دنیا اور عالم غیب بھی کہتے ہیں۔

نزول چہارم: یہ مرتبہ عالم مثال کا ہے۔ اور یہ اُن اشیائے کونیہ سے مراد ہے جو کہ مرکب اور لطیف ہیں اور وہ اجزا ہونے، تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے

اور مل جانے کو قبول نہیں کرتیں اور یہ عالمِ اجسام اور ارواح کے درمیان برزخ ہے

نزولِ پنجم: یہ مرتبہ عالمِ اجسام کا ہے جو اشیائے کونیہ مرکبہ کثیفہ سے عبارت ہے جو کہ جزو اور ٹکڑے ٹکڑے اور تقسیم ہونے کو قبول کرتی ہیں۔ اس کو عالمِ ناسوت بھی کہتے ہیں۔

ناسوت ناس سے مشتق ہے یعنی انسان۔ عالمِ ناسوت کو عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں۔ اس سے آگے حضرت انسان مظہرِ اتم و اکمل صفاتِ الٰہی ہے۔ ان مراتب سہ گانہ (نزولِ سوم، چہارم و پنجم) کو مراتب امکانی کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یوں سمجھیئے کہ اللہ تعالےٰ (ذات احدیت) ایک مخفی خزانہ ہے اس نے اپنی معرفت کرانے کے لیئے پہلے مرتبۂ وحدت اور واحدیت میں اپنی صفات اور اسمار کو ممیز کیا پھر عالمِ ارواح، مثال اور اجسام کی ترتیب اور تکوین کے ساتھ انسان کو پیدا کرکے مظہرِ اتم و اکمل اپنی صفات اور اسمار کا بنایا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ پانچ عالمِ امر سے متعلق ہیں۔ اور پانچ عالم خلق سے، لطائف امر کی جڑیں عرش کے اوپر ہیں اور جسم انسانی میں اُن کے مختلف ٹھکانے ہیں۔ یہ لطائف قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ ہیں۔ لطائف عالم خلق نفس اور اربعہ عناصر ہیں جن کی اصل لطائف عالمِ امر کی اصل ہے جملہ لطائف مختلف انوار سے منوّر اور مختلف اولو العزم انبیار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہیں۔

لطائف ستہ: جسم انسانی میں چھ مواضع ہیں جن پر فیوض وانوار وبرکات الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

عالمِ خلق عالمِ امر عرش مجید

بعض مخلوقات مادہ اور مقدار والی ہیں اِن کو مادّیات کہتے ہیں۔ تمام آسمانی جسم (مثل ستارے، سیارے، سورج، چاند، ہوا، پانی، مٹی، آگ وغیرہ) مادّیات کہلاتے ہیں۔ اور بعض مخلوقات مادہ اور مقدار سے خالی ہیں اُن کو مجرّدات کہتے ہیں انسانی روحیں اور دیگر لطیفے یعنی قلب، سر، خفی، اخفیٰ مجرّدات ہیں۔ مادّیات کو عالمِ خلق یا عالمِ شہادت یا عالمِ اجساد یا اجسام کہتے ہیں۔ اور مجرّدات کو عالمِ امر یا عالمِ غیب یا عالمِ ارواح کہتے ہیں۔

عرش مجید: حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات میں سے ہے اور عالمِ کبیر (تمام کائنات کا مجموعہ) میں عالمِ خلق اور عالمِ امر کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور اگرچہ زمین کی نسبت آسمانوں کے ساتھ زیادہ مناسبت ہونے کی وجہ سے آسمانوں میں گنا جاتا ہے لیکن اِن دونوں سے الگ ہے اور اس کے احکام و آثار ان دونوں کے احکام و آثار سے جُدا ہیں۔

اب جاننا چاہیئے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ عالم امر کے اور پانچ عالم خلق سے ہیں۔ عالم امر کے پانچ یہ ہیں۔ قلب[۱] روح[۲]، سر[۳] خفی[۴]۔ اخفیٰ[۵] اور عالم خلق کے پانچ لطائف یہ ہیں۔ لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ یعنی آگ، ہوا، پانی خاک) عالم امر اس لئے کہتے ہیں کہ محض "کن" کے امر سے ظہور میں آیا ہے اور عالم خلق بتدریج پیدا ہؤا ہے۔ اور دائرہ امکان اِن دونوں عالم کو ملاتا ہے۔ دائرہ امکان کا نصف حصہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے اور اس کا دوسرا بالائی نصف حصہ عرش سے بالا بالا ہے اور عالم امر اوپر کے نصف حصے میں ہے۔

بزرگوں نے ان لطائف کو ایک دائرہ کی صورت میں ظاہر کیا ہے نصف دائرہ عرش کے اوپر عالم امر میں ہے اور نصف دائرہ عرش کے نیچے عالم خلق میں ہے اس کو عالم امکان بھی کہتے ہیں اور یہ عالم امر کو بھی شامل ہے یعنی عالم امر کے اصول بالائے عرش ہیں اور فروع عرش کے نیچے عالم خلق کے ساتھ ہیں۔ لیکن نصف دائرہ بالائے عرش میں عالم خلق نہیں ہے اس دائرہ کی صورت یہ ہے۔
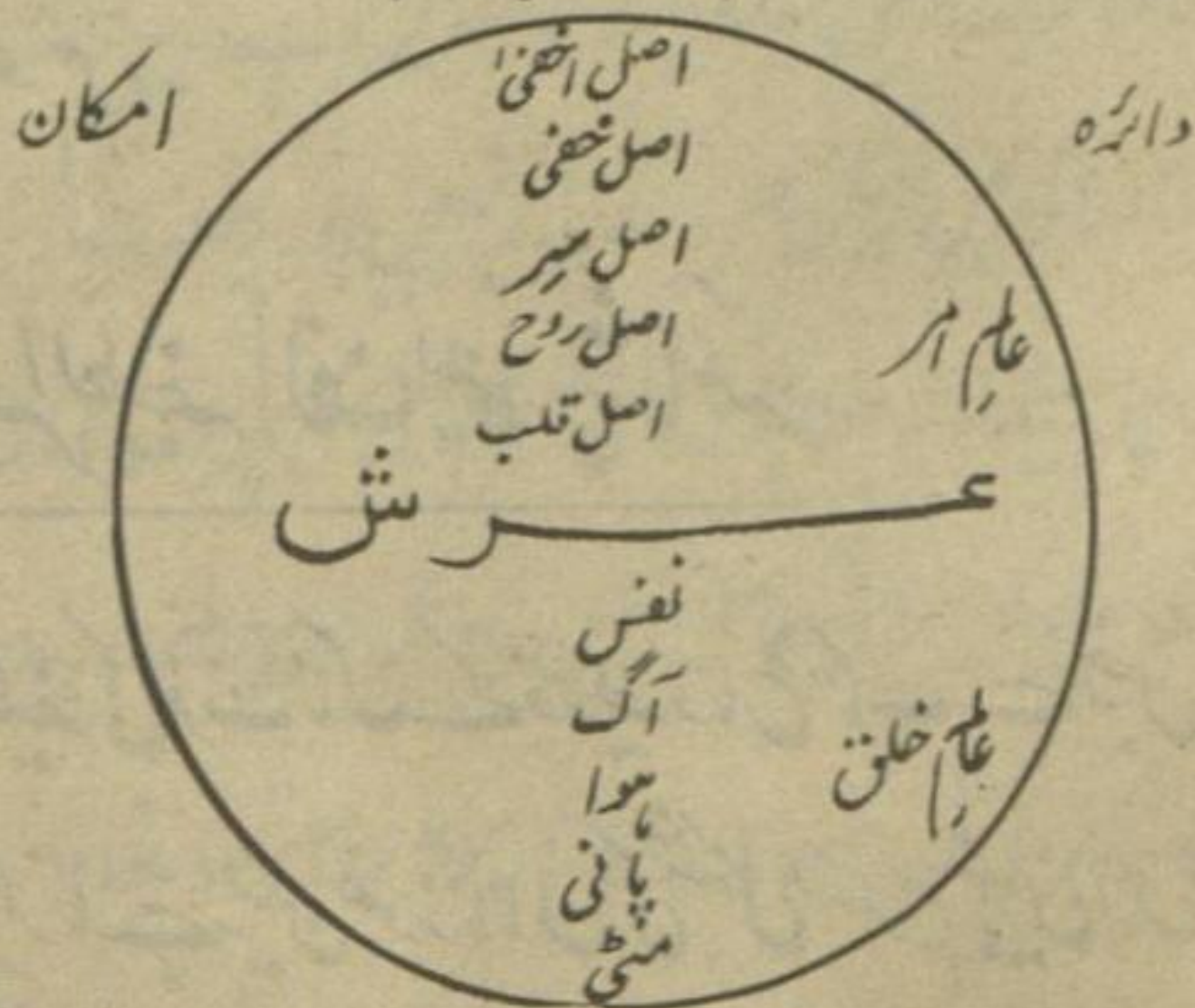
بیانِ لطائف: لطائف کے معنی ہیں غایت باریک، غیر مدرک جو مدرک میں نہ آسکے۔

لطائفِ خلقی: پانچ لطائف عالمِ خلق کے یہ ہیں۔

۱- پہلا لطیفہ ید یعنی دست (لامسہ)

انسان کی انگلیوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوتِ لمس پیدا کی ہے جس کی بدولت انسان کسی چیز کی نرمی یا سختی کا احساس و ادراک کرتا ہے لیکن یہ قوتِ لامسہ خود غیر مدرک ہے، نہ ہی یہ ادراک میں متصور ہے۔

۲- دوسرا لطیفہ فہم یعنی ذائقہ

قدرت نے انسان کے ذہن میں اس لطیف قوتِ ذائقہ کو خزینہ کیا جس سے انسان کسی چیز کی تلخی ترشی، شیریں کیفیت کو معلوم کرتا ہے اور ان کے آثارِ کیف بلا جسم ہیں۔

۳- تیسرا لطیفہ الف یعنی شامہ

اس لطیفہ کی قوت ناک کے ذریعہ دماغ تک ہے جس سے کہ بدبو، خوشبو وغیرہ میں تمیز کرتا ہے۔ لیکن صورتاً ان کی شکل معلوم نہیں اس میں دو حصے ہیں،

ایک بدنی ادراکی جو اثر کو قبول کرتا ہے اور دوسرا حصہ غیر ادراکی۔ واللہ اعلم

۴۔ چہارم لطیفہ بصر یعنی نظر:

اس لطیفہ میں اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت سے ایک قوتِ بینائی کو رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتی ہے۔ خود ان کی روشنی کوئی مستقل چیز نہیں جو دوسروں کے ادراک میں آسکے۔ یہ قوت صفتِ بصیر کی تجلّی کا عکس ہے اور اس کے لئے چشم ظاہر بمنزلہ مظہر و شیشہ کے ہے۔

۵۔ پانچواں لطیفہ اُذن یعنی سمع

اس کا تعلق قدرتِ کاملہ نے کان کے ساتھ کردیا۔ جس کی بدولت انسان دُور دراز منزل سے اور نزدیک سے مطالب و مقاصد کے جملہ نقطے اخذ کرتا ہے۔ اور معاملات و معاشرات متعلق بہ کونیہ مکانیہ بسر کرتا ہے۔ یہ قوت بھی غیر مدرک ہے۔ گو اس کے آثار ادراکی ہیں لیکن صورت پذیر نہیں اور یہ صفتِ السمیع کا برزخ ہے

آگاہی: جاننا چاہیئے کہ یہ لطائفِ خلقی، عالمِ خلق کی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں۔ عالمِ امر میں ان لطائف کو رسائی حاصل نہیں۔ چونکہ روح عالمِ امر سے ہے اور عالمِ امر کا تعلق ذات کے ساتھ ہے اس لئے روح کا روحی تقاضا یہ ہے کہ ذات کا وصل حاصل ہو۔ اس لئے جب اللہ تعالےٰ نے شکل انسانی کو بنایا تو اس عالم

خلق میں چند جگہ میں عالم امر کے لطائف کا بھی جسمِ انسانی میں تعلق پیدا کر دیا تاکہ عالم امر کا جذب و عشق پیدا ہو۔ اور یہ بدن انسانی جو خلق میں ہے کو عالم امر میں لے جا کر سعادت و نجات و فلاحِ اُخروی عطا فرما دیں۔ اور قُربِ خاص کے ساتھ نوازیں۔ اور اعلیٰ علیین میں لباسِ محبوبیت و معشوقیت پہنا کر بٹھلائیں اور جب یہ اَللہ اَللہ کہے تو محبوبِ حقیقی کی طرف سے لَبَّیْکَ یا عَبْدِی (میں حاضر ہوں میرے بندے) کی ندا سے بہرہ یاب ہو۔ اسی واسطے فرمایا "انسان کو تمام مخلوقات سے بہت اچھی صورت میں پیدا کیا" پھر ہم نے اسے نیچے پھینک دیا یعنی عرش سے عالم امر کا محل اس کا بدن بنا دیا تاکہ عالم امر اور عالم خلق دونوں جہاں کی نعمتوں کا یہ بدن عالم خلق میں رہ کر مشاہدہ کر کے تصرفات دنیا و ما فیہا میں جاری کرے اور دنیا میں خلیفہ اللہ تعالےٰ کا بنے پھر فرمایا کہ اسی جامعیت کے سبب سے یہ عالی ہمت ہو گیا۔ پھر اسے زمین پر پھینک دیا "تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عالی ہمت میری اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرتے ہوئے اس کو اس کی خواہشات سے توڑ کر میری خوشی اور رضا میں لگائے یہ اسی کا کام ہے مخلوق میں سے کوئی اور اس بوجھ کو اُٹھا نہ سکتا تھا۔ کیونکہ اُن میں یہ جامعیت نہ تھی اور عالی ہمت نہ تھے اسی لئے وہ ڈر گئے اور یہ بوجھ اُٹھانے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ

ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنی اپنے نفس پر ظلم کر کے میری اطاعت میں لانے والا۔

جَہُوْلًا کے معنی میری اطاعت اور یاد میں لذائذ نفسانی، ملکاتِ رذیلہ کو بالکل

بھول جانے والا اور پھر میری یاد میں ایسا محو ہو جانے والا کہ میرے مشاہدہ میں آ

کر تمام غیر اللہ کو بھول جائے۔ پھر فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ہم نے بنی

آدم کو بڑی عزت دی یعنی ایسی عزت تمام مخلوق میں اور کسی کو نہیں دی۔ پھر جوشِ

محبت میں دوسری جگہ فرمایا۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم مجھے یاد

کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

یاد رہے کہ دیگر مخلوق میں سے اگر کوئی اللہ کو یاد کرے تو اللہ اس کو یاد

نہیں کرتا لیکن بندہ اگر اللہ کو یاد کرے تو اللہ تعالےٰ اس وقت اُسے یاد

کرتا ہے۔ اسی عمدہ لقب کی وجہ سے جو خاکی پتلے کو عطا ہوا۔

شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را

آں کہ ایماں داد مشتِ خاک را

ترجمہ: (بے شمار تعریف خدائے پاک کے لئے ہے جس نے خاک کی

مٹھی یعنی انسان کو ایمان دیا)

مشتِ خاک یعنی انسان اور ایمان سے مراد اس جگہ مشاہدہ ہے یعنی

یہ خاک گو بظاہر سب سے زیادہ حقیر و ناچیز اور پاؤں کے نیچے آنے والی شئے

ہے کو اللہ تعالےٰ نے بے بہا نعمت سے سرفراز فرمایا اور وہ ہے مشاہدہ، وصل و دیدار الٰہی جل شانہٗ، جب ہیکل انسانی کی ترکیب سمجھ میں آگئی تو اب مزید تفصیل لطائف امریہ کی بھی جان لے جن پر کہ فیوض و انوار و برکات الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

لطائفِ امریہ

پہلا لطیفہ قلبی: ہے مقام اس کا دو انگشت زیرِ پستان چپ ہے نور اس کا سرخ ہے معرفت کا محل ہے۔ جسے عالم خلق سے تعلق و تعشق دے کر نیچے کی طرف لایا گیا ہے اور گوشت کے ٹکڑے سے جو بائیں پستان سے دو انگشت نیچے کی طرف ہے خاص تعلق بخشا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کسی خاکروب پر عاشق ہو اور اس کے سبب سے اس خاکروب کے گھر رہے۔

آگاہی: اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفتِ ذات و صفات حاصل کرنا قلب مومن کا کام ہے اور اس لطیفہ سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالےٰ سے مناسبت نہیں رکھتی اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا۔

"آسمان اور زمین میں میری گنجائش نہیں ہیں صرف اپنے مومن بندہ کے دل میں سما سکتا ہوں۔"

دوسرا لطیفہ روحی:۔ اس کا مقام جسم انسانی میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے۔

فعل اس کا حضوریٔ باری تعالیٰ ہے۔ نور اس کا سپید ہے محبت کا محل ہے

تیسرا لطیفہ سری :۔ اس کا مقام بائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف

دو انگشت کے فاصلے پر ہے۔ مکاشفہ اس کا فعل ہے نور اس کا سبز ہے

چوتھا لطیفہ خفی :۔ اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف

کو جھکا ہوا ہے۔ بعض کے نزدیک مابین دو ابرو کے ہے۔ مشاہدہ و فنا

اس کا فعل ہے نور اس کا نیلگوں ہے۔

پانچواں لطیفہ اخفیٰ : درمیان پیشانی کے ہے اور کسی کے قول پر اُم الدماغ

اور بعض کے نزدیک اس کا مقام وسطِ سینہ ہے۔ فعل اس کا معائنہ، فنا و الفنا

ہے۔ نور اس کا سیاہ ہے مثل سیاہی چشم کے۔

چھٹا لطیفہ نفس : مقام اس کا زیرِ ناف ہے فعل اس کا غفلت اور نور

اس کا زرد ہے۔ بعد تزکیہ کے رنگ بیرنگی اختیار کر لیتا ہے۔

نوٹ :۔ لطائف ستہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں اور ان کے تواحد

و تعدد میں اختلاف ہوا ہے۔ لیکن ان کے ا[illegible] خاصہ سے ظاہراً اُن کے

تعدد پر استدلال ممکن ہے۔

نفس بقیہ لطائف کے متضاد ہے اور باقی لطائف آپس میں متناسب

ہیں۔ اور ہر تحتانی رتبہ فوقانی کے لئے ممد ہے اور فوقانی تحتانی پر مشتمل ہے

اس لئے فوقانی ذاکر و جاری ہونے سے تحتانی بھی ذاکر و جاری ہو جاتا ہے۔

بعض نے تعیینِ مقامات میں کچھ اختلاف بھی کیا ہے اور وجہ اختلاف کی اختلافِ کشف ہے کیونکہ جملہ لطائف مثل سراپا متعاکسہ (آئینے جن میں عکس نظر آتا ہے) کے ہیں جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ کا نور نظر آیا اُس نے وہیں اس کا مقام سمجھ لیا اور کسی کو مقامِ اصلی مکشوف ہُوا۔

ان مختلف لطائف کے انوار میں بھی اختلاف ہے باعتبارِ اختلافِ مکشوفات۔ مگر سلوک میں اس نوع کے اختلاف مؤثر نہیں اسی بنا پر محققین کا ارشاد ہے۔ کہ مقیّد بہ انوار نہ ہونا چاہیئے کیونکہ مقصود ملکۂ ذکرِ مدام کا پیدا ہونا ہے۔

سوال: شاید تو کہے کہ جب آنکھ دیکھتی، کان سنتے، زبان بولتی اور ناک سونگھتی ہے تو لطائف امریہ یعنی لطیفۂ قلبی کو معرفتِ ذات وصفات، لطیفہ روحی کو حضوری لطیفہ سرّی کو مکاشفہ، لطیفہ خفی کو مشاہدہ وفنا اور لطیفۂ اخفیٰ کو معائنہ وفنا رالفنا کیوں حاصل نہیں ؟

آگاہی: معلوم ہونا چاہیئے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے لطائفِ امریہ خزینہ کیے ہیں وہاں بُری خصلتوں (ملکات رذیلہ) کو بھی [illegible] کی پڑوسنیں بنا کر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ قوتِ شہوت کو قلب کی پڑوسن، غضب و [illegible] کو لطیفۂ روحی، حرص کو لطیفۂ سرّی، حسد اور بخل کو لطیفۂ خفی اور تکبّر و فخر کو لطیفۂ اخفیٰ کی پڑوسن بنا دیا ہے۔ جب یہ رذیلہ قوتیں غالب ہوتی ہیں اور انسان گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی سیاہیاں ان لطائف پر پڑجانے کے باعث یہ لطائف سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان لطائف کی

استعدادیں دب جاتی ہیں جس طرح ایک عمدہ قسم کے آئینے پر سیاہی مل دی جائے تو اس میں کوئی عکس نہیں آتا۔ اسی طرح لطائف امریہ کے آئینوں کا حال ہے۔

یہ لطائف اپنے اصول کے ساتھ انوار مجردہ اور مُصفّا برق سے منوّر و معمور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدۂ حق میں لگے رہتے تھے لیکن اس عالمِ خلق میں اپنی پڑوسنوں یعنی بُری صفتوں (ملکاتِ رذیلہ) کے میل سے مکدر و خراب ہو کر اپنے اصلی وطن کو بھول گئے اور اسفل کی طرف اِن کی کشش ہو گئی اور ملاءِ اعلیٰ کی کوئی بات یاد نہ رہی مگر جن لوگوں نے ایمان کی سلامتی کے ساتھ نیک اعمال کئے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔" بے شک ہم نے آدمی کو بہت اچھے انداز میں پیدا کیا پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے پس ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔" (القرآن)

آخری منزل ہے خود آدم مگر
ہو گیا محروم گرہے بے خبر
اس سفر سے اس کو گر رجعت نہیں
اس سے بڑھ کر کوئی بدقسمت نہیں

(نوٹ) جب اللہ تعالیٰ کی عنایت کسی بندے کے شامل حال ہوتی ہے تو وہ اُسے اپنے کسی دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے جو ریاضات و مجاہدات

و اذکار و افکار کی کثرت سے اس کے لطائف کو ان کی اصل کی طرف رجوع کروا دیتا ہے۔

تبریزؔ کی جو ایک نظر سے مجھے ملا
چلتے پھر اور ہے پھر وہ طعن زن ہوا

فصل: معلوم ہو کہ جس طرح جسم کی بیماریاں ہیں اور اُن کے علاج کے لئے طبیب جسمانی ہیں۔ اسی طرح نفس، قلب و روح کے بھی امراض ہیں (یعنی اوصاف رذیلہ) اور اُن کے علاج کے لئے بھی دوا اور طبیبِ روحانی ہیں تو مشائخ طبیبِ روحانی ہیں۔ اُن کی توجہاتِ باطنیہ بمنزلہ انجکشن کے ہیں۔ اور جو ذکر وہ مریدین کو بعد تشخیص کے تلقین کرتے ہیں بمنزلہ دوا کے ہے اور تعلیمات اُن کی بمنزلہ پرہیز کے۔ پس طالب حق کو چاہیئے کہ طبیبِ روحانی یعنی شیخِ کامل سے قلبی تعلق پیدا کرے۔ اس سے اپنے مرض کی دوا یعنی ذکر حاصل کرے۔ اُس کے ارشادات پر عمل اور اس سے تربیت حاصل کرے۔ کہ قُرب و معرفتِ الٰہیہ حاصل کرنے کے لئے مرشد کے زیر سایہ رہنا ضروری ہے۔

لطیفہ قلبی اور اس کی ٹرینسن پر ذکر کے آثار

جب مرشد کامل کسی طالب کو ذکر تلقین کرتا ہے تو وہ اپنی توجہ و ہمت سے طالب کے قلب میں نسبت القا کرتا ہے اور جس قسم کے انوارات کی ضرورت وہ اپنے نور بصیرت سے معلوم کرتا ہے۔ سالک کے قلب میں منتقل کرتا ہے۔ جب قلب کو اس کی غذا یعنی ذکر و نور حاصل ہو جاتا ہے تو مردہ قلب زندہ ہو جاتا اور قلبِ غافل، قلبِ ذاکر بن جاتا ہے۔ وہی قلب جو ظلمانی تھا نورانی بن جاتا ہے۔ وہی قلب جو گناہوں کے باعث تاریک و سیاہ ہو چکا ہوتا ہے۔ مرشد کامل کی توجہ، ذکر کی مداومت سے نورانی، روشن اور تجلّی گاہِ ذاتِ اقدس بن جاتا ہے۔ یہ بات ایک روشن چراغ سے دوسرے چراغ کو روشن کر دینے کی طرح ہے۔

جب سالک تلقین کردہ ذکر میں مشغول ہوتا اور اسمِ ذات (اللہ) کو اپنے قلب پر نقش کرتا ہے اور بذریعہ اسمِ ذات، ذات الٰہی کی طرف متوجہ رہتا ہے تو ذاتِ الٰہی سالک کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (ترجمہ: پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) جب ذات کی توجہ بندہ کی طرف منعطف ہو جاتی ہے تو ذکر کے انوارات ذاکر کے قلب میں چلے آتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب نور آتا ہے ظلمت کافور ہو جاتی ہے جیسے تاریک کمرے میں بجلی کا بلب روشن ہونے سے کمرہ روشن ہو جاتا اور تاریکی کافور ہو

جاتی ہے ہر نور میں حرارت ہوتی ہے جیسا کہ سورج کے نور میں حرارت، آگ کے نور میں حرارت بجلی کے بلب کے نور میں حرارت جبکہ وہ روشن ہو جائے اسی طرح ذکر کے نور میں بھی حرارت، اور قلب میں آتشِ عشق، محبتِ الٰہیہ کی حرارت جبکہ وہ بیدار ہو جائے۔ تو جب انواراتِ ذکر لحمی حصہ گوشت یعنی مظہرِ قلب پر اثر انداز ہوتے ہیں تو قلب میں مختلف کیفیات مثل کیف و مستی، جذب و شوق وغیرہم پیدا ہوتی ہیں۔ جب کثرتِ ذکر سے قلب روشن و منور ہو جاتا ہے تو عشق الٰہی کی آگ، اور نورِ ذکر قلب کی پڑوسن یعنی شہوت پر غالب آجاتا ہے۔ اور قوت شہوت کی مغلوب ہو جاتی اور اعتدال پر آجاتی ہے۔

اور جان کہ ! شہوت کی حالتِ اعتدال کا نام پارسائی ہے اگر شہوت اپنی حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو "حرص و ہوا" کہلاتی ہے۔ حالتِ معتدل یعنی پارسائی اللہ پاک کو پسند ہے۔ اور اس سے جو خصائل پیدا ہوتے ہیں۔ وہ سخاوت، حیا، صبر، قناعت اور اتقاء کہلاتے ہیں۔ طمع کم ہو جاتی ہے۔ خوف و خشیت اور دوسروں کی مدد کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور شہوت کے حدِ اعتدال سے بڑھنے اور گھٹنے سے حرص و لالچ، خوشامد چاپلوسی، امرا کے سامنے تذلل اور فقرا کو بنظرِ حقارت دیکھنا، بے حیائی، فضول خرچی، ریا۔ تنگدلی، نامردانگی اور حسد وغیرہ خصائل بد پیدا ہوتے ہیں۔

قلب کی طبعی کیفیّت اور روحانی کیفیت میں فرق

قلب کی طبعی کیفیت اس کے تڑپنے پھڑکنے یا حرکات کے تیز ہو جانے سے متعلق ہے اور روحانی کیفیت سے مراد یہ ہے کہ روحانیت پیدا ہو یعنی اتباعِ سُنت میں ترقی ہو۔ ظاہر سُنتوں سے آراستہ اور باطن اخلاقِ حمیدہ سے پیراستہ ہو جائے۔

قلب جاری کی پہچان

جاری قلب کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پڑوسن یعنی شہوت مغلوب ہو جائے حدِ اعتدال پر آجانے کے بعد پارسائی حاصل ہو جائے یعنی سخاوت، حیا، صبر، قناعت وغیرہ پیدا ہوں۔ اور حرص و لالچ خوشامد۔ چاپلوسی، امرائ کے سامنے تذلّل اور فقراء کو بنظرِ حقارت دیکھنا، بے حیائی، فضول خرچی، ریائ تنگدلی، نامردانگی اور حسد وغیرہ خصائل بد دور ہو جائیں۔ فقط قلب کا تڑپنا پھڑکنا قلب کے جاری ہونے کی دلیل نہیں۔ اگر قلب کا پھڑکنا۔ دھڑکنا ہی جاری ہونا ہے تو میں کہتا ہوں ایک فرلانگ کی دوڑ لگاؤ اور قلب پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کیسا جاری ہوتا ہے۔ کیا ایسا قلب جاری قلب کہلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جاری قلب وہ ہے جس میں اللہ کا ذکر ہر دم جاری و ساری رہے ہر

حالت میں، خواہ کھڑا ہو، بیٹھا ہو، یا لیٹا ہو۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔

(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔

الاصلاح :۔

اے طالب مولا! چاہیئے کہ حالتِ بیداری میں مذکورہ بالا صفات کے ساتھ تیرے ہاتھ کام میں اور دل اللہ کی یاد میں ہو، تو "ہاتھ با کار دل بایار" کا مصداق ہو۔ تیرے اوصافِ رذیلہ فنا ہو چکے ہوں۔ تیرا قلب مجلّا و مصفّا ہو کہ سراسر نورِ اخلاص سے روشن و منوّر ہو۔ تیرا ظاہر سنّت سے آراستہ اور باطن مذکورہ بالا اوصاف سے پیراستہ ہو۔ اس لیئے کہ قلب بادشاہ ہے اور اعضاء و جوارح اُس کی رعایا۔ اگر بادشاہ بگڑا ہوا ہو تو رعایا بھی بگڑے گی۔ تیرا قلب تیرا باطن ہے اور تیرے اعمال تیرے قلب کے شواہد۔ کیونکہ برتن سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو کچھ کہ برتن کے اندر ہو۔ اگر تو سارا دن اور ساری رات ہمہ وقت ذکر میں رہے اور تیرے قلب کی دھڑکنیں حیران کُن ہوں۔ لیکن تیرے عقائد و اعمال اور اخلاق بگڑے ہوئے ہوں تو قلب کی اس کیفیت سے دھوکا میں نہ آ کہ تیرا مغز یعنی باطن و قلب چھلکا نہ ہونے کے باعث غیر محفوظ ہے مغز بلا چھلکے کے محفوظ نہیں ہوتا۔ اور چھلکا بغیر مغز کے فقط جلانے اور آگ میں ڈالنے

ہی کے کام آتا ہے۔ چاہیئے کہ تو چھلکا اور مغز (ظاہر اور باطن) دونوں کے ساتھ متصف ہو۔ اگر تیرا ظاہر بنا ہوا لیکن باطن اور قلب بگڑا ہوا ہے تو تو حقیقت میں ریا کار ہے کہ ریا کار کا کپڑا صاف ہوتا ہے، دل گندہ۔ زبان پرہیز گار ہوتی ہے، دل بدکار، ظاہر مسلمان ہوتا ہے مگر دل کافر، بیرون موحد ہوتا ہے مگر باطن مشرک، زہد ظاہر میں ہوتا ہے، دین ظاہر میں ہوتا ہے، لیکن باطن خراب جیسے بیت الخلاء پر قلعی۔

خبردار! احوال، کیفیات، مکاشفات و کرامات پر فریفتہ نہ ہو، بندۂ خدا بن، بندۂ احوال و کیفیات نہ بن۔ اوّل خدا کو راضی کر، وہ اخلاص کے ساتھ شریعت کی پیروی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے راضی ہوتا ہے۔ اعمال پر مداومت کر۔ رضائے دائمی حاصل ہو جائے گی۔ اگر تجھے خدا کی رضا حاصل ہے تو سب کچھ حاصل ہے۔ احوال، کیفیات، مکاشفات و دیدار ہوا کرے یا نہ ہوا کرے۔ بلکہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے سب مخلوق ہے۔ خدا کی تعریف یہ ہے کہ دیکھنے دکھانے میں نہیں آتا۔ اس کی ذات پاک ہے زمان و مکان سے، اس کی ذات پاک ہے ہر قسم کے ادراک سے، اس بے چون و بے چگوں ذات کو بے چونی و بے چگونی میں تلاش کر کہ "کمالِ معرفت در حیرت است" اور معرفتِ الہیہ بغیر بندگی کے محال ہے اور مقامِ عبودیت سے اونچا کوئی مقام نہیں قولہ تعالیٰ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اگر تجھے عبدیت حاصل نہیں تو تیرے احوال

تیرے حق میں استدراج ہیں۔

استدراج و کرامت میں فرق

کرامت وہ خوارق عادت ہے جو موحد متبع سنّت متقی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ اور جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہ ہو اُس سے ظاہر ہونے والی خوارقِ عادت، کرامت نہیں، استدراج ہے۔ استدراج کو کرامت سمجھ کر ولی الشیطان کو ولی الرحمٰن نہ سمجھ۔

لطیفۂ روحی پر انوارِ ذکر کے آثار

جب ذکر الٰہی کی بدولت دوسرا لطیفۂ روحی بھی روشن و منوّر ہو جاتا ہے تو اس کے انوارات بھی اپنی پڑوسن یعنی غضب و غصہ پر غالب آکر اُسے مغلوب کر لیتے ہیں اور جب پیر کامل کی تربیت سے قوتِ غضبیہ حالت اعتدال پر آجائے تو قوتِ غضب و قوتِ شہوت کا اعتدال اور حسن یہ ہے کہ یہ دونوں قوتیں حکمت اور شریعت کے اشارے پر چلنے لگیں اور مہذّب و مطیع شکاری کُتّے کی طرح شریعت کی فرمانبردار بن جائیں۔ کہ قوتِ غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور یہی عند اللہ پسندیدہ ہے اس سے شجاعت، لطف و کرم، دلیری، جودت، بُردباری، استقلال، نرمی اور غصّہ کے ضبط کا مادہ، ہر

کام میں دور اندیشی و وقار پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر اس میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کا نام تہوّر ہے۔ اس سے ناعاقبت اندیشی، شیخی بگھارنا، غصہ سے بھڑک اٹھنا تکبّر، خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس میں کمی ہوتی ہے۔ تو بزدلی، بے غیرتی و بے حمیتی اور وہ حرکات پیدا ہوتی ہیں جو چھچھوراپن کہلاتی ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ وہ عدل سے کام لے اور قوتِ عدل کا اعتدال یہ ہے کہ قوتِ غضبیہ و قوتِ شہوت دونوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ان کو دین اور عقل کے اشارہ کے ماتحت بنائے رکھے۔ گویا عقل تو حاکم ہے اور یہ قوتِ عدل اس کی پیش کار ہے۔ جدھر حاکم کا اشارہ پاتی ہے اس جانب جھک جاتی ہے اور اس کے موافق احکام جاری کرتی ہے پس جس وقت یہ حالت قابلِ اطمینان اور لائقِ تعریف ہو جاتی ہے تو انسان احسن الخلق اور خوب سیرت کہلائے گا۔ یہ قوتِ عدل اگر اعتدال میں ہو تو انسان مدبّر و منتظم، ذکی اور سمجھدار ہوتا ہے اس کی رائے صائب ہوتی ہے اور ہر مضمون میں چلتی ہے۔ اور جودت کہلاتی ہے اور اگر حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو دھوکہ بازی اور مکاری کہلاتی ہے اور اگر عقل کی قوت میں کسی قسم کا نقصان اور ضعف ہو گا تو کند ذہنی اور حماقت کہلائے گا جس کا اثر یہ ہو گا کہ ایسا آدمی جلد دوسرے کے دھوکے میں آئے گا۔

اسی طرح جب تیسرا لطیفۂ سرّی بھی روشن و منوّر ہو کر اپنی پڑوسن یعنی حرص کو مغلوب کرے اور لطیفۂ خفی اپنی پڑوسن حسد و بخل کو اور لطیفۂ اخفیٰ اپنی پڑوسن

تکبّر و فخر کو مغلوب کر لے اور یہ ساری قوتیں اعتدال پر آ جائیں تو مقصود ہاتھ آئے کہ شریعت میں ہر چیز کا اعتدال مقصود ہے۔ یہ بھی جان لو کہ قوتِ عقلیہ کے اعتدال کے درجہ کا لقب "حکمت" ہے اور افراط کے درجہ کا نام "جذبرہ" ہے۔ جو تفریط کا درجہ ہے اس کو "سفاہت" کہتے ہیں اسی طرح قوتِ شہویہ کے افراط کا درجہ فجور ہے۔ تفریط کا درجہ "جمود" ہے اعتدال کا درجہ "عفت" ہے اور قوتِ غضبیہ کا درجۂ افراط "تہور" ہے اور گھٹا ہوا درجہ "جبن" ہے اور اعتدال کا درجہ "شجاعت" ہے۔ تو یہ نو چیزیں ہوئیں۔ جو تمام اخلاقِ حسنہ وسیئہ کو حاوی ہیں۔ یعنی حکمت[۱] عفت[۲]۔ شجاعت[۳] باقی سب رذائل ہیں۔ تو اصول اخلاقِ حسنہ کے یہ تین ہیں اور ان تینوں کے مجموعہ کا نام "عدالت" ہے۔ اس لئے اس امّت کا لقب "امّتِ وسط" یعنی امّتِ عادلہ ہے۔ غرض انسان وہ ہے جس میں اعتدال ہو۔ اب آپ دیکھیں کہ دنیا میں بزرگ تو بہت ہیں لیکن انسان بہت کم ہیں چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند

ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

(یعنی تم زاہد شیخ اور عقلمند اور سب کچھ تو بن گئے لیکن انسان نہ بنے)

ایضاً۔ جان لے کہ خلق سے مراد صورتِ ظاہری ہے اور خُلق سے مراد صورتِ باطنی ہے۔ جس طرح خوبصورت حسین اسی وقت کہلا سکتا ہے جبکہ ہاتھ پاؤں آنکھ

کان غرض سارے اعضا مناسب اور خوبصورت ہوں اسی طرح حسن خلق یعنی خوب سیرتی اس وقت حاصل ہو گی کہ اس کی تمام باطنی حالتیں قابل تعریف اور پسندیدہ ہوں اور باطنی حالات کا حسن اور خوبی موقوف ہے ان چار قوتوں کے اعتدال پر جن کا نام قوتِ علم، قوتِ غضب، قوتِ شہوت، قوتِ عقل ہے۔ اگر ان میں بھی افراط و تفریط ہو گئی تو حسنِ خلق نہ ہو گا۔ اور جس وقت قوتِ علم، قوتِ عقل، قوتِ غضب، قوتِ شہوت، یہ ساری قوتیں حدِّ اعتدال پر ہوں تو اُس وقت انسان کو خوب سیرت کہا جائے گا۔ کیونکہ اعتدال سے گھٹنا اور بڑھنا دونوں حالتیں حسن سے خارج ہیں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ "ہمارے بندوں کی یہ شان ہے کہ نہ وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل۔ بلکہ اس کے بین بین حالت پر رہتے ہیں"۔

جس طرح حسنِ ظاہری میں کمی اور بیشی ہوا کرتی ہے کہ کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسنِ باطنی میں بھی لوگ متفاوت ہوتے ہیں۔ پس سب سے زیادہ خوب سیرت تو سرورِ عالم رسولِ مقبول سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی شان میں آیت کریمہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہ نازل ہوئی ہے آپ کے بعد جس مسلمان کو آپ کے اخلاق کے ساتھ جتنی مناسبت ہو گی۔ اُسی قدر اس کو حسین سیرت کہیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سیرتِ باطنی میں جس قدر بھی حسن ہو گا اسی قدر اس کو سعادتِ اُخروی حاصل ہو گی۔

!۱۶۔ سعادتِ اُخروی یہ ہے کہ تو مقصودِ حقیقی یعنی خدا تک پہنچ جائے ایسی

حالت میں کہ تو اس کا مقبول و محبوب ہو۔ اور اس دنیا میں تو نے جو معرفت حاصل کی ہو وہ مبتدل بہ نظر و دیدار ہو جائے۔

جان لے کہ معرفتِ الٰہیہ کا مدار قربِ الٰہی پر ہے جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنی ہی معرفت بھی بڑھے گی لیکن یہ اس وقت ہوگا جب تیری روح میں اتنا کمال پیدا ہو جائے کہ وہ قربِ الٰہی حاصل کئے ہوئے ہو اور تو جب چاہے اور جہاں چاہے اپنی روح کو جسم سے جدا کر کے لے جائے! اور اس کمال کو حاصل کرنے کے لئے تجھے ضرورت ہے ایسے رہبرِ کامل کی جو تجھے ذکر و فکر و مجاہدہ و ریاضت کا طریق تلقین کرے اور تیری اصلاح و تربیت کر کے تجھے خدا تک پہنچاوے کہ علمائے کرام کا کام بتلانا پڑھانا سکھانا ہے اور رہبر یا مرشد کا کام خدا کے طالب کو خدا تک پہنچانا ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ اوّل مرشد کامل لطیفۂ قلبی پر ذکرِ اسمِ ذات تلقین کرتا ہے اور اصلاحِ لطائف اور سلطان الاذکار حاصل ہو جانے کے بعد سالک کی روح کو اپنے احاطۂ روح میں لے کر عالمِ بالا میں کھینچ لے جاتا ہے اور اوپر کے لطیف عوالم جہاں نہ کفر ہے نہ شرک نہ فسق نہ فجور وہاں پہنچ کر روح کی صحت پر ایسے ہی اچھا اثر پڑتا ہے جیسے صحت افزا مقام کی سیر و سیاحت سے جسمانی صحت پر اور بعد انقطاعِ منازل جتنا قربِ الٰہی زیادہ ہوگا۔ اتنی ہی معرفتِ الٰہیہ بھی زیادہ ہو گی پس اگر اجمالی معرفت تفصیلی ہوگئی تو گوہرِ مقصود تجھے حاصل ہو گیا کہ یہی معرفت آخرت میں

نظر و دیدار میں بدل جائے گی۔ اور جان لے کہ انسان، روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور اس کی تخلیق کا منشاء عبادتِ الٰہیہ سے خالق کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اور تمام عبادات کی بنیاد طہارت پر ہے اور تصوف کی حقیقت ابتدائی مرحلہ میں طہارتِ قلبی اور آخری مرتبہ میں مزاج دانی ہے۔

طہارت کے چار مراتب

طہارت کے چار مراتب ہیں۔ مرتبہ اوّل ظاہر کو ناپاکیوں اور پلیدیوں سے پاک کرنا، مرتبہ دوم اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچانا، مرتبہ سوم دل کو اخلاقِ مذمومہ و رذائل سے صاف کرنا۔ مرتبۂ چہارم اپنے ضمیر کو ماسوی اللہ سے صاف کرنا۔ جب تک دل خباثتوں سے پاک نہ ہو جائے تب تک طہارت نامکمل ہے۔

اذر قلب کی اصطلاح چار چیزوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ لقموں کی نگرانی۔

۲۔ اطاعت کے لئے فراغ دل

۳۔ حفظِ کرامت

۴۔ ترک غیر اللہ

اِصلاحِ قلب کی اہمیّت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صالح ہو تو تمام بدن صالح ہو اور اگر وہ خراب ہو تو تمام بدن خراب ہو۔ اور وہ دل ہے۔"

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

ایک حدیث میں ہے "جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے۔ اس کی زندگی بھی بے کار ہے۔

نوٹ (یعنی اس کا دل مردہ ہے):

دلِ مردہ دل نہیں ہے اِسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

ایمان و عقائد جن پر سارے اعمال کی قبولیت منحصر ہے قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان کی تکمیل کے لئے ہیں۔ پس

معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے۔ دل بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور اعضاء اُس کے لشکر یا غلام ہیں اگر بادشاہ درست ہو جائے تو توابع خود بخود اس کی مطابقت کرنے لگیں۔

ذکرِ الٰہی مومن کے لئے ایک قلعہ ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا نفس و شیطان اسے اپنے ساتھ مشغول کر لیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آ رہا ہو اور وہ آدمی اس سے بچنے کے لئے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے اسی طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے۔

آگاہی: شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلّت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اُس کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

غافلین کے ساتھ شیطان اس طرح کھیلتا ہے جیسے بچے گیند کے ساتھ۔

حکایت: حضرت مسوحیؒ نے شیطان کو ننگا دیکھا اُنہوں نے کہا تجھے

اصلاحِ قلب کی اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

" انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ صالح ہو تو تمام بدن صالح ہو اور اگر وہ خراب ہو تو تمام بدن خراب ہو۔ اور وہ دل ہے۔"

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

ایک حدیث میں ہے" جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے ہی کے حکم میں ہے۔ اس کی زندگی بھی بے کار ہے۔

نوٹ (یعنی اس کا دل مردہ ہے):

دلِ مردہ دل نہیں ہے اِسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

ایمان و عقائد جن پہ سارے اعمال کی قبولیت منحصر ہے قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان کی تکمیل کے لئے ہیں۔ پس

معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے۔ دل بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور اعضاء اُس کے لشکر یا غلام ہیں اگر بادشاہ درست ہو جائے تو توابع خود بخود اس کی مطابقت کرنے لگیں۔

ذکرِ الٰہی مومن کے لئے ایک قلعہ ہے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا نفس و شیطان اسے اپنے ساتھ مشغول کر لیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آرہا ہو اور وہ آدمی اس سے بچنے کے لئے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے اسی طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے۔

آگاہی: شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

غافلین کے ساتھ شیطان اس طرح کھیلتا ہے جیسے بچے گیند کے ساتھ۔

حکایت: حضرت موسیٰؑ نے شیطان کو ننگا دیکھا اُنہوں نے کہا تجھے

آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔

ابو سعید خزار رح کہتے ہیں۔ . کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا میں لکڑی سے مارنے لگا اس نے ذرا بھی پروا نہ کی غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

حضرت جنید رح سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کوئی آدمی ہیں۔ آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیے۔ حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکا میں

نہ پڑ جانا۔

ذکرِ الٰہی سے غفلت شیطان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف ہے

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (الزخرف)

ترجمہ: "جو شخص ذکرِ الٰہی سے آنکھ چرا لے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ سو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔"

وقولہ تعالیٰ:۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۝

ترجمہ: ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے۔ سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔"

پس واضح ہو گیا کہ اللہ کی یاد سے غافل ہونا شیطان سے تعلقات استوار کرنا ہے اور اللہ سے تعلق توڑنا اور شیطان سے رشتہ جوڑنا ہے۔ جو شخص ذکر سے غافل ہوا۔ حزب اللہ سے نکل گیا اور حزب الشیطان میں داخل ہو گیا۔

ف: حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے ذکر میں مشغول نہیں ہوتا، نفس و شیطان اسے اپنے ساتھ مشغول کر لیتے ہیں۔ یعنی جو شخص اللہ کے ذکر کا عادی نہیں ہوتا وہ لایعنی و فحش بلکہ زشت و مکروہ گفتگو کا عادی بن جاتا ہے۔

اور انجام کار پچھتاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کہ فحش کلامی کرنے والے پر بہشت حرام ہے۔ اور فرمایا کہ دوزخ میں کچھ لوگ جائیں گے کہ جن کے دہن سے پلیدی نکلے گی اور اس کی گندگی سے تمام اہلِ دوزخ فریاد کرینگے اور کہیں گے کہ یہ کون ہیں تو کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جس جگہ فحش کلامی کی جاتی تھی یہ اس کو دوست رکھتے تھے اور خود بھی فحش کلامی کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم میسرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص فحش کلامی کرے گا قیامت کے دن کتّے کی شکل میں ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص باتیں بہت کرتا ہے وہ اکثر غلط گو ہوتا ہے اور جو شخص زیادہ گو ہوتا ہے وہ زیادہ گناہ گار ہوتا ہے اور جو زیادہ گناہ گار ہو اس کے لئے دوزخ کی آگ زیادہ بہتر ہے اور یہی وجہ تھی کہ جناب صدیقؓ منہ میں پتھر لئے رہتے تھے تاکہ بات نہ کہ سکیں۔

فصل :۔ جاننا چاہیئے کہ انسان جو بھی کچھ بولتا یا کرتا ہے سب کا سب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور بعض لوگ قیامت کے روز جب دیکھیں گے کہ کوئی بھی چھوٹا بڑا گناہ ایسا نہیں بچا جو نامۂ اعمال میں لکھا نہ گیا ہو، تو اس وقت پچھتائیں گے اور حسرت سے کہیں گے کہ ہائے ہم ہلاک ہو گئے۔ افسوس سے انگلیاں کاٹیں گے اور کہنیوں تک چبا جائیں گے اور جب نامۂ اعمال بائیں ہاتھ

میں ملنے پر روتے اور گڑگڑاتے ہوئے اللہ سبحانہ' تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر عرض کریں گے کہ اے اللہ ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے، کھانا' پینا آرام کرنا سب کچھ ترک کر دیں گے اور تیری عبادت کیا کریں گے لیکن جواب میں اللہ سبحانہ' تعالیٰ دھتکار دیں گے جیسے کتوں کو اور جہنم کے فرشتوں کو حکم فرمائیں گے۔ "اِن نافرمانوں کو جہنم میں لے جاؤ" ہیبت ناک فرشتے ہتھکڑیوں میں زنجیریں ڈال کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ طوقوں کی گرمی سے گردنوں کے گوشت جل جائیں گے۔ جسم کچ لہو ان سے بہنے لگیں گے اور دماغ سروں کے اندر کھولنے لگیں گے۔ روئیں گے چیخیں گے پکاریں گے لیکن کوئی فریادرس و مددگار نہ ہو گا۔

اللہ فرمائیں گے اے نافرمانو! کیا دنیا میں مَیں نے تمہیں مہلت نہیں دی تھی۔

تنبیہہ:- اے غافل سمجھ لے کہ وہ مہلت اللہ نے تجھے دے رکھی ہے۔ زندگی کے ساتھ، جوانی، صحت، مال و فراغت اوقات کے ساتھ۔ اِسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زندگی کو غنیمت جانو موت آنے سے پہلے، جوانی کو غنیمت جانو بڑھاپا آنے سے پہلے، صحت کو غنیمت جانو بیماری آنے سے پہلے، مال کو غنیمت جانو افلاس سے پہلے، فراغت اوقات کو غنیمت جانو مشغولیت سے پہلے اور آخرت کے لیے کچھ کر لو۔

مجالسِ ذکر کی اہمیّت

دینی مجلس سے جُدا ہونے والے کو شیطان اس طرح دبوچ لیتا ہے جس طرح ریوڑ سے جُدا ہونے والی بھیڑ کو بھیڑیا دبوچ لیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی سمیٹ لو سُنو! مجالسِ ذکر کو لازم پکڑو۔"

فائدے: (۱) مجالسِ ذکر کی تلاش اور اُن میں شامل ہونا مؤکد بتاکید ہے۔

(۲) ذکرِ الٰہی سے رحمتِ الٰہی کا نزول اور اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے

(۳) ذکرِ الٰہی دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(۴) اولیاء کی ذراسی صحبت ایماندار آدمی کو جنّتی بنا دیتی ہے

(۵) ذکرِ الٰہی ایسی عبادت ہے جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے کسی اور عبادت پر نہیں۔

(۶) وسیلۂ صلحاء اور صحبتِ مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہے۔ ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے بدکار بھی نجات حاصل کر لیتا ہے۔

صاحبو! مجالسِ ذکر و فکر کو غنیمت جانو اور فائدے حاصل کر لو۔

ذکر کے حلقے جنّت کے باغ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب جنّت کے باغوں پر گزرو تو

خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا، ذکر کے حلقے

(ف) مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس اور اِن حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ یہ دنیا میں ہی جنت کے باغ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور اُن کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیے گئے اور تمہاری بُرائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

کسی نے سچ کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

ایک عرصہ تک اولیاء کی صحبت میں رہنا سو سال کی خالص عبادت سے بہتر ہے۔

گر تو سنگِ خارہ مرمر شوی

چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

اگرچہ تو بیکار پتھر ہے۔ لیکن جب کسی صاحبدل کے پاس پہنچے گا تو گوہر بن جائے گا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں :-

اے عزیز! خوب جان لے کہ جس شخص نے غفلت کا پردہ اپنے دل سے اٹھا دیا۔ اور دل کے شیشے کو ذکر کی جلا سے صاف وشفاف کر لیا اس کا سینہ خدائے تعالیٰ کے بھیدوں کا خزانہ ہو گیا۔ اور اُس کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا مطلع بن گیا۔ ہر چیز کے صاف کرنے کے لئے ایک صیقل (ریتی) ہوا کرتا ہے اور دل کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر اور موت کی یاد ہے۔ اگر تو خدا تعالیٰ کی دوستی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے تو سب تعلقوں کو اپنے سر سے پھینک کر اُس کی یاد میں مستغرق ہو جا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی دوستی کی یہی شان ہے کہ اس کو یاد کیا جائے اسی لئے کہا گیا ہے" مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ " (یعنی جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس کا بہت ہی ذکر کرتا ہے) خدائے تعالیٰ کی دوستی کی حقیقت اس کی یاد میں لگے رہنا ہے۔

اے عزیز! حضرت رب العزت کی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل اور خدائے تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے۔ چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طالب مولا کو شروع میں ذکر کے سوا اور کسی کام میں لگنا حرام ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ط (یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ عالم آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت دور جا پڑا ہوگا)

اب دل کے کان سے سن اور ہوش رکھ کہ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ
(سب سے بہتر ذکر "ذکرِ خفی" ہے)

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی دل سے خدائے تعالیٰ کو یاد کرنا (بغیر آواز کے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذکرِ خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں (ذکر جہر سے) ستّر درجے بڑا ہوا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کراماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا۔ کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو، تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں" وہ ذکرِ خفی ہے (مسندِ ابویعلیٰ بروایتِ عائشہ رضؓ) پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد خدائے تعالےٰ کے خزانوں میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظر سے اس کو چھپا کر رکھے اور خدائے تعالےٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے اُس جیسا کوئی نیک بخت نہیں ہے اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو اس راستے میں بہادرانہ آ، اور خدائے تعالےٰ کے ذکر کی چابی سے غفلت کا قفل کھول، زندگی بہت تھوڑی ہے اور سفر بہت لمبا ہے، موت کی

گھڑی سر پر کھڑی ہے اور ایک سخت ڈراونی جگہ پر جانا ہے۔ وہاں نہ کوئی دوست ہوگا جو دوستی کا حق ادا کر سکے۔ نہ کوئی مددگار ہوگا جو کسی قسم کی مدد کر سکے صرف فضل الٰہی کے ساتھ نیک اعمال کام آئیں گے۔ اگر آج کے دن تجھے خدائے تعالےٰ کے ذکر کی عادت ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہان کی دولت اور نیک بختی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ جب ذکر الٰہی کی برکت سے انسان کا دل ماسوٰی کے میل سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو اس کی صفائی حد درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور وہ خدائے تعالےٰ کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور خدائے پاک کی درگاہ کا مقبول بن جاتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی خدائے تعالےٰ کی یاد میں ایسے محو رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک ہر روز آپ کی خدمت میں جاتا رہا لیکن وہ ہر روز اس سے پوچھتے کہ تمہارا کیا نام ہے؟ ایک دن اس نے کہا اے حضرت شیخ! میں بیس برس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور ہر روز جس وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق سے نہیں پوچھتا لیکن ایک نام (اللہ کا) میرے دل پر غالب آگیا ہے اس نے باقی تمام ناموں کو بھلا دیا ہے۔ جس وقت تیرا نام لینا چاہتا ہوں اس نام کی شرم سے تیرا نام میری یاد سے چوک

جاننا ہے۔ پس اے عزیز! جو شخص خدا کا طالب ہے وہ ہر وقت اُس کے
ذکر میں لگا رہتا ہے اور اللہ والوں کی جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے
خدائے تعالیٰ کے ذکر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچنا ممکن نہیں۔
خواجہ عبد اللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ وقت[۱]، دل[۲] اور زندگی[۳] یہ
تینوں تیری پونجی ہیں۔ اگر پونجی ضائع ہو جائے اور بے موقع خرچ ہو تو پھر کہاں
سے دستیاب ہو سکتی ہے؟ سید الطائفہ قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جو سانس
انسان کے سانسوں سے فوت ہو جاتا ہے ممکن نہیں کہ اس کو واپس لا سکیں"
اس لئے ہر ایک سانس کا ایک حق ہے۔ کل قیامت کے روز آدمی سے ہر
سانس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نیت سے اور کس شغل میں گزارا اور اس
میں کیا حاصل کیا۔ جو سانس ذکرِ الٰہی کے بغیر آتا ہے وہ دم مردہ ہے ؎

زندگی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

(یعنی میری زندگی کو زندگی کہنا ہی نہیں چاہیئے۔ کیونکہ زندہ تو وہی
ہے جو اپنے دوست (خدائے تعالیٰ) کے ساتھ میل ملاپ میں ہو)
نقل ہے کہ دو بزرگ کسی شہر میں شیخ ابو الحسن نوریؒ کی ملاقات کے
لئے روانہ ہوئے۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو اچانک انہوں نے
دو بلبلوں کو دیکھا۔ اُن میں سے ایک بزرگ نے جو جانوروں کی بولیاں سمجھتا

تھا، سُنا کہ بلیاں آپس میں کہہ رہی ہیں۔ "ابوالحسن نوریؒ مر گیا"۔ اُس بزرگ نے یہ سُن کر کہا" اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" دوسرے بزرگ نے جب اس بات کی حقیقت پوچھی تو اُس نے جواب دیا کہ یہ دو بلیاں جو آپ دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے کہتی ہیں کہ ابوالحسن نوریؒ مر گیا۔ جب یہ دونوں بزرگ شیخ کے حجرے کے پاس پہنچے تو شیخ موصوف اُن کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے یہ دونوں حیرت میں رہ گئے۔ شیخ نے حیرت کا سبب پوچھا تو انہوں نے اُن دونوں بلیوں کی سرگزشت بیان کی۔ شیخ سُن کر رو دیے اور کہا کہ بلی نے سچ کہا۔ اصل بات یہ ہے کہ آج میں ایک لمحہ بھر کے لئے خدائے تعالےٰ کی یاد سے غافل ہو گیا اس لئے میرے مرنے کی آواز زمین و آسمان میں مشہور ہو گئی اور تمام موجودات میں غلغلہ مچ گیا۔

پس جب ایک دم کی غفلت میں ایسا حال ہے کہ مُردوں کی فہرست میں نام لکھا جاتا ہے تو افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے اپنی ساری عمر غفلت میں گزار دی ہو۔

غور سے سُن! یہی دل کا حضور ہے جو سالک کو زمین سے اُٹھا کر آسمانوں تک پہنچاتا ہے۔ اور چوپایوں کی خصلت والے انسان کو فرشتوں پر افضلیت کا درجہ دیتا ہے۔ یہی دل کا حضور ہے جو نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (یعنی ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں)

کے بھید کو ظاہر کرتا ہے۔ اور فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔
(یعنی جدھر دیکھو ادھر خدا ہی خدا ہے) کی حقیقت کھل جاتی ہے اور
وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں
بھی تم ہو) کے رمز کا مصداق ہو جاتا ہے اور اس ذرّۂ بے مقدار یعنی انسان
کو اپنے قرب کی گدّی پر بٹھاتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے :۔

اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اور یہ بھی آیا ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ثواب ترازو
کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں ساتوں زمینوں اور جو کچھ
ان دونوں کے درمیان میں ہے ان سب کو رکھا جائے تو کلمہ طیبّہ والے
پلڑے کا وزن بہت بھاری پایا جائے گا۔ اور جاننا چاہیئے کہ اس کلمہ
طیبّہ کا مغز اسمِ ذات لفظ اَللّٰهُ ہے اور اس اسم ذات کو اسمائے صفات
پر وہی فضیلت ہے جو ذات کو صفات پر ہوتی ہے۔

آگاہی : جس طرح اللہ تعالےٰ کی تمام صفات اللہ تعالےٰ کی ذات میں
جمع ہیں۔ اسی طرح تمام انوارِ اسماءِ صفات، اسمِ ذات میں جمع ہیں۔ پس طالب
ذات کو چاہیئے کہ وہ شیخِ کامل سے طریقۂ ذکر اسم ذات حاصل کرے تاکہ ذکر
سے مذکور تک پہنچ سکے (معرفتاً)

حکایت : کسی بادشاہ نے بہت سا مال و سامان دربار میں بکھیر دیا اور اعلان کیا کہ جس کا جو دل چاہے اُٹھالے۔ تمام حاضرین دربار نے اپنی اپنی پسند کی چیز اُٹھالی لیکن ایک باندی جو بادشاہ کے قریب کھڑی تھی، وہ مال و سامان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئی۔ بادشاہ نے اُس سے کہا تو بھی اپنی پسند کی چیز اُٹھالے۔ آج جو چاہو وہی ملے گا۔ باندی نے عرض کیا حضور کیا جو میں چاہوں وہ مجھے مل جائے گا؟ بادشاہ نے کہا ضرور ملے گا۔ باندی نے بادشاہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے عرض کیا حضور میں تو فقط آپ ہی کو چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور باندی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔

حضرت ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا "مجھ سے کسی نے کشف و کرامت مانگی، کسی نے احوال و کمالات میں نے سب کو دیا۔ لیکن بایزید مجھ ہی کو چاہتا ہے۔

فائدہ : طالب مولا کو چاہیئے کہ وہ سوائے ذات کے کچھ نہ چاہیئے اور بذریعہ اسمِ ذات، ذاتِ اقدس کی طرف متوجہ رہے، اور کسی طرف بھی متوجہ نہ ہو۔ کہ کشف و کرامت، احوال و کیفیات، بچگانِ طریقت کے لیئے ایک قسم کی تسلّی ہے کہ بچے کھلونوں ہی سے خوش ہو جایا کرتے ہیں۔

آگاہی : اور جاننا چاہیئے کہ جو بھی کچھ دیکھنے میں آتا ہے سب مخلوق

ہے۔ خالق کی تعریف یہ ہے کہ وہ دیکھنے دکھانے میں نہیں آتا۔ تو پس اگر ایک مخلوق نے دوسری مخلوق کو دیکھ لیا تو کیا کمال ہے۔ بلکہ احوال و کیفیات، کشف و کرامات طالبانِ حق پر ابتلاء و آزمائش ہے کہ کون ذات کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کون متوجہ الی الغیر ہو جاتا ہے؟

ایک عاشق مزاج کا واقعہ:

چنانچہ بزرگوں نے ایک عاشق مزاج کی حکایت لکھی ہے کہ کسی دوشیزہ پر فریفتہ ہو گیا اور پیچھے ہو لیا۔ جب وہ دوشیزہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گئی۔ تو اس نے عاشق مزاج سے تعاقب کی وجہ دریافت کی۔ عاشق مزاج نے عرض کیا۔ جناب کے حسن و جمال سے قلب گھائل ہوا۔ حالت ایسی ہو گئی ہے کہ اب اور کسی کام کا نہیں رہا، نہ ہی کسی اور طرف متوجہ ہی ہو سکتا ہوں۔ خدارا میرے حال پر رحم کیجیئے۔ عورت حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ زیرک و چالاک بھی تھی کہنے لگی۔ دیکھو! میری ایک چھوٹی بہن ہے جو مجھ سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے اور وہ میرے پیچھے آ رہی ہے۔ عاشق مزاج نے فوراً مڑ کر دیکھا اس کا دوسری طرف متوجہ ہونا تھا کہ عورت نے ایک تھپڑ اس عاشق مزاج کے رسید کیا اور کہا اے جھوٹے ابھی تو کہتا تھا کہ تمہارے سوا کسی اور طرف متوجہ بھی نہیں ہو سکتا ہوں اور ابھی دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ چل دور ہو۔ اور اسے مردود نظر کر دیا عاشق شرمندہ و نادم ہوا اور راندۂ درگاہِ بارگاہِ حسن ہوا۔

سو یہی حال مدعیانِ عشقِ الٰہی کا ہے کہ دعوےٰ تو طالبِ مولا ہونے کا ہے اور اوراد وظائف کر رہے ہیں کشف و کرامت حاصل کرنے کے لئے۔ تو طالبِ کشف و کرامت ہوئے نہ کہ طالبِ مولا۔ اور بندۂ کشف و کرامت ہوئے نہ کہ بندۂ خدا۔ عجب تلبیسِ ابلیس ہے جس کا شکار ہوئے ہیں اور غور کرو تو حقیقت میں راندۂ درگاہِ الٰہی ہوئے ہیں۔ واقعی نفس شیطان کا بھی باپ ہے۔ اور کسی نے خوب کہا ہے ؎

نفس را نکشد بغیر از ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

یعنی: نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مار سکتا۔ اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔

سبق: طالبِ ذات کو چاہیئے کہ وہ مذکورہ بالا حکایت سے عبرت و سبق حاصل کرے۔ اور بذریعہ اسمِ ذات متوجہ الی الذّات رہے اور کبھی غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔

تصوّرِ اسمِ ذات

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جب تک اسمِ ذات (اللہ) کی مشق کی آگ نہ جلے نفاق باہر نہیں نکلتا اور نہ ہی دل کا زنگار دُور ہوتا ہے اور بغیر ذکر کے

دل زندہ نہیں ہوتا اور نہ ہی نفس مرتا ہے خواہ ساری عمر کیوں نہ تلاوتِ قرآن
اور مسائل فقہ میں خرچ ہو جائے اور خواہ کتنا ہی زہد و ریاضت کرنے سے
پیٹھ کبڑی ہو جائے اور بال کی طرح باریک ہو جائے دل کی سیاہی اسی
طرح رہتی ہے اور اسمِ ذات (اللّٰہ) کے تصوّر کی مشق کے بغیر کچھ فائدہ
نہیں ہوتا اگرچہ ریاضت کا سر پتھر پر کیوں نہ پٹخے اور اسمِ ذات کی مشق کرنے
والا ان مرغوب مراتب کا بے مشقت معشوق اور بے محنت محبوب حاصل کر لیتا ہے

اسم میں دیکھ لیا نورِ مسمّٰی آخر
کھل گیا مشق تصوّر سے معمّا آخر

اِسم کو جسم بنا جسم کو کر اس میں فنا
پھر اَنَا اَنْتَ کہو اور سنو اَنْتَ اَنَا

اِسم اللّٰہ کے تصوّر سے لِقا ہوتا ہے
جامِ جم کی طرح دل سینہ صفا ہوتا ہے

ہر نبی اور ولی غوث و قطب اور اوتاد
شیخ و صوفی و درویش و قلندر زہاد

سب کو جو معرفت و قرب ہوا ہے حاصل
سب تصوّر سے ہوئے واصل و کامل عامل

نیّرِ اسم کے انوار سے سب نور ہوئے
برکت اِسم سے سب ناظر و منظور ہوئے
گنج دارین کی کُنجی ہے تصوّر یارو
بخت یاور ہے جو کر لو اِسے باور یارو

ذکر اِسم ذات کا بھید: بھید ذکر اسم ذات کا یہ ہے کہ اکثر محققینِ دین اس اسم کو اِسم اعظم کہتے ہیں علاوہ اس کے جس قدر اسماء و صفات ہیں ان کا ایک حرف کم کر دینے سے وہ اسم بے معنی ہو جاتا ہے۔ رحیم کی رے، کریم کا کاف کم کر دیا جائے، علیٰ ہذا القیاس، اور اِسمِ ذات کا ایک ایک حرف ذات کی طرف بھاگتا ہے جیسے اللہ کا الف گرا دینے سے لِلّٰہ رہ جاتا ہے اور لِلّٰہ کا لام گرا دینے سے لَہٗ بن جاتا ہے اور لَہٗ کا لام کم کر دینے سے ہ رہ جاتا ہے ہٗ یعنی وہ ذات غیب الغیب، جو لفظ اور حرف اور معنی و خیال سے پاک ہے اسی معنی میں مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:۔

بنامِ آں کہ آں نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

اور یہ ترجمہ ہے اس آیت شریفہ کا سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ؕ (وہ ذات برتر پاک ہے اس سے کہ تم اس کو پکارو اور

موصوف کرو)

غرضیکہ اسمِ ذات بے نقطہ ہے اور ہر حرف اُس کا بامعنی ہے، اور اپنے ذاکر کو رواں دواں مذکور تک پہنچاتا ہے: مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:۔

اللہ اللہ اسمِ ذات پاک دوست
اسمِ اعظم از برائے قُرب اوست
اللہ اللہ نامِ ذات پاک دوست کا
اسمِ اعظم ہے اس کے (یعنی خدا کے) قرب کے لئے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق
حرف حرفش می دہد جاں را رواق
اللہ اللہ یہ کیا خوش ذائقہ نام ہے
کہ اسکا ہر حرف جان کو ترقی اور راحت بخشتا ہے

شیخ المشائخ مرشدنا و مولانا حضرت قبلہ غلام ربّانی مدظلہٗ العالی فرماتے ہیں:۔

حقیقتِ معرفتِ ذات بلاواسطہ: ختم مقامات ہے۔

باقی سیر چار ہیں:۔

۱۔ ناسوت:۔ عالمِ اجساد ہے۔

۲۔ ملکوت:۔ عالمِ ارواح و عالم مثال ہے۔

۳۔ جبروت : مقام اسماء صفات ہے۔

۴۔ لاہوت: مقامِ ذات ہے۔

یہ جملہ منازل اسم ذات میں ختم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ناسوت ذاکر ہے۔ ملکوت ذکرِ اسم ذات ہے۔ جبروت۔ فکرِ صفات ہے۔ لاہوت۔ حضورِ ذات اقدس ہے اور اس حرف ہمزہ اسم ذات سے ناسوت ختم ہوتا ہے لام سے ملکوت ختم ہوتا ہے۔ مد لام سے جبروت ختم ہوتا ہے۔ از عروج فکر' اور حرف ھا سے لاہوت یعنی رسائی و بقائے ذاتِ اقدس ہوتا ہے تو ایک لفظ اللہ میں سب ختم ہے اگر یکتائی و حضوری ہو۔

قربِ حق

منزلِ حضرت حق عزم دل پختہ تو
نیست در مشرق و مغرب منزل پاک کریم
دل ز اخلاص غلامی چو بہ مولا داری
ایں وصال است عبادت منزل پاک کریم
چیست منزل از ہوائے سوئے خدا
چوں ارادہ ما خدا پیوند شد
رفتن است ہاں بہ ... سریق مصطفےٰ
خود بریدہ از ... پیوند شد

هو الظاهر کانہٗ تراکَ

جلوۂ ذات است اعنے عزم دل،
قرب وصل ایں ہست یعنی عزمِ دل

عروجِ اسمِ ذات

وسیلۂ ہست کہ وصلت تمام میدارد
رحیلۂ ہست کہ منزلِ مقام میدارد
فتیلۂ ہست دل زندہ سرو میدارد
یکے بفرشِ دیگر عرش را فروز اند

ترجمہ: ذاکر کا دل اوّل ایک بتی ہے اُس کے ایک سرے نے عرش کو روشن کیا اور دوسرے نے فرش یعنی بدن کو جگمگا دیا (تجلیاتِ ذکر سے)

ہمائے فکر زِ افلاک پر برون کردہ
نشیمن خود بسر شاخِ لامکان دارد

خیال و تصوّر کا پرندہ آسمان سے گزر کر لامکان پہنچ گیا۔ یعنی دل کا تصور (حقیقت انسانی) آسمان کی بلندیوں سے اوپر پرواز کر گیا اور اپنا نشیمن لامکان کی ٹہنی پر بنایا یعنی ذات سے قرب حاصل کیا۔

طریقۂ ذکرِ اسمِ ذات

سبق اوّل　　　　لطیفۂ قلبی

اس لطیفہ کا مقام بائیں پستان سے دو انگشت نیچے ذرا پہلو کی طرف جُھکا ہوُا ہے۔ اس پر ذکرِ اسم ذات یعنی اَللّٰہ اَللّٰہ اس طرح کرے کہ اَعُوذُ بِاللّٰہ، بِسۡمِ اللّٰہ ۔ کلمہ طیبہ ۔ استغفار ۔ درود پاک علی الترتیب تین تین بار پڑھے پھر گردن جھکا کر منہ کو بند کر کے زبان کو تالو سے چپکا لے اور دل کو تمام پریشان خیالات و خطرات سے خالی کر کے خاموش بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں خیال کے ساتھ ذکر شروع کرے اور سرخ لطیفۂ قلب پر اسمِ ذات "اللّٰہ" نقش کر لے اور یہ خیال رکھے کہ جس جگہ مرشد نے اُنگلی رکھ کر ذکر تلقین کیا تھا۔ اُس جگہ سوراخ ہو گیا ہے آسمان سے زرد رنگ کے نور کی دھار میرے دل میں اس سوراخ کے ذریعہ آ رہی ہے۔ میرا دل اس نُور سے بھر کر جوش میں آ کر چھلک چھلک کر اَللّٰہُ اَللّٰہُ کہہ رہا ہے اور میں سُن رہا ہوں، اور اس کے معنوں کا خیال رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والا اور ہر قسم کی خرابی اور نقص سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اور اپنے خیال کے ساتھ نُور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے اور اس ذکر کے خیال میں

اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے (اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر اِدھر اُدھر کے خیالات آئیں تو اُن کو ہٹانے کی کوشش کرے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے کہیں افضل ہے) اور آسان طریقہ اس مجاہدہ کا یہی ہے کہ وساوس وخطرات کی طرف متوجہ ہی نہ ہو، متوجہ الی اللہ رہے۔ جب اس طرح ذکر سے فارغ ہو جائے تو دعا مانگے پھر دوسرے کاموں میں لگ جائے۔ اور چاہیئے کہ جب ذکر کے لئے روزانہ فرصت کے وقت قبلہ رو ہو کر بیٹھے تو پہلے تسبیح سے اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر خیال کرے کہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے (زبان یا حلق وغیرہ سے کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ آنکھیں بند رہیں، دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو۔ اور سر اور منہ پر کوئی رومال وغیرہ ڈال لے تاکہ پریشان خیالات سے امن رہے) اس طرح کم از کم دس تسبیح (ایک ہزار) کرے اور زیادہ جس قدر ہو سکے یا جس قدر شیخ کا فرمان ہو کرے۔ پھر تسبیح رکھ کر محض ذکر کرے اور انتظارِ فیض کے خیال میں بیٹھا رہے۔ اس کو مراقبہ کہتے ہیں اور روزانہ اس وظیفہ پر عمل رکھے، نیز چلتے پھرتے، سوتے لیٹتے غرضیکہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے حتیٰ کہ "ہاتھ کار میں اور دل یار میں" کا مصداق ہو جائے اور دل خدا کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کی کیفیت نبض کی حرکت کی مانند ہے اور مشائخ اسی حرکت پر اسم ذات کا تصور فرماتے ہیں تاکہ حدیثِ قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (یعنی میں اپنے بندے

کے گمان کے ساتھ ہو لیتا ہوں ، کے موافق معاملہ کیا جائے اور حافظ شیرازی کے اِس شعر میں بھی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

کس ندانست کہ منزل گہِ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

(یعنی : کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آ رہی ہے)

نیز طالب کو چاہیئے کہ دن رات میں کسی وقت حسبِ فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو دفعہ استغفار، ایک دفعہ میں یا متفرق بار پڑھ لیا کرے اور ذکر مذکورہ پر اس قدر ہمیشگی کرے کہ لطیفۂ مذکورہ اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے اور لطیفۂ قلب کی اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور دل کی حرکت سے لفظِ مبارک "اللّٰہ" خیال کے کان سے صاف طور پر سُنا جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ تمام کو کشف نہ ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ ہاں حالات کی تبدیلی اور شریعت کی محبت اور عملی اصلاح اور دیگر واردات سے معلوم کر سکتے ہیں جن کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے۔

ذکر: اللہ کی یاد

خیال رہے کہ: یادِ الٰہی میں جمیع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیتِ حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ چیز جس کے توسل سے یادِ حق ہو خواہ اسم ہو یا رسم، فعل ہو یا جسم، کلمہ ہو یا تلاوتِ قرآن، یا درود شریف، یا ادعیہ یا کیفیات، یا کوئی اور چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو اور طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے اصطلاحِ تصوف میں ذکر کے نام سے موسوم ہے۔ چنانچہ صوفی کے جملہ افعال و اقوال و احوال جو کہ یادِ حق سے خالی نہیں رہتے اذکار ہیں۔ ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر و مذکور کے درمیان سے جملہ حجابات اٹھ جائیں۔

ذکر و اذکار کی بے شمار اقسام ہیں مگر مفید طریقۂ ذکر وہی ہوتا ہے جو شیخ مرید کی مناسبت سے اُسے تعلیم فرماتا ہے۔ کتابوں سے اذکار و مشاغل اخذ کر کے اپنے طور پر انہیں کرنا بسا اوقات مضر ثابت ہوتا ہے۔

چند اقسام اذکار کی اجمالی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ذکرِ لسانی: جو ذکر زبان سے کیا جائے۔ اسے ذکرِ ناسوتی بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ قلبی: جو ذکر دل سے کیا جائے۔ اسے ذکرِ ملکوتی بھی کہتے ہیں۔

مقصود کا تصور دل میں جمانا۔ اسے مراقبہ بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ نفسی: تصورِ عقلی سے مقصودِ اصلی کی جانب بڑھنا۔ اسے فکر بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ روحی :- حق کا بجہت اسماء وصفات مشاہدہ کرنا۔

اِسے ذکرِ جبروتی اور مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ لاہوتی :- انوارِ تجلّیاتِ ذات بے جہت و بے مثل کا قلبِ سالک پر چمکنا۔ اِسے ذکرِ سرّی اور معائنہ بھی کہتے ہیں۔

ذکرِ نفی اثبات : کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر کرنا یعنی جب لَآ اِلٰہ کہے تو ہر چیز کا خیال و دھیان ذہن و دل سے دور کرے اور جب اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل میں لگائے تو ایک ذات کا اثبات کرے۔

ذکرِ اسمِ ذات :- اللّٰہ کا ذکر

ذکرِ ملکوتی : اِلَّا اللّٰہ کا ذکر

ذکرِ جبروتی : اَللّٰہُ کا ذکر

ذکرِ لاہوتی : ھُو ھُو کا ذکر

ذکرِ مرضیہ :- مثلِ بیمار کے کراہنے کی آواز نکالنا بوقتِ ذکر۔ حضرات سہروردیہ کی تعلیم بیشتر اسی طرح ذکر کرنے کی ہوتی ہے۔

ذکرِ محزونہ :- غمناک آواز میں ذکر کرنا۔ حضرات قادریہ کی یہ خصوصیت ہے

ذکرِ عشقیہ :- ذوق و شوق کے غلبہ کی آواز میں ذکر کرنا۔ یہ حضرات چشتیہ کی خصوصیت ہے۔

ذکرِ رابطہ :- رابطۂ شیخ کو قائم رکھنا۔ حاضر و غائب۔ حضور میں رعایتِ ادب اور رضائے خاطر کے ساتھ۔ اور غیبت میں نگہداشتِ تصوّر کے ساتھ۔

شغل ذکرِ رابطہ یعنی تصورِ شیخ

اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل میں نگاہ رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصوّر کرے۔ جب یہ رابطہ (تعلق) بڑھ جاتا ہے تو ہر ایک چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے اور اسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔ مشائخِ طریقت نے فرمایا ہے کہ رابطہ کا طریقہ بہت ہی قریب کا راستہ ہے۔ اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو اُن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (آیت ۱۱۹/۹) (یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ) مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو تجلّیٔ ذاتی کے پَرتو (ظلّ) کو نہایت ہشیاری اور بیداری کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہیئے تاکہ دونوں جہان کے تعلق سے چھٹکارا پا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے جو اس پرتو سے مشرف ہوئے ہیں۔ تصوّر کے جائز ہونے پر ذیل کی حدیث دلیل ہے۔ حدیث (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبیؑ کی حکایت فرما رہے ہیں کہ اُن
کی قوم نے اُن کو مارا تھا اور خون آلود کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون
پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ
وہ نہیں جانتے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (مشکوٰۃ) اگرچہ اس اثر
میں تصوّرِ شیخ کی زائد خصوصیات اور اس کی غرض کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر
اس تصوّر کی نفسِ حقیقت یعنی غائب کی طرف مثل حاضر کے خیالی نظر سے
دیکھنا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے پس جب نفسِ تصوّر جائز ہے تو تصوّرِ
شیخ جو بہت سے فوائد کا سبب ہے بدرجۂ اولیٰ جائز ہونا چاہیئے: طریقہ
اس کا یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں اپنی ذات کو ہر چیز کے تصوّر اور
خیال سے خالی کر ڈالے اور شیخ کی محبت کو خدائے تعالیٰ کی محبّت کا ذریعہ
سمجھتے ہوئے باقی رکھے اور اس کی طرف سے فیض کا ہر وقت منتظر رہے۔ اپنی
دونوں آنکھیں بند کر لے یا کھول رکھے اور شیخ کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں
ٹکٹکی (خیال سے) لگائے۔ اور جب کسی چیز کا فیض آئے تو اطمینان کے ساتھ
اس کی طلب کرے اور اس کی حفاظت کرے۔ اور جب وہ شیخ سے دُور ہو تو
اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت اور تعظیم کے طور پر خیال
کرتا رہے تو اُس کی صورت بھی وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی
ہے اور جذبِ کمالات بھی اسی محبت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات

ایسا ہوتا ہے کہ سالک اپنے شیخ کی محبت سے مغلوب ہو کر اُس کے افعال
وحرکات بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کی طبیعت میں سے
اَنَا الشیخ کی آواز آنے لگتی ہے۔ امیر خسرو بھی اپنے شیخ کے لئے لکھتے ہیں:

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ
تن مورا من پی کا ہویا دونوں ایک ہی انگ

فنا فی الشیخ کے بعد فنا فی الرّسول کی منزل آتی ہے۔ جب کہ سالک
اپنی ذات کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے متّحد کرنے کا شرف
حاصل کرتا ہے اور اس ذات سے شیر وشکر ہو جاتا ہے اس منزل کے بعد
فنا فی اللہ کی منزل آتی ہے۔

مرشد کے ساتھ رابطہ ومحبت عمدہ چیز ہے لیکن حد سے زیادہ کمی وزیادتی
ہر چیز میں بُری ہے۔ پس ایسی زیادتی بھی بہتر نہیں جس میں صورت پرستی کی
نوبت پہنچے یا اعتقاداً اس کو حاضر ناظر جاننے لگے کیونکہ اس میں شریعت کی
مخالفت ہے جو شرک تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جہالت کے غلبہ کی وجہ سے
آج کل اکثر عقیدۃً یا عمل میں ایسی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اکثر محققین
اس سے پرہیز کرانے اور منع کرنے لگے ہیں حق تعالےٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم
رکھے۔ آمین۔

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ ربطِ قلب بالشیخ کی حقیقت شیخ سے

محبت کا زیادہ ہونا ہے۔ کیونکہ اس سے برکات و انوار میں زیادتی ہوتی ہے
اور اس کی صورت شیخ کا تصوّر ہے جو بسا اوقات محبت کا ذریعہ بنتا ہے اور
اس سے وسوسے دُور ہوتے ہیں مگر حقیقت اور صورت دونوں میں شرط یہ ہے
کہ شرع شریف کی حد سے عقیدہ یا عمل میں باہر نہ ہو ورنہ معصیت (گناہ) اور بدعت
کا سبب ہو کر نسبتِ باطنی خراب ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

حکایت: بیعت کے تعلق کو خدائے تعالےٰ کے راستوں میں سب سے
زیادہ قریب ہونے کے لئے بزرگوں نے ایک چیونٹی کی حکایت نقل کی ہے کہ ایک
چیونٹی کے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت
دُور تھا۔ وہ چیونٹی اپنے دل میں خیال کرتی تھی کہ نہ میرے پَر ہیں اور نہ طاقت و سرمایہ
ہے۔ ایسی عظمت والی جگہ پر جو خدائے تعالےٰ کی خاص تجلیات اور انعامات کے
وارد ہونے کی جگہ ہے میں کس طرح پہنچوں گی۔ اسی خیال میں تھی کہ اچانک ایک جگہ جہاں
غلّہ گاہا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول دانے چگنے میں مشغول ہو گیا۔ جب چگنے سے
فارغ ہؤا تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چگنا ہے جلدی چگ لو کیونکہ خانہ کعبہ
جہاں ہمیں پہنچ کر اپنے بچّوں کی خبر لینی ہے بہت دُور ہے اور وقت بہت
تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اُڑیں گے تو کہیں جا کر پہنچیں گے۔ چیونٹی بھی وہیں تھی
اُسے خواہش پیدا ہو گئی کہ اگر ان کا ساتھ حاصل ہو تو میرا مطلب حل ہو جائے گا۔
پَر اُن کے رہے اور پنجہ میرا۔ چنانچہ وہ جلدی سے جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں

چمٹ گئی اور کبوتر اُسے اپنے ساتھ اُڑا لے گیا۔ جب کبوتر خانہ کعبہ میں پہنچے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کرلو، چیونٹی سمجھ گئی کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کی اُس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا، یکایک وہ دیکھتی ہے کہ خانۂ کعبہ سامنے ہے اور وہ خدائے تعالےٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہی ہے الحمد للہ علیٰ انعامہ واحسانہٖ ۔

پس جس طرح اس چیونٹی نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور اپنا مقصود حاصل کرلیا اسی طرح اگر خدائے تعالیٰ کا طالب اس راستہ کی منزل طے کئے ہوئے شہباز (مرشد)، کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے تو جہاں وہ پہنچے گا اس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا لیکن اگر کمزوری سے پکڑا یا دامن چھوڑ دیا تو نیچے گر کر دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچے گا۔ یہی مضمون فارسی کے ایک شعر میں کیا اچھا بیان ہوا ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسد

(یعنی ایک مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے، اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اچانک پہنچ گئی) حضرت مولانا رومؒ نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے ؎

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول　　　ہم خدا آمد زذاتش ہم رسول

نفس نتواں کشت اِلّا ذاتِ پیر

دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

(یعنی جب تو نے پیر کی ذات کو (پیر کو) قبول کر لیا تو اس سے خدائے تعالےٰ بھی مل گیا اور رسولؐ بھی۔ اس نافرمان نفس کو پیر کی ذات کے سوائے کوئی نہیں مار سکتا، تو اس نفس کے مارنے والے (پیر) کا دامن مضبوط پکڑ)

اصحاب کہف کے کُتّے کا قصّہ بھی جو قرآن مجید میں ہے اس پر دلیل ہے ؎

سگِ اصحابِ کہف روزے چند

پئے نیکاں گرفت و مردم شد

(یعنی:۔ اصحابِ کہف کے کُتّے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی اور آدمی ہو گیا)

اولیائے کرامؒ کی صحبت کا اثر سب کے نزدیک مانا گیا ہے۔

مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(یعنی! خدا تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت میں ذرا سی دیر بیٹھنا سَو سال کی بے ریا خالص عبادت سے بہتر ہے)

(عمدۃ السلوک)

گر تو سنگِ خارہ مرمر شوی ‏ چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی

اگرچہ تو بیکار پتھر مرمر ہے ‏ لیکن جب کسی صاحبدل کے پاس پہنچے گا

تو گوھر بن جائے گا۔

رابطۂ مرشد

نسبتِ باطنی کے حصول کے ذریعہ کو رابطہ کہتے ہیں۔ اور خدا کے قرب کے واسطے بہت اچھا ذریعہ رابطۂ مرشد ہے۔ رابطہ کے معنی محاورہ میں ربط، ضبط اور تعلقِ خاص کے ہیں۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زیادہ ربط و تعلق اور محبت رکھتے تھے اس واسطے آپ تمام صحابہؓ سے سبقت لے گئے اور آپ کی شان میں مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(ترجمہ: - نہیں ڈالا اللہ تعالےٰ نے میرے سینہ میں کچھ، مگر میں نے اس کو ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا) ارشاد ہوا۔

پس رابطۂ مرشد بے شک نہایت عمدہ شئے ہے، طالب اپنے شیخ سے بوجہ اتصالِ روحانی دیرپا تو کمالِ باطنی سے ایسا کمال حاصل کرتا ہے جیسے مہر کی نقل کاغذ پر جلوہ گر ہوتی ہے۔

مرید کے لئے لازم ہے کہ اپنے پیر و مرشد سے مناسبت و رابطہ پیدا کرے،

جس کا انحصار۔ اعتماد۔ اعتقاد (انقیاد) شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ اور پیر طریقت کی محبت اور اخلاص میں استقامت پر ہے جس مرید کا رابطہ پیر کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔ وہ پیر کے فیضان (انوارات) وصول کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ کہ پیر انوارات (نورِ نبوت) تقسیم کرنے والا ہے۔ اور سالک کی تربیت انوارات پر موقوف ہے، نورِ علم، نورِ عمل، نورِ اخلاص، نورِ توحید، تمام دوائر و مقامات کے انوارات و تجلیات وغیرہم۔ اور جب سالک کے لطائف انوارات و تجلیات سے روشن و منوّر ہو جاتے ہیں تو پیر اس کی روح کو اپنے احاطۂ روح میں لے کر ضمینتِ صغریٰ کے تحت دوائر و مقامات میں عروج کروا دیتا ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں عروج حال کہتے ہیں۔ ایسے ہی سعادت مند مرید کی اصلاح و تربیت کے لئے عام طور پر اُس کے احوال باطنیہ کا علم پیر کو دیا جاتا ہے کہ دل کو دل سے راہ۔ جس کی محبت سچّی ہوتی ہے سچے اس پر مہربان ہو جاتے ہیں! اور وہ سچوں کا سچ ہو جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

اثر سچی محبت کا خالی نہیں جاتا کبھی

یہاں بے چین ہم ہونگے وہاں جی پر بنی ہو گی

جس کی پریت اُسی کی جیت۔

صاحبو! محبت کی ہر مقام پر جیت ہے۔ اس جہان میں بھی اور اُس جہان میں بھی۔ محبِ اپنی ذاتی صورت نہیں رکھتا۔ وہ پائمال ہو جاتا ہے

محبوب کے سامنے مرید، مردہ بدست زندہ ہوتا ہے مرشد کے ہاتھ میں، اس لئے کہا گیا ہے۔ المرید لایرید (یعنی مرید وہ ہے جو کوئی ارادہ ذاتی نہ رکھتا ہو) پیر پر اُسے بدرجہ کمال اعتماد، اعتقاد و انقیاد حاصل ہو۔ کہ لازم شرط ہے مرید کے لئے بقول شخصے ؎

تین حق مرشد کے ہیں رکھ ان کو یاد
اعتماد، واعتقاد و انقیاد،

اور وہ اس شعر کا مصداق ہو ع

بمئے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

مجاہدہ ریاضت و تعمیل حکم پیر بھی حصول رابطہ کیلئے ضروری ہے

خواجہ نظام الدین احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد سے ایک مرتبہ استدعا کی کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ ہر جائی نہ بنوں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! ایسا ہی ہوگا۔ مگر مجاہدہ شرط ہے۔ پس آپؒ نے بہ تقلید شیخ صیام دوام اختیار کیا، پس تم بھی مجاہدہ اور ریاضت کو آخر وقت تک لازم کر لو۔ اور جان لو کہ جو مرید کہ فاصلہ کے لحاظ سے پیر سے دُور ہے مگر اُس کے

فرمان پر قائم اور جو اُسے حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عامل ہے اور رضائے پیر کا
خواہاں اور ہر وقت یادِ الٰہی کی طرف متوجہ ہے وہ دور نہیں، بلکہ قریب ہے اور
ہم زانوئے پیر ہے۔ اور جو مرید اپنے شیخ کے فرمان پر نہیں چلتا تو عیاذاً باللہ گو
اس کا مکان بہت قریب ہو مگر وہ اتنا دور ہے جتنا مشرق سے مغرب"
یاد رکھو! حقیقی محبت کرنے والا مرید اپنے شیخ سے دور نہیں ہوتا۔ اپنی
محبت کے معیار کے مطابق دُور دُور سے ہی اپنے شیخ سے فیض حاصل کرتا رہتا ہے

خار سے اُلجھ کے بھی قریب ہی رہیں
کاش پھول سا ہمیں دماغ مل سکے
دردِ عشق بھی مزے کی چیز ہے
گر غمِ حیات سے فراغ مل سکے"

محبت ہی کی بدولت محبّ، محبوب کے قریب ہو جاتا ہے اور محبوب
کو اپنی محبت کے بقدر ہی اپنے قریب پاتا ہے۔

حصولِ رابطہ کے لیے متابعتِ پیر بھی ضروری ہے

اور پیر کا اثر بھی مرید پر اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ موافق فرمان پیر کے
رہے اور متابعت ظاہر و باطن میں پیر کی کرے۔ چنانچہ حکایت ہے ۔۔ کہ

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرید نے آکر عرض کیا کہ جناب پیر کا مرید پر کیا حق ہے اور مرید کا پیر پر کیا حق ہے؟ شیخ الشیوخ یہ سُن کر خاموش ہو رہے پھر چند روز بعد اُس نے یہی عرض کیا تو شیخ نے فرمایا کاغذ دوات قلم لا۔ وہ لے آیا۔ شیخ نے شاہِ روم کو خط لکھ کر مع ایک مصلّا بطور ہدیہ اس مرید کو دیا اور کہا کہ یہ بادشاہ کے پاس لے جا۔ وہ لے کر فی الفور روانہ ہُوا۔ اور بخیالِ تاخیر ادائے حکم میں جوتی پہنے نہ گیا کہ وہاں رسم ہے کہ خانقاہ میں برہنہ پا آتے ہیں اور فقرا و مسافر جوتے علیحدہ ایک طرف دور اُتارتے ہیں۔ برہنہ پا چل دیا اور زن و فرزند کو بھی رخصت کہنے گھر پر نہ گیا۔ چند روز میں روم پہنچا۔ محلاتِ شاہی کے پاس جا کر شیخ الشیوخ کے خط کی اطلاع دی بادشاہ نے سُن کر فی الفور اُسے اندر بلایا اور خط اور مصلّٰی لے کر چوما، سر پر رکھا، پھر کھول کر پڑھا اور مرید کو تین دن اپنے یہاں علیحدہ مکان میں اُتارا اور طرح طرح کے کھانے کھلائے، ہر وقت مزاج پرسی کرتا تھا۔ اور ایک عمدہ اور بے چوبہ خیمہ خوردہ خوبصورت مع ایک کنیزک ترکیہ کے خدمتِ شیخ کو اُس مرید کے ہمراہ بھیجی اور خرچ وافر اُس کو دلوایا۔ جب یہ لوٹا تو مرید جوان خوبصورت تھا اور کنیزک بھی نوعمر حسین کہ شاہ روم نے شیخ کے واسطے بھیجی، تو جاننا چاہیئے کہ کیسی کچھ ہو گی، نہایت جمیلہ و شکیلہ تھی۔ راہ میں ہر بار وہ لونڈی تیز نظر سے براہِ محبت اس کی طرف دیکھتی، یہاں تک کہ ایک منزل پر جب اُس نے چند

مردم محبت سے مرید کو دیکھا تو اس نے اس کی طرف ہم آغوشی کو ہاتھ بڑھایا
ہنوز اُس کے بدن تک ہاتھ نہ پہنچا تھا کہ صورت شیخ الشیوخ کی انگشتِ حیرت
منہ میں دابے ہوئے مرید کے سامنے آئی۔ مرید نے یہ دیکھ کر جو ہاتھ بڑھایا
تھا سمیٹ لیا اور شرمندگی سے بے خود ہو گیا اور شہوت بالکل جاتی رہی۔ جب
شیخ الشیوخ کی خدمت میں آکر حاضر ہوا تو شیخ نے پہلے یہ فرمایا کہ حق پیر کا مرید
پر تو وہ تھا جو تو نے جاتے وقت بجا لایا کہ جوتی پہنی نہ زن و فرزند کو رخصت
کرنے گیا کہ اس قدر فرمانِ شیخ میں تاخیر نہ ہو جائے۔ برہنہ پا بے ملے چل
دیا سو یہی حق پیر کا مرید پہ تھا۔ اور حق مرید کا پیر پہ وہ تھا جو تو نے راہ
میں دیکھا۔ مرید یہ سن کر شرمندہ و سرنگوں ہو گیا۔

اطلاع: جاننا چاہیئے کہ اس قسم کے واقعات و خوارقِ عادات پیر
کے مرید کے حق میں عموماً رابطہ (ربط، ضبط، تعلق خاص، اعتماد، اعتقاد
انقیاد) کی بدولت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ بیعت ہونے کے بعد اتباع
و عمل تو کرتے نہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ بر وقتِ مشکل پیر کامل خود بنفسِ
نفیس پہنچ کر مدد کرے گا۔ یا گناہ سے بچالے گا اور گناہ کرنے ہی نہ دے گا
یا رات کو تہجد کے وقت آکر اُٹھا دے گا یا ایک ہی توجہ سے سب منزلیں طے
کرا دے گا۔ بس ایک ہی نظر کرم سے بیڑا پار ہو جائے گا۔ چنانچہ کرتے کراتے
تو کچھ بھی نہیں اعمال کے اعتبار سے ہاتھ توڑے بیٹھے ہیں اور پیر سے ملتجی ہیں۔

حضور کچھ توجہ فرمائیں۔ وہ کیا توجہ کرے جب تم خود ہی متوجہ نہیں ہو۔ نہ اس کی بات توجہ سے سنتے ہو نہ اس کی تعلیمات پر عمل ہی کرتے ہو، اس نافرمانی وروگردانی پر بھی تقاضۂ توجۂ خاص ہے۔ عجب احمق ہوئے ہو کاروبار دنیویہ میں تو پوری پوری فکر اور دنیا کا ذکر اور تدبیر و اہتمام لیکن امور دینیہ میں پوری طرح بے فکر، نہ اللہ کا ذکر نہ نماز، روزہ، زکوٰۃ حج نہ آخرت کی تیاری نہ اندر کی مائع را یمان و اعمال بنانے کی فکر: کیوں صاحب! پیر صاحب سے کبھی یہ بھی کہا کہ حضور ہم تو نہ کھائیں گے نہ پہنیں گے نہ سوئیں گے بس ہماری جگہ آپ ہی کھا پی اور پہن لیا کیجئے۔ حضور! دعا کیجئے کہ چائے کا کپ خود بخود منہ میں آجائے۔ ایسا کیوں نہیں کہتے ہو؟ اس لئے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کام اختیاری ہیں۔ کرنا ہی پڑیں گے۔ نوالہ توڑنا، چبانا اور نگلنا ہی پڑے گا۔

خوب سمجھ لو! اختیاری امور میں دعا دخلِ لالعینی ہے، دعا صرف استقامت و برکت کے لئے کی جاتی ہے۔

رابطۂ شیخ و طالب

حضرت فقیر نور محمد کلاچوی اپنی کتاب عرفان میں فرماتے ہیں" مبتدی طالب کو مرشد کامل سے چارہ نہیں ہے۔ جس طرح عورت بچہ جننے میں مرد اور خاوند کی محتاج ہے سو محض مرشد کی توجہ ہی سے طالب کا لطیفۂ قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ یعنی مرشد طالب کا ناسوتی لطیفہ لے کر اس کی پرورش کرتا رہتا ہے اور اپنا لاہوتی لطیفہ اسے بخش دیتا ہے اور طالب کا معنوی نوری جنین مرشد کے بطنِ باطن یعنی قلب کے ساتھ ایک باطنی رشتے کے ذریعے وابستہ ہوتا ہے۔ جیسے بچہ ناف یعنی ناڑے کے رشتے سے ماں کے پیٹ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اس ناف کے رشتے سے بچے کو غذا پہنچتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح طالب کا باطنی معنوی نوری طفل اپنے مربّی کے باطنی بطن کے ساتھ ایک نوری رشتے کے ذریعے بندھا ہوا ہوتا ہے اور اسی باطنی رشتے سے نوری غذا پاتا ہے۔ اس کو اصطلاحِ تصوّف میں رابطۂ شیخ کہتے ہیں۔ شیخ مربّی کے بغیر لطیفۂ قلب کا زندہ ہونا ناممکن ہے۔ محض اپنی کوشش اور ورد و وظائف سے ہرگز دل کی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ اعمالِ صالحہ اور ذکر اذکار موجبِ ثواب ہیں۔ مگر دل کی زندگی کا رستہ ہی اور ہے ؎

وظیفوں وِردِ چلّوں سے اگر حاصل خدا ہوتا   انگشتوں سے حمل ہوتا تو شوہر کب روا ہوتا

ایک کامل انسان کے وجود کی مثال جس میں اسم اللہ کا نوری چراغ روشن ہوتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ یوں بیان فرماتے ہیں۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔

ترجمہ: "یعنی اسم اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے اس کی مثال یوں ہے کہ ایک دریچہ ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہے اور وہ چراغ ایک شیشے کی چمنی میں ہے جو ایک روشن ستارے کی طرح چمکتا ہے اور ایک مبارک درخت زیتون میں لگا ہوا ہے جس کا تیل د شرقی ہے اور نہ غربی یعنی اس کی نہ کوئی جہت ہے اور نہ کیف یعنی ایک بے مثل غیر مخلوق جوہر ہے۔ نزدیک ہے کہ اس کا تیل جل اُٹھے چاہے اسے آگ چھوئے بھی نہ یعنی تیل اور یہ چراغ وغیرہ دنیوی چراغ اور تیل کی طرح نہیں ہے کہ کسی آگ سے روشن ہوتا ہے بلکہ یہ نورٌ علی نور ہے یعنی اس مادی دنیوی نور کے اُوپر ایک باطنی نور ہے جو تمہاری مادی عقل کی سمجھ سے بالاتر

ہے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے
یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو مثالیں پیش کر کے
سمجھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔" یہاں "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ۔ میں "اللہ" سے مراد "اسم اللہ" ہے نہ کہ مسمّٰی، جیسا کہ ہم پیچھے بیان
کر آئے ہیں ایک کامل انسان کے وجود میں اسم اللہ ذات کا مصباح چراغ اللہ
تعالیٰ نے ازل سے بطورِ ودلیعت رکھا ہوا ہے۔ اس میں استعداد و توفیق
ہدایت اور نوری قابلیت تیل کی مانند ہے۔ اور چراغ کو بادِ مخالف سے محفوظ
رکھنے کے لئے انسان کے وجود میں قلب صنوبری چمنی کی طرح لٹک رہا ہے۔ اور
چمنی کے رکھنے کے لئے مشکوٰۃ یعنی دریچہ انسانِ کامل کا سینہ ہے اور دریچہ کسی
دیوار یا ستون یا درخت میں لگا ہوا ہونا چاہیئے۔ سو وہ انسان کا عنصری وجود
ہے جو بمثلِ شجرۂ طور قائم ہے اسی طرح اس نوری چراغ کے تمام لوازمات
انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے ازل سے رکھ دیئے ہیں۔ اب اگر ضرورت ہے
تو صرف ایک دوسرے روشن چراغ کی جس کی لو اور روشنی سے اس نے روشنی
لے کر روشن ہونا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود اسی آیت کے اگلے حصے میں اس
کی تفسیر یوں فرماتے ہیں فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ
فِیْھَا اسْمُہٗ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے اذن تمام دے دیا ہے کہ اس کے
نام کو گھروں کے اندر بلند کیا جائے اور اس کے اسم کا ان میں ذکر کیا جائے۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسم اللہ ذات کو ایک بجلی گھر کی طرح وجودِ محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم میں قائم کر دیا ہے۔ جو کہ زمین اور آسمانوں کو روشن کئے ہوئے ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے اِذن عام دے دیا ہے کہ اُس نور اور بجلی کی ایک ایک تار پر
آدمی اپنے دل کے گھر میں لگا لیوے۔ تا کہ ہر دل کا گھر نور اسم اللہ ذات سے روشن
اور منوّر ہو۔ اور یوں تمام جہان اسم اللہ ذات کے آفتاب سے جگمگا اُٹھے۔ غرض
طالب یہ نوری بجلی اپنے مرشد کامل سے بطور رابطہ لیتا ہے۔ اور وہ مرشد
اپنے شیخ مربی سے اور اُس کا شیخ اپنے شیخ سے۔ اسی طرح اس باطنی بجلی کی
تاریں ایک دوسرے سے پیوستہ اور مربوط ہیں اور تمام اہل اللہ اسی نوری رشتے
سے آپس میں جکڑے ہوئے اور اسی سلک میں منسلک نظر آتے ہیں۔ اور ان
تمام سلاسل روابط اور باطنی برقی تاروں کا صدر اعظم اور ہیڈ کوارٹر اور مرکز اعلیٰ
وجودِ پاک حضرت سرور کائنات فخر موجودات نبی الحیات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔ وہاں سے تمام سلاسل و رابطے اور باطنی برقی تاریں نکلتی ہیں۔ اور
وہاں پر جا کر ختم اور منتہی ہوتی ہیں۔ آپ سب کے مبداء و معاد ہیں۔ اور آپ
کا وجودِ مبارک ہی باعثِ کون و مکان اور مظہر وجود و ایجاد ہیں۔ باطن میں ان
سلاسل اور روابط کا ایک نوری جال بچھا ہوا نظر آتا ہے اور تمام باطنی شیرانِ زماں
ان سلاسل سے وابستہ ہیں ؎

همه شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ابیاتِ فقیر مصنف عفی عنہٗ:-

سرورِیان چہ عجب برق براقے دارند
کہ بیک طرفہ بمنزل ببرد قافلہ را
خفتہ بہ ناز بایں مرکبِ برقی اے دِل
چشم بکشاء و ببیں طے شدہ صد مرحلہ را
واقفِ نکتۂ ایں غیب نۂ عیب مکن
راز محرم ندہد مجرم اہلِ گلہ را
جذبِ حق است کہ از سینۂ پاکاں خیزد
تُو کجا دیدۂ ایں جنبش و ایں زلزلہ را

غرض جب طالب کے سینے میں یہ نوری بچہ شیخ کی توجہ سے قائم ہو جاتا ہے تو پہلے پہل طالب خواب میں بیداری حاصل کرتا ہے یعنی جس وقت وہ خواب دیکھتا ہے تو اُس کو ساتھ ساتھ یہ علم اور شعور بھی ہوتا ہے کہ یہ جو میں دیکھ رہا ہوں خواب میں ہے۔ یہ مراقبے کی ابتدا ہے۔ بعدہٗ وہ ترقی حاصل کر کے اپنے اختیار سے خواب کے مقام میں آتا اور جاتا ہے۔ ابتدا میں طالب اپنے سینے میں ایک گونہ زندگی، حرکت، تموج اور ثقالت محسوس کرتا ہے اور جب وہ ذکر کرتا ہے یا اہلِ ذکر کے پاس گزرتا ہے یا کسی اہلِ قبر روحانی کے قریب گزرتا ہے تو اُس باطنی قلبی لطیفے کی حرکت اور جُنبش زیادہ ہو جاتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد وہ نوری وجود

اسم اللہ ذات کی حرارت سے اس بیضۂ ناسوتی کو توڑ کر بحکمِ پروردگار لاہوتی بچے
کی شکل میں مکمل ہو کر باہر آجاتا ہے۔ یہ قلبی لطیفہ ملکوتی جُثّہ رکھتا ہے اور عالم ملکوت
میں رہتا ہے۔ جب یہ اس عنصری دنیا سے اپنے مقام ملکوت کی طرف پرواز کرتا
ہے تو اس کا پہلا قدم آسمان پر پڑتا ہے۔ تمام انبیاء و اولیاء کے کشف، کرامات
الہامات طیر سیر مقامات علوی سفلی اس نوری وجود کے کرشمے ہوتے ہیں اس نوری
وجود پر ہمیشہ ہر وقت نئے نئے وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی کا نزول ہوتا ہے
اُس طالب کا دل ایسے علوم باطنی اور غیبی معانی و معارف و اسرار سے گویا ہوتا
ہے۔ جو کتابوں میں ہرگز نہیں ملتے اور زبان جن کے ادا کرنے سے قاصر ہے
وہ نوری وجود خواب یا مراقبے یا بیداری میں ہر وقت ہمیشہ ذکر و فکر نماز تلاوت
عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتا ہے کسی وقت فارغ نہیں رہتا۔ ہمیشہ مجلس اہل
اللہ اور انبیاء اللہ میں حاضر رہتا ہے مگر طالب مبتدی کو گاہے معلوم ہوتا ہے اور
گاہے اُس کو معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ کبھی اس کا جُثّہ استغراقِ توحید میں معدوم ہوتا
ہے۔ وہ لطیفہ باطن میں کبھی مثالی صورت شیخ کی لے کر سامنے آتا ہے اور کبھی اپنی
اولاد کی شکل اور گاہے لاغر گاہے فربہ کبھی بیمار کبھی تندرست کسی وقت رنجیدہ اور کبھی
خوش دکھائی دیتا ہے۔ غرض جس طرح کی باطنی حالت ہوتی ہے۔ اُسی طرح نمودار ہوتا
ہے۔ اسی طرح وہ لطیفہ معنوی صورت لے کر طالب کو آگاہ کرتا رہتا ہے تاکہ طالب
صاحب فراست اُس کی خبر گیری اور حفاظت سے غافل اور کاہل نہ ہو جائے اور

اگر طالب سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ باطنی نوری وجود اندر میں ایسا قلق درد سوز وگداز اور ندامت دلا کر پشیمان کرتا ہے کہ طالب توبہ استغفار اور گریہ آہ ونالہ سے گناہ کے وجود کو جلا دیتا ہے۔ وہ نوری وجود مقامِ ارشاد میں شیخ کی صورت اور مقامِ طلب میں طالب کی صورت میں نظر آتا ہے مگر اس کی اپنی اصلی صورت شیخ اور طالب کی صورت سے آمیختہ ایک تیسری صورت ہوتی ہے۔ وہ اصلی صورت طالب کو بہت کم نظر آتی ہے۔ جیسا کہ انسان اپنا چہرہ بہت کم دیکھتا ہے اور دوسری شکلیں ہمیشہ ہر وقت نظر آتی ہے۔ یہ لطیفہ فنافی الشیخ کہلاتا ہے۔ جس قدر شیخ کامل اور طالب صاحبِ استعداد ہوتا ہے اتنا ہی طالب کا یہ باطنی وجود قوی طاقتور اور صاحبِ کمال ہوتا ہے۔ غرض جب طالب کی یہ نوری صورت شیخ کی پرورش سے بڑھ کر بالغ ہو جاتی ہے تو اس وقت اُسے مرتبہ ارشاد حاصل ہوتا ہے اور اس میں دوسرے طالبوں کے قلوب اور دلوں کو زندہ کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اُسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری اور شیخ مربی کی طرف سے باطن میں خلقِ خدا کو تلقین ارشاد اور فیض پہنچانے کا امر اور اذن ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے امر سے لوگوں کے قلوب کو فیض باطنی سے مالا مال کرتا رہتا ہے خواہ لوگ اُسے جانیں یا نہ جانیں۔

اکثر خدا کے سچے صادق بندے لوگوں کو ہمیشہ فیض پہنچاتے ہیں مگر اپنے آپ کو درمیان میں نہیں لاتے۔ قولہ تعالیٰ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ۔

ترجمہ: "کہدے اے محمد! کہ میں اس ہدایت کے بدلے جو تمہیں کرتا ہوں کوئی اجرت نہیں مانگتا" ان کی حالت ایسی ہرگز نہیں ہوتی۔ جیساکہ آج کل کے رسمی دوکاندار پیر دامِ وگرانی پھیلا کر لوگوں کو دستِ بیعت اور مرید محض اس لئے کرتے ہیں کہ ان سے نذر نیاز اور روپیہ فراہم کرکے اپنی جائیدادیں بنائیں۔ یہ بہشتی ٹھیکیدار محض انہیں زبانی تسلیاں دے کر قیامت کے دن انہیں بہشت میں داخل کرلے کے ذمہ دار بن جاتے ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۔

ترجمہ: اے ایمان والو بہت سے علمائے بے عمل اور ریاکار مشائخین مکر و فریب سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ اور انہیں (اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر) خدا کے راستے سے روک دیتے ہیں۔ (یہ وہ رسمی راہنما ہیں) کہ سونا چاندی و نقدی وغیرہ خیرات کے نام پہ بطور نذر نیاز لے کر جمع کرتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (اے محمد) ان لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت

دے۔ اور وہ یوں ہوگا۔ کہ وہ نقدی دوزخ کی آگ میں سخت گرم کر کے لال کی جائے گی۔ اُس سے اُن کے پہلو اور آگے اور پیٹھ غرضیکہ ہر طرف سے جسم کو داغ دیے جائیں گے۔ اور ساتھ ہی اُن سے خطاب کیا جائے گا کہ یہ وہ نقدی ہے جس کو تم مکر و فریب سے اللہ کے نام پر اپنے نفسوں کے لئے جمع کرتے تھے اب اس نقدی کی لذت چکھو" خدا کے خاص بندے لوگوں کو محض اللہ کے واسطے تلقین کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن سے لیتے ہیں اُن کے لئے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امر تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ غرض مرشد کامل طالبوں کا تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح و تخلیۂ سرّ اللہ کے امر سے محض اللہ ہی کے لئے کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز بنائے بن جاتی ہیں اور سنوارے سنور جاتی ہے مگر انسان کا بناؤ اور سنوار نہایت مشکل اور دشوار کام ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ طالب اصلی کامل آدم باطنی انسان کی طرح بن اور سنور جاتا ہے تو اس کے بناؤ اور سنوار پر فرشتے فریفتہ ہوتے ہیں اور اُس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ؂

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف محض توہمات اور خیالات کا مجموعہ ہے۔ اور کہ اہلِ تصوف کو اپنے خیالات اور توہمات، خواب، مراقبے یا بیداری میں

منتشکل ہو کر نظر آتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ تصوف کا اصل معاملہ خواب وخیال سے دور اور شک وشُبہ سے بالکل پاک اور وہم وگمان سے منزّہ ہے وہاں تو صبح صادق کی طرح ایک روشن ٹھوس جہان ہے جہاں تمام وہم وگمان خطرات و ظلمات نفسانی وشیطانی کو کافور کرنے والا شمس حقیقی درخشاں ہے۔ جو شخص رحِم کی مانند اس تنگ وتاریک نفسانی ظلمانی مادی جہان میں معنوی طور پر مر جاتا ہے تو اس اصلی روحانی جاودانی نورانی جہان میں بصورتِ طفلِ نوری پیدا ہو جاتا ہے مدت کے بعد جب اُس کا وہ نوری معنوی جُستہ بڑھ کر عقل کلی سے عاقل ہو جاتا ہے اور مادرِ باطن سے باطنی زبان سیکھ جاتا ہے۔ تو وہاں کی اشیاء کے اسماء اور حقائق سے واقف ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہاں وہ باطنی روحانی لوگوں کی باتیں سُنتا اور سمجھتا رہتا ہے اور اُن سے دریافت کرتا اور تعلیم وتدریس حاصل کرتا ہے اُس وقت اُس کا معاملہ شک وشبہ سے گزر جاتا ہے اور اس کا درجہ یقین علم الیقین سے گزر کر عین الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے شخص کا معاملہ شنید سے دید اور دید سے رسید اور رسید سے یافت تک پہنچ جاتا ہے جس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں

فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور طرح طرح کی کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی کو نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بیخود اور بیہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بیخودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو یارا پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن میں ایسی آواز آنے لگتی ہے۔ جیسی گنبد میں سے آتی ہے اس آواز کو صوتِ حسن و ہمس کہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (آیۃ ۱ س ۲۵)

(یعنی:۔ اور رحمٰن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو سوائے کھس کھس (آہستہ) آواز کے کچھ نہ سنے گا) اور کہتے ہیں کہ یہی آواز حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے اور اپنے تمام بدن سے سُنی تھی اور اُن پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیائے کرامؒ بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز سے خدائے تعالیٰ کو پایا ہے۔ اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی ہے اور کبھی گھنٹے جیسی بھی آواز آنے لگتی ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ آں یار کجاست

ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

(یعنی: کوئی نہیں جانتا کہ اس دوست کی منزل کہاں ہے ہاں مگر اتنا ہے کہ قافلے کے ایک گھنٹے کی آواز آتی رہتی ہے) اور کبھی کبھی دوسری طرح کی آواز آتی ہے۔ مثلاً کبھی بھڑ کی کبھی چڑیا کی، کبھی ایسی جیسے شام کو بسیرے کے وقت جانور اڑتے پھرتے کی اور کبھی ڈھول گھنٹے اور ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز، کبھی طنبورہ، سارنگی، ستار، نقارہ اور دوسرے باجوں کی سی غرض اسی طرح نئی نئی آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ایسی آواز ڈھول اور نوبت خانہ کی آواز پر غالب آجائے اور جب اس کا غلبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سلطان الاذکار کی آواز ہے کہ کبھی بجلی کی کڑک کی سی آواز ظاہر ہوتی ہے، کسی کے لطیفوں میں بجلی، ستارہ، چاند، سورج یا دوسری قسم اور رنگ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں لیکن سالک کو چاہیئے کہ ان انوارات کی

طرف توجہ نہ کرے اس لیئے کہ بڑا مقصد خدائے تعالیٰ کی ذاتِ بے جہت و بے کیف کا نور حاصل کرنا ہے، کسی کو باطنی سیر شروع ہو جاتی ہے اور حسیں بیکار ہو جاتی ہیں، اور کسی کے لطیفوں میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ کسی کو شرع شریف کی پیروی اور اچھی عادتیں حاصل کرنے کا شوق اور شرع کے خلاف باتوں سے نفرت اور بری عادتوں سے بیزاری ہو جاتی ہے، کوئی اپنے اندر پیر کی محبت کا مزا اور توجہ کی کشش پاتا ہے اور کسی کو ظاہراً کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ بھی اثر سے خالی نہیں رہتا۔ توجہ اپنا اثر ضرور کرتی ہے اگرچہ معلوم نہ ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اکثر پر عجیب عجیب حالات اور کیفیات کا نہ ہونا اور ان کا کامل ہونا اور شرع شریف پر پوری طرح عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کا پایا جانا صحبت کے فائدہ مند ہونے پر دلیل ہے۔

اقسامِ انوار: حضرت صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں انوارات چار قسم کے ہیں۔

۱۔ جلالی ۲۔ جمالی ۳۔ کمالی۔ ۴۔ شنعتی۔

۱۔ جلالی: جلالی نور جذبہ و سُکر بے ہوشی پیدا کرتا ہے۔ یہ حال غالب ہوتا ہے۔

۲۔ جمالی: جمالی نور والا ہوش میں رہتا ہے۔ موافق شریعت اس پر

حال غالب نہیں ہوتا۔

۳۔ کمالی:۔ کمالی نور کی رفتار بلا تکلف ہے۔ اس میں ہضم ہے سراسر شریعت وسنّت واطاعت ہے۔

۴۔ شنعتی: شنعتی نور میں جذب اور جزع، فزع تڑپنا بہت ہوتا ہے۔

مرید کو ان چہار انوار سے ایک نہ ایک ضرور حاصل ہوتا ہے۔ اور خلیفہ کے واسطے دونوں ضرور ہوتے ہیں یعنی جلالی وجمالی دونوں ہوتے ہیں۔ مقام خلافت میں۔ تاکہ ارشاد کے اثر سے خوف اور رجاء پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ یہ دو چیزیں یعنی ڈر اور اُمید ایمان کے واسطے محافظ ہیں۔ اور ضرورت حفاظت ہے ایمان کے واسطے جس کو تصوّف کی اصطلاح میں جلالیت، جمالیت کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں خوف ورجا سے موصوف ہے۔

جمالی وجلالی حال

جاننا چاہیئے کہ جس سالک کی تربیت جمالی نور سے فرماتے ہیں۔ اُس سالک کا حال جمالی ہوتا ہے۔ اور ایسے سالک کو عام طور پر کیفیات محسوس نہیں ہوتیں اور اگر ہوں بھی تو بہت کم اور جس سالک کو جلالی نور عطا ہوتا ہے، وہ کیفیات کو صاف محسوس کرتا ہے اور ایسا حال جلالی حال ہے۔ اور غلبۂ خوف الٰہی اس کا خاصہ ہے۔

ذکر ۔ فکر ۔ حضور ۔ سرور

۱۔ ذکر: الفاظ کے تکرار اور بیان کو کہتے ہیں یعنی اسمِ ذات کا تکرار۔

۲۔ فکر: تصور اور دھیان ہے۔ صفاتِ مذکورہ میں چنانچہ رحیم، کریم، باقی قائم حییّ کا تصور ذاتِ اقدس میں کریں کہ یہ صفات شایانِ ذات قادرِ مطلق ہیں۔ اس میں کوئی شریک نہیں اور اجمالاً اس کا مفہوم کلمہ طیبہ ہے فکر کے وقت یہ مفہوم ملحوظ رکھیں۔

۳۔ حضور:۔ یہ ہے کہ ارادہ ذکر ایسا کریں کہ میں اللہ کی ذات کو دیکھتا ہوں یا وہ مجھے دیکھتے ہیں۔ حاضر ناظر سمجھنا یہ روحی ذکر ہے جس کی تعبیر وصل و قرب سے ہوتی ہے اور استحضار اور بیداری کو بھی کہتے ہیں۔

۴۔ سرور:۔ وہ کیفیت ہے جو حضور کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے اس کے اثر سے خوشی ہوگی یا خنگی اور دونوں لذیذ سے لذیذ تر کیفیتیں ہیں جو دل کو تر و تازہ اور خوش کرتی ہیں اور دل سے تجاوز کر کے بدن پر ایک کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ جذب کی یا مستی کی یا فنا کی اور اس کو اصطلاحِ صوفیہ میں مذاق ذائقہ کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ ذوق خوب جانتے ہیں۔ ان کی خلقی طرف بدن ہے اور امری طرف نزولِ تجلیاتِ جلالی و جمالی ہے۔ کسی کو اجمالاً کسی کو تفصیلاً اور اصل اس کی صفاتی تجلیات ہے۔ یا اسمائی تجلیات یا افعالی

تجلیات اور ذاتی تجلیات منع ہیں۔ ان کی تاب کسی کو نہیں کہ برداشت کر سکے۔ ہاں اتنا ہے کہ محبتِ محضہ ذاتیہ جس کو معائنہ کہتے ہیں۔ یعنی ذاتی تصور اس کا نام تجلی ذاتی ہے یعنی ذاتِ اقدس کو ظاہر و حاضر تصور کرنا ذاتی ظہور رہے۔ ارادہ ذاکر میں گویا اس طرف یعنی فاکر ذاکرہ کی طرف تجلہ ہے۔ بخلاف تجلی ذاتِ اقدس کے۔ کیونکہ جو انوار ادراک میں آتے ہیں وہ سب کے سب مخلوق ہیں۔ یعنی صفات اور اسماء کا عکس ہیں اور افعال کا چونکہ اسماء اور صفات سے تعلق ہے اور افعال کا آثار کے ساتھ یعنی موجوداتِ کونیہ کے ساتھ جس کو اصطلاحِ صوفیہ میں عالمِ خلق کہتے اور ناسوت ملکوت سے بھی تعبیر ہوتا ہے۔ پس انوار الوان کو جو ذاکر کے خیال میں آتے ہیں وہ سب مخلوق ہیں۔ مخلوقی انوار کو ذاتی انوار کہنا بے وقوفی ہے۔ اس غلطی میں بہت صوفیہ نادان گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ مخلوق کو خالق کہتے ہیں۔

نعوذ باللہ منہا اور جو صورت کہ نظر میں آتی ہے کہ خدا ہے وہ ذاتِ اقدس نہیں ہے۔ یہ اپنے ارادہ کا عکسِ ارادی عزمی ہے چنانچہ دل میں ارادہ ہوتا ہے اور شوق ہوتا ہے کہ اللہ کو دیکھیں اور دیدار ہو جائے تو یہ ارادہ عالمِ ملکوت میں مصوّر ہوتا ہے اور نظر آتا ہے۔ یہ ایک تصویر نوری بن جاتی ہے اس کو خدا کہنا کفر ہے لیکن کیا قصور غلط تربیت کا نتیجہ غلط ہوتا ہے۔

چنانچہ عالمِ ملکوت کا یہ خاصہ ہے کہ جس طرح شیشہ میں چیز معکوس پذیر ہوتی ہے اور نظر مکاشفہ سے ادراک ہوتا ہے تو انسان اپنے ارادہ دیدار کو ملکوت

میں بقوتِ نظرِ ملکوتی کشفی دیکھتا ہے نہ کہ ذاتِ اقدس کو۔ اقدس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ادراکِ انسانی سے باہر ہے اور کیف اور چون وگوں سے پاک ہے چنانچہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشنِ خود
کہ نظر دریغ باشد بہ چنیں لطیف روئے

الغرض یہ ذکر کے انوار ہیں جو نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ذکر کے دو طرف ہیں۔ ایک طرف ناسوتی خلقی۔ جو انسان ذاکر کی زبان اور منہ ہے اور دل ہے اور دوسری طرف امری ذاتی ہے جو کہ ذکر کا معنی اسم کا مسمّٰی ہے۔ تو یہ ناسوتی طرف ادراکی کیفی ہے اور امری طرف غیر مدرک ہے صرف بذریعہ تجلیات تربیت ہوتی ہے اور اس تربیت کا اثر بدن ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کو تجلّی تمثیلی کہتے ہیں۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰاحِمِیْنَ۔ (اسمِ ذات)

فصل:

اربابِ قلوب کی سیر و سلوک کے بیان میں

اہلِ دل حضرات کا سلوک دائرہ امکان اور ولایت صغریٰ میں ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کا معمول یہ ہے کہ وہ پہلے طالب کے لطائف میں ذکر کے القا کے لئے توجہ دیتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل رکھ کر حضرت حق سبحانہٗ سے التجا کرتے ہوئے اپنے مشائخ کے ذریعے امداد چاہتے ہیں کہ خداوندا جو انوارِ ذکر پیرانِ کبارؒ کے ذریعے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں۔ وہ اس طالب کے قلب میں ڈال دے۔ اس طرح اس کے قلب کی طرف توجہ اور ہمت صرف کرتے ہیں کہ عنایتِ الٰہی سے چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اسی طرح اپنی روح کو طالب کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیرانِ عظامؒ کی ارواحِ شریفہ سے ذکر کا جو نور میرے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میں اس کو اس طالب کی روح میں القا کرتا ہوں اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف پر بھی یعنی سر، خفی، اخفیٰ، لطیفۂ نفس اور قالب میں متوجہ ہو کر ذکر کا القا کرتے ہیں پھر جب تمام لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا ہے تو نفی و اثبات کا ذکر تلقین کر کے جمعیت اور حضور کی نسبت کا القا کرتے ہیں۔ **جمعیت** سے مراد قلب کو خطرات سے

دور کر کے چکنا رکھنا ہے اور حضور سے مراد، قلب میں حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ پیدا کرنا ہے۔ جب طالب کے قلب میں جمعیت اور حضور پیدا ہو جائے تو شیخ طالب کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرماتا ہے۔ (یعنی کھینچ لے جاتا ہے) اکثر طلبا کو دیکھا ہے کہ پہلے وہ جذب کا ادراک کر لیتے ہیں اور جس وقت قالب سے لطیفہ فوق کو آتا ہے تو وہ نسبتِ حضور حاصل کر لیتے ہیں۔ پیرانِ عظام اسی طرح ہر مقام کے فیض کے لئے کہ جس مقام میں توجہ کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے خود کو اس مقام کے رنگ میں رنگ لیتے ہیں پھر اس مقام کے فیض کو طالب کے باطن میں القا کرتے ہیں اور اس فیض کے لئے مورد کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا دل کثرتِ علائق و عوائق کی وجہ سے کوئلہ کی طرح سیاہ و بے نور ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ خود کو اور اپنی اصل کو بھلا بیٹھا ہے۔ لیکن جب طالبِ صادق حُسنِ عقیدت کے ساتھ شیخِ کامل کی صحبت میں آتا ہے۔ تو شیخ توجہ دے کر ذکر کا طریقہ تلقین کرتا ہے اور اس کے حق میں اپنی توجہ استعمال کرتا ہے تو اس کی توجہات کی برکت سے اس کے قلب میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ روشن ہو جاتا ہے اور جب ذکر کے نور سے اس کا تمام قلب منوّر ہو جاتا ہے تو نور کا شعلہ اس کے قلب سے بلند ہوتا ہے، اس چیز کو فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور پہلی بشارت جو طالب کو دی جاتی ہے وہ یہی فتح الباب کی ہوتی ہے۔

اس وقت وہ قلب جو اپنی اصل سے غافل ہو چکا تھا پھر اپنی اصل کو یاد کرنے لگتا ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور شعلۂ نور اس قدر بلند ہونے لگتا ہے۔ کہ قالب میں سے باہر آجاتا ہے اور یہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ "لطیفہ قالب سے برآمد ہو"۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنی اصل کی جانب کہ جو فوق العرش ہے سیر کرتا ہے اور شیخ کی صحبت کی برکت سے طالب کے لطائف کو جذباتِ قویہ حاصل ہونے لگتے ہیں لیکن سیر میں تیزی یا دھیما پن جیسا کہ میں سمجھا ہوں شیخ کی توجہات کی کثرت یا کمی پر موقوف ہے اگر شیخ کی توجہات طالب کی حق میں زیادہ ہوں تو طالب کی سیر میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر شیخ کی توجہات کم ہوں تو سیر بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے، طالبوں کی استعداد و لیاقت بھی مختلف ہوتی ہیں بعض بہت استعداد رکھتے ہیں۔ کہ ذرا سی توجہ سے آگ کی لپٹ کی طرح بلند ہو جاتے ہیں (اور اس قدر تیزی کے ساتھ اڑتے ہیں) کہ ان کی سیر کی تیز رفتاری میں ہر شخص کی نظر کام نہیں کر سکتی۔ اور بعض لوگ اپنی استعداد میں سست ہوتے ہیں مگر گرتے پڑتے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ غرض کہ اس طریقۂ (نقشبندیہ) میں خصوصیت کے ساتھ طالب کے لئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس راہ میں کوشش کا پاؤں لنگ ہو جاتا ہے اور اپنی ریاضت یا مجاہدہ کام نہیں آتا، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور توجہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طریقہ میں جذبے کو سلوک پر مقدم کرنے کی

وجہ سے راستے میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ چلنے میں اور لے جانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے اور تمام سلوک کا خلاصہ کہ جس سے مراد دس مشہور مقامات کو طے کرنا ہے یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا، یہ سب اسی ضمن میں طے ہوتے ہیں۔ میں اپنے پیروں کے قربان جاؤں کہ ہم جیسے گھٹیا اور کم استعداد لوگوں کے لئے کیسی آسان راہ مقرر فرمائی ہے۔ یہ احسان دراصل حضرت شاہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر اور سربسجدہ ہو کر دعا کی تھی اور عرض کیا تھا کہ بار الٰہا مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما کہ جس سے تیرا وصل حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا طریقہ عطا فرمایا جو سب طریقوں سے زیادہ نزدیک اور آسان ہے اور ضرور اُس تک پہنچانے والا ہے (یعنی وصل حاصل ہو جاتا ہے) لیکن شیخ کامل اور مکمل ہونا چاہیئے کہ اس کا ظاہر پوری طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت رکھتا ہو اور اس کا باطن غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر اور بے تعلق ہو کر حضرتِ حق سبحانہٗ کے دوام حضور سے مشرف ہو، ورنہ پھر اس طریقے میں گناہ اور کیا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اکابرِ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے کام کی بنیاد جمعیت اور حضور پر رکھی ہے۔ اسی واسطے رطب و یابس پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور طالب کو چار چیزوں کے اصول پر رغبت دلاتے ہیں یعنی جمعیت، حضور، جذبات اور واردات (اوّل الذکر دو کے معنی یہ ہیں) لطائف کی کشش جو فوق کی

طرف ہوتی ہے اس کو جذبات کہتے ہیں اور واردات سے مراد وہ حال ہے
جو فوق سے قلب پر وارد ہوتا ہے اور قلب اس کی برداشت سے عاجز ہوجاتا
ہے فوق کی جہت اس جہت کی مشق کی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف
توجہ کی جاتی ہے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہات واطراف سے بالکل پاک ومبرا
ہے۔ اُس کو دائرۂ جہات واطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہیئے اور انہیں
واردات کو اس طریقۂ نقشبندیہ میں عدم اور وجود عدم بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے
تو یہ واردات سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک ماہ کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ اور
رفتہ رفتہ کثرت پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر ہر ہفتہ اور ہر روز بلکہ ایک روز میں کئی
کئی بار حتیٰ کہ متواتر ہونے لگتے ہیں اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ جیسا
کہ اس طریقہ کے بزرگوں نے فرمایا ہے بیت

گر عدم کا وصال بن جائے
کارِ مرداں اسی کو کہتے ہیں

اس سے اشارہ اسی حالت کے متعلق ہے اور یہی عدم و وجودِ عدم جذبے کے
جہت میں فنا و بقا ہے لیکن فنائے قلب اسی وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ
غیر اللہ کے علم اور محبت سے سینہ پاک ہوجائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اس
کے دل میں نہ گزرے۔ بیت

دور کر لو دل سے غیر اللہ کو بے چگوں کی حب میں چوں ہی دور ہو

افعالِ الٰہیہ کی تجلّیات میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے۔ یعنی غیر اللہ کے افعال کو حضرتِ حق سبحانہٗ کے فعل کا اثر خیال کرنا۔ جب یہ دید و خیال طالب پر غالب آجاتا ہے تو نہ صرف عالمِ امکان کی ذات و صفات بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر بھی دیکھا جا سکتا ہے اور توحیدِ وجودی کہ جس سے مراد ممکنات کی ہستی میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کی امواج کو دیکھنا" مترنم دیکھا جا سکتا ہے۔ بیت

اس کی غیرت سے غیر ہے ناپید
عین ہر چیز ہو گیا ہے وہ

اور توحید وجودی والے خود کو اور تمام عالم کو اپنے دل و دماغ سے، فنا کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے، بیت

مطرب پُرسوز نے آواز دی
چوب و تار و نغمہ سب کچھ ہے وہی

اور اسی کو فنائی اللہ کہتے ہیں اور سالک جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگاتا ہے تو اس کی بصیرت سوائے مشہود کے کوئی اور چیز نہیں پاتی اور جہاں کہیں بھی اس کی نظر جاتی ہے اس کے دریا اور اس کی لہروں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا بلکہ خود کو اسی سمندر کا ایک قطرہ سمجھتا ہے اور انتہائی استغراق کی وجہ سے قطرے کا یہ امتیاز بھی اُٹھ جاتا ہے، بیت

تُو ہے سرچشمہ ندی کا اس لئے
ہو نہیں سکتی ندی تجھ سے جُدا۔

حضرت شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہ' اس طائفہ علیہ کی سند میں فرماتے ہیں کہ

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلیٰ مَا کَانَ فِیْ قِدَمٍ بحر اب بھی ہے کہ جیسا تھا عہدِ قدیم میں

اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَّ اَنْھَارُ کیا اس کی لہریں نہریں حوادث نہیں سبھی؟

فَلَا یَحْجُبَنَّکَ اَشْکَالٌ تُشَاکِلُھَا عَمَّنْ تَشَکَّلَ فِیْھَا وَھِیَ اَسْتَارُ

اشکال جن میں تم متشکل ہوئے ہیں حجاب لیکن نقاب روئے حقیقت نہ ہوں کبھی

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے: قطعہ

لَا اٰدَمُ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسُ	لَا مُلْکُ سُلَیْمَانَ وَلَا بِلْقِیْسُ
آدم جہاں میں ہے نہ ابلیس ہے کوئی	ہے ملک سلیمان کا نہ بلقیس ہے کوئی
فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنیٰ	یَا مَنْ ھُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسُ
یہ سب عبارتیں ہیں مگر میرے دلستان	تو ہی فقط ہے معنی و مفہوم کُلِ جہاں

حضرت مغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:۔

سمندر سے بہت سی لہریں اُٹھی ہیں	جو بیچونی سے چوں میں آ گئی ہیں'
کبھی لیلےٰ کی صورت سے عیاں ہیں	کبھی مجنوں کی صورت میں چھپی ہیں
ہویدا جب ہوا خلوت سے وہ دوست	تو جلوت میں وہ شکلیں آ گئی ہیں
اس دریا میں ان لہروں سے ہر دم	ہزاروں سیپیاں پیدا ہوئی ہیں

کبھی سو قصّے ان سے بہرِ احباب　　کبھی سودا استانیں بن گئی ہیں
غرض یہ جلوے جس جامہ میں دیکھو　　یقین جانو، نقوشِ دلبری ہیں
یہ جلوے بھی، کلامِ معنبری بھی　　لباسِ دلبری و دل کشی ہیں

جب اس مرتبے کی فنا اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو عطا کردہ وجود سے اس کو موجود کر کے اپنی طرف سے اسے بقا عطا فرماتے ہیں۔

پھر سالک خود کو سب میں اور سب کو خود میں مشاہدہ کرتا ہے اور تمام عالم کو اپنے جمال کے آئینہ میں دیکھتا ہے اور ذوق و شوق کی شدت میں یہ اشعار پڑھنے لگتا ہے۔

غزل

خود اپنا حسن آئینے میں دیکھتا ہوں میں　　عالم تمام خانۂ تصویر ہے مجھے
خورشید ہوں مظاہر عالم ہیں کیا عجب　　ذاتِ کائنات بھی مظہر بنیں مرے

وہ عشق ہوں کہ دونوں جہاں میں نہ آسکے　　عنقا ہوں جن کا کوئی نشاں تک نہ پا سکے
ابرو ہے تار سے میرے دنیا ہوئی شکار　　کوئی پتا نہ تیر و کماں کا بتا سکے
ہر منہ سے بولوں اور ہر کان سے سنوں　　لیکن کوئی نہ کان نہ منہ کو بتا سکے

جاننا چاہیئے کہ توحیدِ وجودی، ذوق و شوق، اسرارِ معیت کا ظہور، آہ و نعرہ بے خودی و استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد، یہ سب لطیفۂ قلب کی سیر سے متعلق ہیں اور قلب پہلے پہل دائرہ امکان میں سیر کرتا ہے اور اس دائرے کے احوال میں یہ چیزیں آتی ہیں یعنی جذب، حضور، جمعیت، واردات، کشف کونی،

کشف ارواح، کشفِ عالمِ مثال، اور عالمِ مُلک کی سیر سے مراد تحتِ املاک ہے اور ملکوت (کہ جس سے مراد عالمِ ملائکہ ارواح، بہشت اور وہ جو آسمان کے اوپر ہے) سب دائرہ امکان میں داخل ہے بلکہ اس دائرے کے نیچے والے نصف حصہ میں یہی شعبدے نظر آتے ہیں اور اسی کو سیرِ آفاقی کہتے ہیں۔ بلکہ کمالِ حضور، جمعیت اور جذباتِ قویہ دائرہ ثانی میں حاصل ہوتے ہیں کہ جس سے مراد تجلیاتِ افعالِ الٰہیہ کی سیر ہے اور اسماء و صفات کے ظلال کی سیر بھی ہے اور اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں۔

دائرہ امکان کے نصف حصہ عالی کا جو فوق العرش ہے کیا حال ظاہر کرے۔ ایسا معلوم ہے کہ بہت سے ناقص صوفیوں نے اس مقام کو ہی تنزیہ و لامکانیت کی وجہ سے ذات و صفات کا مرتبہ خیال کر لیا ہے اور یہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ہے۔ اس نصف دائرے میں کہ فوقِ عرش ہے۔ سیر النفسی ہوا کرتی ہے۔ بلکہ سیر النفسی پُوری طرح ولایت صغریٰ کے دائرے میں ظاہر ہوتی ہے۔ جو توحید اور اسرارِ معیت کے ظہور کا مقام ہے۔

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ بھی فنا اور بقا کے بعد دیکھتے ہیں اپنے ہی اندر دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی نفسوں میں ہوتی ہے" اور "تمہارے نفسوں میں، پس کیا نہیں دیکھتے ہو تم" (سورہ ذاریات) اس کی طرف مشیر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:۔ بیت

مثل نابینا نہ ہر جانب ٹٹول
تیری کملی میں ہے سب کچھ تیرے پاس

دائرہ ولایت صغریٰ میں رسائی قلب کی پہچان

ولایت صغریٰ کے دائرے میں قلب کی رسائی کی پہچان یہ ہے کہ فوق کی توجہ مضمحل ہو جاتی ہے اور چھ طرفوں کا احاطہ کر لیتی ہے اور حضرت حق سبحانہٗ کی معیتِ بے کیف کو اوراکِ بے کیف کے ساتھ اپنے آپ کا اور تمام عالم کا محیط تصور کرتی ہے اور بعضوں کو توحیدِ وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہو جاتے ہیں اور توحیدِ وجودی کے اسرار کا منشا یہ ہے کہ عبادات و مجاہدات کی کثرت سے اور ناپسندیدہ چیزوں کے ترک سے اور ذکر و فکر کے دوام اور ہمیشگی کے باعث محبوبِ حقیقی کی طرف عشق و محبت کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں جذبہ اور توجہ اسی ذاتِ اقدس کی جانب موجزن ہو جاتا ہے اور یہ مجاہدات اور ناپسندیدہ چیزوں کا ترک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مطابق ہوتا ہے غیر اللہ کے تعلق سے باطن کو پاک کر دیتا ہے اور آئینہ دل کو غفلت اور لالچ کے زنگ سے صاف کر دیتا ہے یہاں تک کہ باطن میں اسماء و صفاتِ واجبی کے عکوس و ظلال نظر آنے لگتے ہیں اور چونکہ بے چارہ سالک اور دلدادہ عاشق کہ جس نے بے دیکھے محبوب سے عشق کیا ہوتا ہے۔ ان عکوس و ظلال کو

عین محبوب خیال کر لیتا ہے تو شکر یہ کلمات بر خلاف شریعت زبان پر لاتا ہے اور اپنے محبوب کی صورت کو اپنے باطن کے آئینے میں دیکھ کر بے خود و مدہوش ہو جاتا ہے اور وصال کا خیال کرنے لگتا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں :۔

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد

عارف از پرتوِ مَی در طمعِ خام افتاد

ترجمہ : جام کے آئینے میں عکس جو چہرے کا پڑا

ہنس پڑی مے، دلِ عارف میں گماں رہوا

اور چونکہ تشنگی کی شدت کی وجہ سے ظل اور اصل میں وہ فرق نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے ؎

آئینہ دیکھ اپنا سا مُنہ لے کے رہ گئے

صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

اور اس وجد کا غلبہ اس حد تک ہو جاتا ہے کہ تعین اور تشخص بھی سالک کی نظر سے اُٹھ جاتا ہے اور اس کے باطن سے سبحانی (پاک ہوں میں) اور انا الحق (میں حق ہوں) کی آواز آنے لگتی ہے اور جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "میں اپنے بندے کے ظن کے ساتھ ہوں۔" اُس ظن کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ چونکہ اس حال والا اپنے سے اور اپنی حاجتوں سے فنا ہو چکتا ہے اس لئے طعن اور ملامت سے بالکل پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے

مجذوبوں میں اولیائے کرامؒ کے زمرے میں داخل ہے۔

جاننا چاہیئے کہ دائرۂ ثانی میں قلب کی رسائی سے پہلے (کہ وہ توحید کے ظاہر ہونے کا مقام ہے)، توحید کی بات کرنا، اور وحدت وجود کا اعتقاد رکھنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم السّلام نے توحیدِ وجودی کے لئے دعوت نہیں دی ہے بلکہ احکامِ شریعت کے لئے جو کتاب و سنت پر موقوف ہیں اور باطل معبودوں کی نفی بھی کرتے ہیں اور عبادت کے لئے صرف معبودِ حقیقی کو یگانہ قرار دیتے ہیں اور عوام وحدتِ وجود کے مراقبہ کا دھیان کریں تو دنیا اور آخرت کے خسارے کے علاوہ انہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مشائخ وقت کو اللہ تعالےٰ فہم انصاف عطا فرمائے کہ وہ ایسے ملحدانہ عقائد اپنے مریدوں کو تلقین نہ کریں اور ان بے چاروں کو صراطِ مستقیم سے منحرف نہ کریں "گمراہ ہوئے آپ پھر خلقت کو گمراہ کیا، پہلے خود ضائع ہوئے پھر خلقت کو ضائع کیا۔"

بے وقوف اپنی بے وقوفی سے عیب ہی کو ہنر سمجھ بیٹھے
بن گئے وہ ہوا دینے کے لئے دردِ سر کے لئے دھواں ٹھہرے

جاننا چاہیئے کہ بعض سالکوں کو دائرہ امکان کے طے کرنے سے پہلے بلکہ لطیفۂ قلب سے باہر آنے سے پہلے ایک حالت مثل توحیدِ وجود یا ہمہ اوست کی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ مراقبۂ توحیدِ وجودی کے تخیّل سے ان کی قوتِ متخیلہ میں توحید کی صورت منقّش ہو جاتی ہے اور جب یہ تخیّل غلبہ کرتا ہے تو وہ بے تحاشا

توحید کی باتیں کرنے لگتے ہیں خصوصاً سماع اور دلکش آواز کے سننے کے وقت، کیونکہ
دلکش آواز اور نغمہ کے تار سے جب ان کے قلب میں گرمی اور ذوق وشوق پیدا
ہو جاتا ہے تو وہ لوگ زیادہ بیباک ہو جاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر
خود کو ان اشعار کے کہنے والوں کا ہم حال سمجھنے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ
ایسے احوال والوں کے لئے بھی آداب و شرائط ہیں جو ان میں موجود نہیں، ان کی
اہم ترین شرائط میں سے ایک سب سے بڑی شرط سُنّتِ سنیہ (صحیحہ) کی پیروی
اور بدعتِ ناپسندیدہ سے پرہیز ہے۔ پہلے زمانے کے بزرگوں کی حکایات پرہیزگاری
اور تقویٰ میں مشہور ہیں۔ کچھ لوگوں کو عنصرِ ہوائی کی سیر حاصل ہو جاتی ہے چونکہ
اس عنصر میں لطافت زیادہ ہوتی ہے جو ممکنات کے تمام ذرات میں سرایت
کئے ہوئے ہے اس لئے وہ ان کو وجودِ حق سمجھ لیتے ہیں اور توحید وجودی
کی باتیں زبان پہ لانے لگتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ یہ سیر دائرۂ امکان میں داخل
ہے اور توحید وجودی کا مقام اس دائرے کے طے کرنے کے بعد ہے۔ اور بعض
لوگوں کو عالمِ ارواح کے انکشاف وظہور کی وجہ سے اور عالمِ اجسام کی نسبت ظاہر
ہونے سے اور عالمِ اجسام پہ اس کے احاطہ کر لینے سے خیال ہوتا ہے۔ کہ
جہان کا قیوم (نگہبان) ہے اور اسی کو وہ (نعوذ باللہ) خدا سمجھ کر پرستش کرنے
لگتے ہیں، اس مقام پر بعض اکابر کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین
حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس ۳۰ سال تک روح کو خدا سمجھ کر پوجتا رہا اور

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شامل حال ہوئی تو اس مقام سے اُن کو ترقی حاصل ہوئی اور وہ اس دھوکا کو سمجھ گئے۔

حضراتِ خمس

جاننا چاہیئے کہ وہ صوفیہ جو توحید وجودی کا احوال رکھتے ہیں اور وحدتِ وجود کے قائل ہیں اس وجود کے پانچ مراتب متعین کرتے ہیں ان کو "حضراتِ خمس" بھی کہتے ہیں۔ پہلا مرتبہ جو محض احدیت پر متعین ہوا ہے۔ اسے وحدت کا پہلا تعیّن کہتے ہیں اور اس مرتبہ یا مقام پر پہلے تعیّن کا اثبات کرتے ہیں جو علمی اور اجمالی تعیّن ہے اس مرتبے کو تعیّن اوّل، حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرتبۂ لاہوت بھی کہتے ہیں اور دوسرے مرتبہ کو واحدیت اور تعیّن ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تفصیل کا مرتبہ اور حقائق جمیعِ ممکنات کا مرتبہ اور مرتبۂ جبروت بھی کہتے ہیں اور ان دونوں تعیّن کو مراتب وجوب میں شمار کرتے ہیں اور تیسرے مرتبہ کو عالمِ ارواح یا ملکوت کہتے ہیں۔ اور چوتھے کو عالمِ مثال کا مرتبہ دیتے ہیں اور پانچویں کو عالمِ اجسام یا ناسوت کا مرتبہ قرار دیتے ہیں اور ان تینوں مؤخر الذکر مراتب کو مراتب امکانی کہا گیا ہے اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ کے احکام ثابت کرنا ان کے نزدیک زندقہ سمجھا گیا ہے۔ بیت

ہر مرتبہ کا حکم جدا ہے وجود میں
قائم نہیں جو فرق تو زندیقیت ہے وہ

یعنی ایک مرتبے کا نام اور حکم دوسرے مرتبے کے لئے مقرر کرنا صریح کفر ہے
مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے اور اس کا حکم عجز اور عبادت کرنا
ہے۔ اور وحدت کے مرتبے کا نام اللّٰہ ہے اور اس میں بے پروائی، بے نیازی
اور معبودیت کا حکم عائد ہے، تو ان دونوں کے نام اور حکم کو ایک بنا دینا صوفیۂ
محققین کے نزدیک کفر اور ارتداد محض ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر ان پانچوں مراتب
کو غور، تامل اور گہری نظر سے دیکھو گے تو یہ سب کے سب ولایتِ صغریٰ ہی کے
دائرے میں داخل نظر آئیں گے (اور علم اللہ تعالےٰ کو ہے) کیونکہ جب لطائف
خمسہ کی تفصیلی سیر واقع ہوتی ہے۔ تو ان کا گذر پہلے دائرہ امکان میں ہوتا ہے
اور عالمِ اجسام، عالمِ ارواح، وعالمِ ملکوت، وعالمِ مثال جو سب کے سب دائرہ امکان
میں داخل ہیں سالک کے لئے مشاہدہ میں آجاتے ہیں۔ پھر اس دائرے کے طے
کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایت
صغریٰ میں قدم رکھے گا۔ اور اسی دائرے میں اسماء وصفات کے ظلال کی سیر
ہوتی ہے اور یہ ظلال سالک کی نظر میں اسماء وصفات کا عین دکھائی دیں گے
اور چونکہ ہر دائرہ اپنے مبدأ کے نقطے سے بڑھتا ہے اور سیر تفصیلی قطع کرنے کے
بعد اس نقطۂ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اس نقطہ کو حقیقتِ محمدی (صلی اللّٰہ
علیہ وسلم) اور تعینِ اوّل (جو تعین علمی ہے) سمجھے گا۔ اور اس نقطے کو فوق میں
ذاتِ محض اور احدیتِ مجردہ خیال کرے گا (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں برتر ہے)

بیت؎ اُٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

جاننا چاہیئے کہ اسماء وصفات کے ظلال کا یہ دائرہ تمام ممکنات کے تعینات کا مبداء ہے لیکن انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ افرادِ عالم کے ہر ہر فرد کو بارگاہِ الٰہی سے پے در پے اور متواتر نو بہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں۔ جیسے وجود وحیات اور دیگر بہت سی نعمتیں جن کی تعداد احاطۂ بشری سے خارج ہے اور یہ تمام فیوض صفات اور ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذات حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔ اگر یہ اسماء وصفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو محض معدوم تھا وجود نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ، کی ذات پاک جو کمال استغناء اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے اس کو عالم کے ساتھ فی حدِ ذاتہٖ تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے۔

(بیشک اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے) پس دنیا کے ہر شخص کو اشخاصِ عالم میں سے صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض وکمالات حاصل ہوتے ہیں۔ اس ظل کو اس شخص کے تعین اور حقیقت کا مبداء کہتے ہیں اور اس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں۔ صوفیا کرام کا یہ قول (اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاس خلائق کے شمار کے برابر ہیں) انہیں ظلال کی طرف

اشارہ ہے۔

اور لطائف خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایت صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہو کر اس اپنی حقیقت کے ساتھ اُسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ پس لطیفۂ قلب کی فنا، تجلیٔ فعلی میں ہوتی ہے اور ایسے وقت میں خود کے افعال اور مخلوقات کے افعال اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور بجز ایک فعل فاعلِ حقیقی کے اس کی نظر میں اور کچھ بھی نہیں آتا" اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس وہ سالک جو ولایت کی اس راہ سے اپنے مقصد میں داخل ہوتا ہے اُس کو آدمی المشرب کہتے ہیں

جو کچھ کہ لطائفِ خمسہ کی ولایت میں عالمِ امر کو انبیاء علیہم السلام سے جو نسبت دیتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ عالم امر کے لطائفِ خمسہ میں جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس قرب کا ظل ہے جو انبیاء علیہم السلام کو اس کی اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً وہ قرب جو لطیفۂ قلب میں حاصل ہوتا ہے وہ ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے قُرب کا ظِل ہے۔ اسی لئے لطیفۂ قلب جو بائیں پستان سے دو انگشت نیچے واقع ہے اور جس میں استعداد معرفتِ ذات وصفات کی رکھی گئی ہے کو زیرِ قدم حضرتِ آدم علیہ السلام اور ولایت حضرت آدم علیہ السلام کا مقام قرار دیا گیا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کا پہلا ستون ہے۔

طریقۂ مراقبہ قلب سالک کو چاہیئے کہ وہ مراقبہ قلب اس طرح کرے کہ اپنے قلب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے مقابل رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کرے کہ تجلیٔ افعالی کا وہ فیض جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں پہنچا ہے میرے قلب میں پہنچے۔ اور مشائخ کرامؒ کے قلوب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک (سلسلہ رکھتے ہیں) فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں۔ انہیں عینک (آئینہ) کے مانند سمجھے اور دعا پڑھے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝

شش جہات سے خواجہ نقشبندؒ کی مراد
قلب کے پانچ درجات اور محض قلب بسیط

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہتیں ہوتی ہیں لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جاننا چاہیئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک برزخ ہے اور ان بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں کو اس کی روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔ لہٰذا مشائخ کو جب مقامِ قلب میں رسائی ہوتی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونوں مقامات

کے وہ علوم و معارف جن کو قلب سے مناسبت ہوتی ہے ان پر فائض ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ نقشبند رح خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں چونکہ انتہا ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہٰذا اس طریقہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنانِ قضا و قدر نے اکابرین طریقۂ عالیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطیفوں یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) میں سے جو کچھ افراد انسانی کے مجموعے میں موجود اور ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے۔ کیوں کہ چھ جہتوں سے مراد یہی چھ لطیفے لئے گئے ہیں۔ پس باقی تمام مشائخ کی سیر تو ظاہر قلب پر ہوتی ہے اور ان بزرگوں (یعنی نقشبندیہ حضرات) کی سیر باطنی قلب میں ہوتی ہے۔ اور اس سیر میں یہ حضرات قلب کے ابطنِ بطون (باطنوں کے بھی باطن ترین) مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور ان تمام چھ لطائف کے علوم و معارف مقامِ قلب میں منکشف ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہی علوم و معارف ہوتے ہیں۔ جن کو مقام قلب سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ ہے توضیح و تشریح حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے اس کلمہ قدسیہ کی (جو اوپر بیان ہوا)

قلب کے پانچ درجات اور محض قلب بسیط

جاننا چاہیئے، جیسا کہ قلب ہر چھ لطیفوں کو شامل ہوتا ہے اسی طرح

قلب کا قلب بھی ان تمام لطائف پر مشتمل ہوتا ہے لیکن قلب کے قلب میں بوجہ تنگیٔ دائرہ یا دوسرے کسی سِر کی وجہ سے اِن چھ لطائف مذکورہ میں سے دو لطیفے مجزّی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے اِن میں سے ایک لطیفۂ نفس ہے اور دوسرا لطیفۂ اخفیٰ۔

"یہی حال اس قلب کا بھی ہوتا ہے جو تیسرے درجہ میں ہوتا ہے مگر یہ کہ اس میں لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا اور یہی صورت اس قلب کی بھی ہے جو چوتھے مرتبے میں ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ اس میں لطیفہ سِتر بھی ظاہر نہیں ہوتا باوجودیکہ لطیفۂ قلب اور لطیفۂ روح اس میں ظاہر ہوتا چنانچہ صرف قلب محض باقی رہ جاتا ہے جو بالکلیہ بسیط ہوتا ہے اس میں قطعاً کسی دوسری چیز کا اعتبار نہیں ہوتا۔ یہاں بعض معارفِ عالیہ کو معلوم کرلینا ضروری ہے تاکہ ان معارف کے ذریعہ سے نہایت النہایت اور غایت الغایت (یعنی آخری انتہائی نقطہ) تک پہنچا جا سکے لہٰذا اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عالمِ کبیر میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہی سب کچھ عالم صغیر میں بھی اجمالاً ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے مراد انسان ہے لہٰذا جب عالم صغیر کا زنگ دور کرکے اس کو منور کردیا جاتا ہے تو اس میں آئینہ کی طرح وہ تمام چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جو تفصیلاً عالمِ کبیر میں پائی جاتی ہیں کیونکہ زنگ دور ہو جانے اور منور ہو جانے کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی کوتاہی کا اثر جاتا رہتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال

قلب کا بھی ہے جس کی نسبت عالمِ صغیر کے ساتھ ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ عالم صغیر کو عالمِ کبیر یعنی اجمال و تفصیل کی نسبت لہٰذا جب عالمِ اصغر جو عالمِ قلب ہی کا نام ہے صیقل کر دیا جاتا ہے اور اس پر چھائی ہوئی ظلمت اور تاریکی دور ہو جاتی ہے تو اس میں بھی آئینہ کے انداز پر وہ تمام چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو عالم صغیر میں تفصیلاً پائی جاتی ہیں اور یہی صورت قلب کے ساتھ قلبِ قلب کی نسبت کی ہے یعنی ان میں بھی اجمال و تفصیل کی نسبت ہے اور قلبِ قلب میں تفصیلات کا ظہور بوجہ تصفیہ اور نورانیت کے ہوتا ہے حالانکہ وہ مجمل تھا۔

اس قلب کا حال جو تیسرے مرتبہ میں ہوتا ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہوتا ہے اجمال اور تفصیل میں اسی قیاس پر ہے (یعنی تیسرے درجے میں تفصیل ہوتی ہے اور چوتھے درجے میں اجمال ہوتا ہے) اور جو تفصیل کہ مراتب ثابتہ میں تھی ان دونوں مراتب میں اس کا ظہور بوجہ صیقل ہو جانے اور نورانیت حاصل کر لینے کے ہوتا ہے۔ اور یہی صورت اس قلب کی ہے جو پانچویں مرتبہ میں ہوتا ہے۔ پس بے شک باوجودیکہ بسیط ہوتا ہے اور اس میں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں ہوا کرتا لیکن کامل تصفیہ کے بعد اس میں وہ تمام چیزیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو تمام جہانوں یعنی عالمِ کبیر، عالم صغیر، عالمِ اصغر اور اس کے بعد کے عالموں میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔ لہٰذا قلب (پانچویں درجہ میں) تنگ ہونے کے ساتھ ہی وسیع تر بھی ہوتا ہے اور بسیط ہونے کے باوجود بہت زیادہ پھیلاؤ رکھتا ہے

اور قلیل تر ہونے کے ساتھ ہی کثیر تر بھی ہوتا ہے۔ دنیا کی اور کوئی چیز بھی اس انداز پر پیدا نہیں کی گئی اور اس عجیب وغریب لطیفہ کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے خالق اور صانع تعالیٰ و تقدس کے ساتھ اتنی شدید تر مناسبت رکھنے والی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ لامحالہ اس لطیفے میں اپنے صانع سبحانہٗ تعالیٰ کی وہ وہ عجیب وغریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جو دوسری کسی مخلوق میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ (یعنی نہ میری زمین مجھ کو سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان سما سکتا ہے لیکن میرے مومن بندہ کا دل مجھ کو سما سکتا ہے)، اور عالم کبیر اگرچہ ظہور کے اعتبار سے آئینوں میں سب سے زیادہ وسیع ہے لیکن اپنی کثرت اور تفصیل کی وجہ سے اُسے اس ذات (یعنی باری تعالیٰ) کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے جس میں قطعاً نہ کثرت پائی جاتی ہے اور نہ بالکل تفصیل۔ اس ذات کی مناسبت کے لائق جیسا کہ ظاہر ہے وہی چیز ہو سکتی ہے جو تنگ ہونے کے باوجود بسیط نہ ہو، بسیط ہونے ہوئے پورا پھیلاؤ رکھتی ہو، قلیل تر ہو اور ساتھ ہی کثیر تر بھی ہو۔ جب کوئی ایسا عارف جس کی معرفت مکمل تر اور جس کا حضور (شہود) کامل تر ہو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کا وجود نادر ہے اور مرتبہ کے لحاظ سے شریف تر ہے تو ایسا عارف تمام جہانوں اور تمام ظہورات کا قلب بن جاتا ہے یہی شخص ولایتِ محمدیہ کا صحیح حقدار اور دعوات مصطفویہ کے ساتھ شرف اندوز ہوتا ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ

والسّلام والتحیتہ۔ چنانچہ اقطاب، اوتاد اور ابدال سب اس کے دائرہ ولایت کے تحت میں داخل ہوتے ہیں اور افراد اور احاد اور اولیاء کے تمام گروہ اسی کے انوارِ ہدایت کے ماتحت مندرج ہوتے ہیں۔

کیونکہ وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوتا ہے اور خدا کے حبیبؐ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ یہ نسبت شریفہ جو بہت ہی کم پائی جاتی ہے مرادین میں سے کسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کمال میں مریدین کے لئے کوئی حصّہ نہیں ہوتا۔ یہ وہ عظیم الشان انتہا اور بعید ترین غایت ہے کہ اس کے اوپر اور کوئی کمال کا درجہ ہی نہیں ہے اور اس سے زیادہ عزت والا اور کوئی عطیہ الٰہیہ نہیں ہے۔ اگر اس انداز کا کوئی عارفِ کامل ہزاروں سال کے بعد بھی پایا جائے تو اسے غنیمت سمجھا جائے گا۔ اس کی برکات طویل مدتوں اور بعید ترین عرصوں تک جاری رہتی ہیں۔ یہی وہ عارفِ کامل ہے جس کی گفتگو دوا ہے اور جس کی نظر شفا ہے۔
(اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔)

ترتیب حصولِ سلوک

اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ اس راہ میں گامزن ہونے سے پہلے ترتیب سلوک کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ صحیح ترتیب یہ ہے کہ اوّل گناہوں سے توبہ خالص کریں اور کچھ عبادات واجبہ نماز وغیرہ اگر فوت ہوئی ہوں تو ان کا قضا کرنا شروع کر دیں اور اگر اپنے ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں تو ان کے ادا کرنے کے بند وبست میں لگ جاویں یا اہلِ

حق سے معاف کرالیں۔ کیونکہ بدوں اس کے کہ ان سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کریں، اگر عمر بھر بھی ریاضت اور مجاہدہ کرینگے ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہ ہو گی۔ اور توبہ کے ساتھ آئندہ کے لیے بھی قوی عزم رکھیں کہ اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو۔ اور گو مال یا جان کا کتنا ہی بڑا ضرر ہو اور گو نفسانی اور دنیوی مصلحت کیسی ہی فوت ہوتی ہو اور گو خلق کتنا ہی ملامت کرے سب برداشت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ اگر اتنی ہمت نہیں تو وہ طالب حق نہیں ہیں۔ کیونکہ طالب کی تو یہ شان ہوتی ہے ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
شرط اول آنست کہ مجنوں باشی

(یعنی محبوب کے راستہ کو جو اپنے اندر جسم و جان کے لیے ہزاروں خطرات رکھتا ہے طے کرنے کی اگر خواہش ہو تو اس میں قدم رکھنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دیوانہ بنا جائے)

امام بغوی رح نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالےٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آلِ عمران کی یہ آیتیں شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور دوسری آیت یہ ہے: تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ز وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانا جنت میں بنا دوں گا اور اس کو حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور ان پر اس کو غالب رکھوں گا۔ (معارف القرآن ص ۴۳)

رات کو سوتے وقت کے عملیات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ "اے علیؓ رات کو روزانہ پانچ کام کر کے سویا کرو"!

۱۔ چار ہزار دینار صدقہ دے کر سویا کرو۔

۲۔ ایک قرآن شریف پڑھ کر سویا کرو۔

۳۔ جنت کی قیمت دے کر سویا کرو۔

۴۔ دو لڑنے والوں کی صلح کرا کر سویا کرو۔ ۵۔ ایک حج کر کے سویا کرو۔

حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ امر محال ہے مجھ سے کب نبھ سکیں گے؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

۱۔ چار مرتبہ سورۃ فاتحہ یعنی الحمد للہ الخ پڑھ کر سویا کرو۔ اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ دینے کے برابر تمہارے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

۲۔ تین مرتبہ سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ الخ پڑھ کر سویا کرو۔ ایک قرآن مجید پڑھنے کے برابر ثواب ہوگا۔

۳۔ تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو۔ جنت کی قیمت ادا ہوگی۔

۴۔ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو۔ دو لڑنے والوں میں صلح کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

۵۔ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو۔ ایک حج کا ثواب ملے گا۔

اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم اب تو میں روزانہ یہی عملیات کر کے سویا کروں گا۔

بعض اعمال ضروریہ

سونے سے پہلے بستر تین مرتبہ جھاڑ کر بچھائیں سرہانہ شمال کی جانب رہے پھر داہنی طرف کروٹ پر باوضو داہنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹیں اور پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا اور جیتا ہوں) اس کے علاوہ ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ بار اللہ اکبر بھی پڑھے اور یہ چیزیں بھی پڑھے (۱) آیت الکرسی اس کے پڑھنے سے اللہ کی جانب سے رات بھر ایک محافظ (فرشتہ) اس پر مقرر رہے گا اور کوئی شیطان اس کے پاس نہ آئے گا، ۲۔ سورۃ فاتحہ، ۳۔ سورۃ اخلاص، ۴۔ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، ۵۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار اس کی فضیلت یہ ہے کہ پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں ۶۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک پھر ذکر لسانی یا ذکر قلبی میں مشغول رہیں یہاں تک کہ نیند آجائے۔

۱۔ اگر سوتے میں کوئی اچھا خواب دیکھے اور آنکھ کھل جائے تو اس پر الحمد للہ پڑھے۔

۲۔ اور اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے یا تھوک دے یا پھونک مار دے اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب نقصان نہیں پہنچائے گا اور جس کروٹ پر سو رہا تھا اس کو بدل دے یا اٹھ کر (تہجد کی) نماز پڑھے۔

اگر سوتے میں ڈر جائے یا کوئی گھبراہٹ اور پریشانی محسوس ہو یا نیند اچاٹ ہو جائے تو یہ تعوذ پڑھے:۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔ (ترجمہ۔ اس اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلا دیا اور اسی کی طرف مڑ کر جانا ہے۔)

۳۔ جب بیت الخلاء جائے تو داخل ہونے سے پہلے بِسْمِ اللہ کہے اور یہ پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (اے اللہ میں تجھ سے ناپاک جنوں اور ناپاک جننیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔)

۴۔ بیت الخلاء سے نکلے تو غُفْرَانَکَ کہے اور یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ (ہر قسم کی تعریف اس خدا کو سزاوار ہے جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا اور مجھے عافیت بخشی۔)

۵۔ جب وضو کرنے بیٹھے تو اوّل بسم اللہ کہے اس کے بعد یہ دعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔ اے اللہ تو میرے گناہ بخشدے اور میرے گھر (بار) میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

اور وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر یہ پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔)

اس کو وضو کے بعد پڑھنے سے پڑھنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

پھر پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ اے اللہ تو مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں میں شامل کرنے اور مجھے خوب پاک صاف رہنے والوں میں داخل فرما دے۔

۶۔ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد پڑھنے کی دو چیزیں رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (اے اللہ مجھے دوزخ سے محفوظ فرما) پڑھا کرو، اگر اس دن یا رات موت واقع ہو جائیگی تو تمہاری دوزخ سے ضرور خلاصی ہو گی)

۷۔ جب کھانا شروع کرے تو یہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ
میں نے اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت پر کھانا شروع کیا۔

۸۔ جب کھانا کھا چکے تو یہ پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا)

۹۔ جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے تو یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ (اے اللہ جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی تو میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

۱۰۔ جب غصہ آئے یا گدھے یا کتے کی آواز سنے یا بُرے وسوسے آئیں تو یہ پڑھے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے۔)

۱۱۔ جو شخص کسی بھی رنج و غم، اضطراب و پریشانی میں گرفتار ہو یا کسی پریشان کن مشکل میں گرفتار ہو جائے اس کو یہ دعا کثرت سے پڑھنا چاہیئے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بڑا کارساز ہے۔

۱۲۔ اپنے مال و منال میں بڑھوتری اور اضافہ چاہے تو یہ پڑھے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ۔ (اے اللہ! رحمتیں نازل فرما محمدؐ اپنے بندے اور اپنے رسول پر، اور (تمام) ایماندار مردوں اور ایماندار

عورتوں اور مسلمان عورتوں پر۔

۱۳۔ جب قرض میں گرفتار ہو جائے تو یہ دعا کیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ اللہ تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا دے اور اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔

۱۴۔ جب، قبرستان میں جائے تو یہ دعا پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

(اے قبر والو! تم پر سلام ہو۔ ہم کو اور تم کو اللہ بخشے تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔

نمازِ جنازہ

نیت نمازِ جنازہ میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے چار تکبیر نمازِ جنازہ (ادا کروں) تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور دعا اس میت کے لیے۔ اقتداء کی میں نے اس امام کی کعبہ شریف کی جانب رُخ کرتے ہوئے

پہلی تکبیر: اَللّٰہُ اَکْبَرُ : (اللہ بہت بڑا ہے)

ثناء سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ۔

(الٰہی میں تیری پاکی (کے ساتھ) اور تیری تعریف کے ساتھ (تجھے یاد کرتا ہوں) اور

تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیری تعریف بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔)

دوسری تکبیر: اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے)

درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

(الٰہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محمدؐ کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تو نے رحمت بھیجی اور سلام بھیجا اور برکت دی اور مہربانی کی اور رحم کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔)

تیسری تکبیر: اَللّٰہُ اَکْبَرُ: (اللہ بہت بڑا ہے)

دعاء اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ط وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ط

الٰہی بخش دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر حاضر کو اور ہمارے ہر غیر حاضر کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو اور ہمارے ہر چھوٹے اور ہمارے ہر بڑے کو تو ہم سے جس کو زندہ رکھے تو اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔

چوتھی تکبیر: اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (اللہ بہت بڑا ہے)

دائیں اور بائیں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ط
(سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت)

لڑکے کی میت پر یہ دُعاء پڑھیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا ط

الٰہی اس (لڑکے) کو ہمارے لیے آگے پہنچکر سامان کرنے والا بنا دے اور اس کو ہمارے اجر (کا موجب) اور وقت پر کام آنے والا بنا دے اور اس کو ہمارے سفارش کرنے والا بنا دے اور جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

لڑکی کی میت پر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً ط

الٰہی اس (لڑکی کو) ہمارے لیے آگے پہنچکر سامان کرنے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لیے اجر (کی موجب) اور وقت پر کام آنے والی بنا دے اور اس کو ہمارے لیے سفارش کرنے والی بنا دے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

جب جنازہ قبر میں رکھے تو یہ پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (رکھا ہم نے ساتھ نام اللہ کے اوپر دین رسول اللہ کے)

اور جب مٹی ڈالے تین لپ بھر کر ڈالے پہلی بار پڑھے، مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ (ہم نے تم کو اس سے پیدا کیا) اور دوسری بار پڑھے وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ (اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے) اور تیسری بار پڑھے وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ط (اور اسی سے تم کو ہم دوبارہ نکالیں گے۔

تعویذات وعملیات

چند ایسے عملیات وتعویذات درج کئے جاتے ہیں جو بزرگوں کے معمول ہیں ہیں اور شرع شریف کے خلاف نہیں ہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کے نام کی برکت سے شفا بھی ہو اور دین بھی بچا رہے اور مال و آبرو کا نقصان بھی نہ ہو۔ لیکن سالک کو چاہئے کہ بلا اجازتِ شیخ اس کام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے ہاں کبھی کبھار کسی خاص ضرورت کے وقت کوئی تعویذ وغیرہ لکھ کر خود استعمال کرنا یا کسی کو دینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا ہے۔

تعویذ لکھتے وقت ان باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی آیت بے وضو مت لکھو، نہانے کی ضرورت میں بھی مت پڑھو اور جس کاغذ پر قرآن مجید کی آیت لکھ کر تعویذ بناؤ اُس کاغذ پر ایک اور سادہ کاغذ لپیٹ دو تاکہ تعویذ لینے والا اگر بے وضو ہو تو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہو اور چینی کی تشتری بھی آیت لکھ کر بے وضو کے ہاتھ میں مت دو، بلکہ تم خود پانی میں گھول دو، اور جب تعویذ سے کام نہ رہے اس کو پانی میں گھول کر کسی ندی، نہر یا کنوئیں میں چھوڑ دو۔

بعض لوگ خون سے تعویذ لکھتے ہیں سو شریعت میں بہنے والا خون مثل پیشاب کے ناپاک ہے اس سے تعویذ لکھنا ناجائز اور بہت بُری بات ہے۔ اور ایسا تعویذ اگر بازو پہ بندھا ہو یا جیب میں پڑا ہو تو نماز بھی درست نہ ہوگی۔ اسی طرح بعضے تعویذ وعملیات میں تصویریں بنائی جاتی ہیں، بعضے قرآن مجید اُلٹا پڑھتے ہیں، بعضے قرآن مجید کے اندر اور عبارتیں اس طور سے داخل کر دیتے ہیں کہ قرآن پاک کی ترتیب ونظم میں خلل واقع ہو جاتا ہے یہ سب حرام اور معصیت ہے۔ بعض تعویذوں کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ جس سے ان کی بے ادبی ہوتی ہے مثلاً کوئی تعویذ کسی کے آنے جانے کی جگہ دفن کیا جاتا ہے تاکہ اس کے اوپر کو آمد ورفت ہو، یا اور جس طریقے سے بھی بے حرمتی وبے تعظیمی ہوتی ہو سب ناجائز ہے۔

تعویذ اور جھاڑ پھونک تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسوں کلام اللہ اور اس کے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو، یا اس زبان میں جس کے معنی معلوم ہوں۔ تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسوں بالذات مؤثر نہیں بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور افسوں (منتر وغیرہ) تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جس کا مطلب اور معنی معلوم نہیں تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اس میں شرک ہو، دوسری یہ کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث میں منقول ہے تو وہ مستحب ہے۔ تیسری قسم یہ کہ اسماءِ ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور اگر شرع میں اس کی اجازت نہیں تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے مگر جبکہ متضمن تعظیم ہو جیسا کہ غیر اللہ کا حلف تو اب پرہیز کرنا لائق ہے (غایۃ الاوطار) جو تعویذ جداگانہ غلاف میں ہو یعنی تعویذ پر مڑھا ہوا نہ ہو تو اس کا پاخانہ میں لیجانا مکروہ تحریمی نہیں اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے (از غایۃ الاوطار)

تعویذات و عملیات کو مؤثر حقیقی نہ سمجھے بلکہ اس کا اثر خدائے تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اگر کسی کافر کو تعویذ دینا ہو تو بہتر ہے کہ آیاتِ قرآنی نہ لکھے بلکہ یا تو وہ حروف جدا جدا لکھدے یا ان حروف کے ہندسے لکھدے یا اور کچھ جائز عبارت لکھدے۔

---

(۱) برائے محافظت از جمیع آفات و بلیاتِ ارضی و سماوی۔ معمول: سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، چہار قل پڑھ کر دم کرنا از حد مفید ہے۔

(۲) برائے دفعِ سحر و جادو و برائے دفعِ زہر گزیدنِ مار (سانپ کے کاٹے کے لئے) مندرجہ بالا معمول نمک پر پڑھ کر کھلانا اور زخم پر لگانا نہایت مفید اور مجرب ہے۔ (دفعِ سحر جادو کیلئے) روزانہ تین مرتبہ یہی معمول پڑھ کر تمام وجود پر دم کرے۔

(۳) اگر کسی کو دیوانہ کتا کاٹ لے تو سورۂ فاتحہ اور چہار قل پڑھ کر دم کرے از حد مجرب ہے۔

(۴) برائے جمیع امراض و اسقام و آلام و دفعِ جن و آسیب و بد نظر وغیرہ از حد مفید ہے۔ معمول یہ ہے: سورۂ فاتحہ، چاروں قل، آیۂ وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اِلٰهِيْ بِحُرْمَةِ حضرت حاجی دوست محمد قندهاری قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَسِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ بِصَاحِبِ هٰذَا الْمَرَضِ بِحَوْلِكَ وَقُدْرَتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اس تمام مجموعہ کو پڑھ کر دم کریں اور پلائیں۔

(۵) **برائے سخت امراض:** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ يَا شَافِيْ يَا شَافِيْ يَا شَافِيْ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ لکھ کر بازو یا گلے میں باندھے اگر تمام وجود یا اعضا میں کسی جگہ درد ہو تو اس تعویذ کو کاغذ پر لکھ کر پانی میں حل کرکے اکثر اس پانی کو پلائیں اور کسی قدر پانی بچا کر روغن تلخ میں ڈال کر اس جگہ کو اس روغن ... سے چرب کریں بفضلہ تعالیٰ خیر ہو جائے گی۔

(۶) **تعویذ برائے حفظِ طفل از جمیع آفات:** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ[1] كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَيْنٍ لَامَّةٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اس تعویذ کو لکھ کر گلے میں ڈالے۔ یہ عمل جن و آسیب کیلئے بھی مفید ہے۔

(۷) **برائے محافظتِ زراعت:** کاغذ پر لکھ کر کورے سفالہ میں بند کرکے اس کو زراعت کے تختہ میں دفن کردے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يَا رَزَّاقَ الْعِبَادِ يَا خَلَّاقَ الْخَلَائِقِ يَا فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ يَا مُنْبِتَ الزَّرْعِ فِي الْاَرْضِ وَالنَّبَاتِ وَيَا مُجِيْبَ الدَّعَوَاتِ

[1] بعض نسخوں میں یہ اس طرح ہے: مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ

اِدْفَعْ مِنْ هٰذَا الزَّرْعِ شَرَّ الْهَوَامِّ وَالْوُحُوْشِ وَشَرَّ الْفَارَةِ وَالْخَنَازِيْرِ الْمُفْسِدَةِ وَ ارْزُقْنَا رِزْقًا حَسَنًا وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

(۸) تعویذ اسماءِ اصحابِ کہفؔ برائے برکت و امان از غرق و حرق و سرق و غارت وغیرہ ذالک از امراض و حاجات۔ ان اسماء کو لکھ کر مکان، کشتی یا متاع میں یا اپنے پاس رکھے امانِ الٰہی میں رہے گا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الٰہی بحرمتہ یملیخا مکسلمینا میلسنا مرنوش دبرنوش شاذنوش مرطونس اسم کلبھم قطمیر۔۱۲

(۹) تعویذ برائے شفا ہر درد۔ اس آیۂ شریفہ کو تین روز متواتر کاغذ پر لکھ کر پانی میں حل کرکے اس پانی کو پلائیں اور درد کی جگہ مالش کریں ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا:—
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يَا شَافِيْ يَا شَافِيْ يَا شَافِيْ۔

(۱۰) تعویذ برائے حاملہ ہونے عورت کے اور جننے فرزندِ نرینہ کے: اسم یَا مُبْدِئُ کو نو ٹکڑے کاغذ پر لکھیں جس وقت عورت حیض سے فارغ ہو، اول مہینے میں تین رات مجامعت کریں اور صبح کو ہر روز ایک ایک تعویذ پئیں۔ اس ترکیب سے تین ماہ میں یہ نو عدد تعویذ نوش کریں۔ اور اس آیۂ شریفہ کو لکھ کر عورت کو دیں کہ وہ گلے میں اس طرح لٹکائے کہ وہ تعویذ آیۂ شریفہ کا دو انگشت زیرِ ناف آویزاں رہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عورت حاملہ ہوکر فرزندِ نرینہ جنے گی۔ وہ آیۂ شریفہ یہ ہے: اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ يٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ یحیٰ مریم و عیسیٰ ابناصا لحا طویل العمر یحیٰ محمد الصلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم ۱۲

(۱۱) تعویذ برائے حمل خشک شدہ جس عورت کا حمل خشک ہوگیا ہو اُس کے لئے یہ تعویذ چینی کے برتن میں لکھے، چالیس روز بلاناغہ اس کو یہ تعویذ پلائے بفضلہ تعالیٰ

۱؎ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رح سے مروی ہے کہ اسمائے اصحابِ کہف کتابوں میں چند طریقوں سے لکھے ہیں لیکن مجھے اپنے پیر و مرشد سے اسی طریق پر پہنچے ہیں۔

حمل نمو حاصل کر کے ظاہر ہو گا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

(۱۲) **تعویذ برائے دفع تپ ہر قسم**: کٓھٰیٰعٓصٓ ۝ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ۝ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَاءً خَفِیًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِیًّا ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ لکھ کر گردن میں باندھیں اور تین تعویذ یَا مُحِیْطُ اللّٰہ کا غذ پر لکھ کر تین روز ایک ایک کر کے پلائیں۔ انشاء اللہ تپ رفع ہو گی۔

(۱۳) **تعویذ برائے تپ سوم**: اول تپ کے شروع ہونے میں بروزِ نوبت اول و آخر درود شریف اور ایک بار سورۂ رعد پڑھ کر دم کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔ پس چاہئے کہ سہ نوبت کو دم تمام کرے اگرچہ اول یا دوسری نوبت پر آرام ہو جائے۔ اگر تینوں نوبت پر دم نہ کریں گے تو چند روز بعد بخار پھر عود کر آئے گا۔

(۱۴) **تعویذ برائے دفع بواسیر ہر قسم**: یَا رَحِیْمَ کُلِّ صَرِیْخٍ وَّمَکْرُوْبٍ وَّغِیَاثَہٗ وَمَعَاذَہٗ یَا رَحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ لکھ کر کمر میں باندھیں۔

(۱۵) **ایضاً**۔ اگر صبح و شام سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ ہفت بار پڑھتا رہے تو بہتر ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو صرف بسم اللہ شریف صبح و شام پڑھ کر اپنے جسم پر ناف سے زانو تک آگے پیچھے ہاتھ پھیر کر دم کرے۔

(۱۶) **برائے دفع درد باؤ**۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْبَاعِثُ وَاَنَا الْمَبْعُوْثُ وَمَنْ یَّدْعُ الْمَبْعُوْثَ اِلَّا الْبَاعِثَ یَا رَبِّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ لکھ کر درد کی جگہ باندھیں۔

(۱۷) **تعویذ برائے زود فروشی مال**: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ لکھ کر مال و متاع میں رکھیں۔

(۱۸) برائے تیزی ذہن و کشائش مطالعہ: اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِعِلْمِكَ وَاسْتَعْمِلْ بَدَنِیْ بِطَاعَتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔ قبل از شروع سبق ہفت بار پڑھ کر اپنے وجود پر دم کریں۔

(۱۹) تعویذ برائے گریۂ کودک: ططططططط ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین لکھ کر گلو میں باندھیں۔

(۲۰) تعویذ برائے دفع طحال: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ه اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ه وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ه اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ه یا طحال ارجع الی مکانك بحق ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر طحال کی جگہ پر باندھیں۔

(۲۱) ایضاً: ہفت پارچہ کرپاس نیل کچ پانی سے تر کر کے طحال پر رکھیں اور اس کرپاس پر خزف نوآب رسیدہ رکھ کر اس خزف میں آگ کی چنگاری رکھ کر اس دائرۂ تعویذ کو رکھیں انشاءاللہ طحال زائل ہو جائے گی۔

(۲۲) ایضاً: بروز یکشنبہ ایک قرص گل طحال کے برابر بنا کر طحال کی جگہ پر رکھیں دست راست میں چاقو لیکر ایک بار سورۂ الم نشرح باتسمیہ پڑھ کر چاقو سے اس قرص کو کاٹیں اور اس طرح سات دفعہ کریں لیکن اول وآخر درود شریف زیادہ کریں۔ اس معمول کو تین یکشنبہ کریں انشاءاللہ طحال کٹ جائیگی۔

(۲۳) معمول برائے کاٹنے یرقان کے: بروز یکشنبہ چند برگ کلاں سبز گھاس کے لا کر ایک طرف مریض یرقان کے ہاتھ میں دیں کہ وہ پکڑے اور دوسری طرف خود بائیں ہاتھ میں لیکر اپنے داہنے ہاتھ میں چاقو لیکر ایک دفعہ سورۃ القریش باتسمیہ پڑھ کر چاقو سے اس گھاس کو کاٹیں اس طرح سات دفعہ کریں لیکن اول وآخر میں درود شریف زیادہ کریں۔ اس معمول کو بھی تین اتوار عمل میں لائیں انشاءاللہ یرقان رفع ہو جائے گا۔

(۲۴) ذکر طریق کیفیت ختم حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ برائے حصول جمیع مقاصد و حل مشکلات دینی و دنیاوی مجرب ہے۔ اول وآخر درود شریف سو سو مرتبہ درمیان میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ صرف پانچ سو مرتبہ روزانہ پڑھنا چاہیئے حتیٰ کہ مقصد حاصل ہو جائے اور مشکلات حل ہو جائیں۔ اس ختم کا ثواب بروح پرفتوح حضرت ممدوح بخش کر اپنی حاجات کیلئے بواسطہ جناب ایشاں بارگاہِ الٰہی جل شانہٗ سے استدعا کرے انشاءاللہ مطالب سرانجام پائیں گے۔

(۲۵) **معمول برائے خیر و برکت، امورات دین اور کشائش و فراخی معاش و ترقی رزق** کے لئے ہزار بار بلاناغہ رات دن میں پڑھیں بہت مفید اور نہایت مجرب ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوٰاتِكَ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ۔

(۲۶) **تعویذ برائے حُب:** دائیں بازو پر باندھ کر اس پر عطر و خوشبو لگائیں۔ اس تعویذ کی اجازت مخالفتِ زوجین کے لئے ہے اس کے بغیر اجازت نہیں اگر کوئی شخص سوائے زوجین کے کسی دوسری جگہ پر اس کا عمل کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ بجائے نفع کے نقصان اٹھائے گا۔

۸ ۱۱ ۷۸۶ ۱۴ ۱

یحبونھم کحب اللہ یا غفار	والذین امنوا اشد حبا للہ یا کریم	والقیت علیك محبة منی یا کریم	انہ لحب الخیر لشدید یا ودود
انہ لحب الخیر لشدید یا ودود ۱۲	والقیت علیك محبة منی یا کریم ۷	والذین امنوا اشد حبا للہ یا رحیم ۲	یحبونھم کحب اللہ یا لطیف ۱۳
والذین امنوا اشد حبا للہ یا لطیف ۶	یحبونھم کحب اللہ یا رحمٰن ۹	انہ لحب الخیر لشدید یا رحیم ۱۶	والقیت علیك محبة منی یا رحمٰن ۳
والقیت علیك محبة منی یا رحمٰن ۱۵	انہ لحب الخیر لشدید ۴	یحبونھم کحب اللہ یا کریم ۵	والذین امنوا اشد حبا للہ یا رحیم ۱۰

(۲۷) **تعویذ لِکُلِّ شیئ** (ہر مقصد کے لئے)

ع ۶ م ہ ۶ م ہ ۷ م ع

حم حم حم حم حم حم حم اللہ حم الامر وجاء النصر فعلینا لا ینصرون ۰

وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

(۲۸) **تعویذ برائے بقائے حمل**

یا قابض	یا قابض	یا قابض
یا قابض	یا قابض	یا قابض
یا قابض	یا قابض	یا قابض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَّاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ۰ وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین

(۲۹) تعویذ برائے درد سر

یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح	یابدوح

یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح یاروح

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

(۳۰) تعویذ برائے دفعِ دردِ چشم

یابدوح	یابدوح	یابدوح
یابدوح	یابدوح	یابدوح

یاروح یاروح یاروح
یاروح یاروح یاروح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ط

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

(۳۱) تعویذ برائے بجا شدنِ ناف

(۳۲) تعویذ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت قبلہ قلبی و روحی فداہ حضرت

خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص اس طلسم کو اپنے پاس رکھے وہ سحر و بلا و امراض سے حفظِ خدائے تعالیٰ میں رہے گا۔ باعزت و آبرو رہے گا۔ فتوحات غیبی و فیوضات لاریبی اس پر متوجہ ہونگے

خمس ہاءاتٍ وخطٌ فوق خط ⁘ وصلیبٌ حولہٗ سبعُ نقط
ثم ہمزاتٌ اذا اعددتہا ⁘ فہی سبعٌ لایُری فیہا الغلط
ثم واد ثم ہاءٌ بعدہٗ ⁘ ثم صاد ثم میم فی الوسط
وبہا یدفع عن حاملہا ⁘ کل سحر و بلاءٍ سخط
یشتفی الاسقام والداءالذی ⁘ عجزت عنہ الاطباء النمط

(۳۳)[1] سر اور دانت کے درد اور ریاح کے لئے: ایک پاک تختی پر ریت بچھا کر ایک میخ سے اس پر یہ لکھو ابجد ہوز حطی اور میخ کو زور سے الف پر دباؤ اور درد والا اپنی انگلی زور سے درد کی جگہ رکھے اور تم ایک دفعہ الحمد پڑھو اور اس سے درد کا حال پوچھو، اگر اب بھی درد ہو تو اسی طرح ب کو دباؤ غرض ایک ایک حرف پر اسی طرح عمل کرو انشاء اللہ حروف ختم نہ ہونے پائیں گے کہ درد جاتا رہے گا۔

(۳۴) ہر قسم کے درد کیلئے خواہ کہیں ہو۔ یہ آیت مع بسم اللہ تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں یا کسی تیل وغیرہ پر پڑھ کر مالش کریں یا باوضو لکھ کر باندھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝

(۳۵) دماغ کا کمزور ہو جانا۔ پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ مرتبہ یَا قَوِیُّ پڑھیں۔

(۳۶) نگاہ کی کمزوری کے لئے۔ پانچوں نمازوں کے بعد یَا نُوْرُ گیارہ بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(۳۷) زبان میں ہکلا پن یا ذہن کم ہونا۔ فجر کی نماز پڑھ کر ایک پاک کنکری منہ میں رکھ کر یہ آیت اکیس بار پڑھیں۔ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ۔ اور روزانہ ایک بسکٹ پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لکھ کر چالیس روز کھلانے سے بھی ذہن بڑھتا ہے۔

---

[1] اس سے آگے کے تعویذات بہشتی زیور و القول الجمیل وغیرہ سے منقول ہیں۔

(۳۸) **برائے ھول دلی۔** یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر گلے میں باندھیں ڈورا اتنا لمبا رہے کہ تعویذ دل پر پڑا رہے اور دل بائیں طرف ہوتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہ

(۳۹) **پیٹ کے درد کے لئے۔** یہ آیت پانی وغیرہ پر تین بار پڑھ کر پلائیں یا لکھ کر پیٹ پر باندھیں۔ لَا فِیْھَا غَوْلٌ وَّلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ ہ

(۴۰) **ہیضہ اور ہر قسم کی وبا، طاعون وغیرہ کے لئے۔** ایسے دنوں میں جو چیزیں کھائیں پئیں اُن پر پہلے تین بار سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پڑھ کر دم کر لیا کریں انشاء اللہ حفاظت رہے گی اور جس کو ہو جائے اس کو بھی کسی چیز پر دم کر کے کھلائیں پلائیں انشاء اللہ شفا ہو گی۔

(۴۱) **تلی بڑھ جانا۔** یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر تلی کی جگہ باندھیں: ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ۔

(۴۲) **ناف ٹل جانا۔** یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں ناف اپنی جگہ آجائیگی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ہ

(۴۳) **برائے بخار۔** اگر بغیر جاڑے کے بخار ہو تو یہ آیت لکھ کر باندھیں، اور اسی کو پڑھ کر دم کریں قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ہ اور اگر جاڑے سے ہو تو یہ آیت لکھ کر گلے میں یا بازو پر باندھیں: بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

(۴۴) **پھوڑا، پھنسی یا ورم۔** پاک مٹی پنڈول وغیرہ چاہے ثابت ڈھیلا چاہے پسی ہوئی مٹی لیکر اُس پر یہ دعا تین بار پڑھ کر تھوک دے۔ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ اور اس پر تھوڑا پانی چھڑک کر وہ مٹی کی جگہ یا اس کے آس پاس دن میں دو چار بار ملا کرے۔

(۴۵) **سانپ بچھو اور بھڑ وغیرہ کا کاٹ لینا۔** ذرا سے پانی میں نمک گھول کر اس جگہ ملتے جائیں اور قُلْ یا پوری سورت پڑھ کر دم کرتے جائیں بہت دیر تک ایسا ہی کریں۔

(۴۶) **سانپ کا گھر میں نکلنا یا آسیب ہونا۔** چار کیلیں لوہے کی لیکر ایک ایک پر

یہ آیت پچیس پچیس بار دم کر کے گھر کے چاروں کونوں پر زمین میں گاڑ دیں انشاءاللہ تعالیٰ سانپ اس گھر میں نہ رہے گا اور اس گھر میں آسیب کا اثر بھی نہ ہوگا۔ وہ آیت یہ ہے: اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

(۴۷) باؤلے کتے کا کاٹ لینا۔ یہی آیت جو اوپر لکھی گئی ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ سے رُوَيْدًا تک ایک روٹی یا بسکٹ کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ایک ٹکڑا ہر روز اس شخص کو کھلائیں انشاءاللہ تعالیٰ ہڑک نہ ہوگی۔

(۴۸) بانجھ ہونا۔ چالیس لونگیں لے کر ہر ایک پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے اور جس دن عورت پاکی کا غسل کرے اس دن سے ایک لونگ روزانہ سوتے وقت کھانا شروع کرے اور اس پر پانی نہ پیئے اور کبھی کبھی میاں کے پاس بیٹھے اٹھے، آیت یہ ہے: اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ انشاءاللہ تعالیٰ اولاد ہوگی۔

(۴۹) حمل گر جانا۔ ایک تاگا کسم کا رنگا ہوا عورت کے قد کی برابر اس میں نو گرہ لگائے اور ہر گرہ پر یہ آیت پڑھ کر پھونکے انشاءاللہ تعالیٰ حمل نہ گرے گا۔ اور اگر کسی وقت تاگا نہ ملے تو کاغذ پر لکھ کر پیٹ پر باندھیں آیت یہ ہے: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

(۵۰) برائے مسان و بخار۔ جس بچہ کو مسان کی بیماری ہو تو اس پر الحمد اکتالیس مرتبہ ساتھ وصل میم بسم اللہ کے الحمد کے ساتھ پڑھ کر چالیس روز تک دم کیا کریں انشاءاللہ تعالیٰ اس کا وہ مرض جاتا رہے گا اور اگر فرصت نہ ہو تو تین بار کا پڑھنا بھی کفایت کرتا ہے۔ نیز الحمد شریف چالیس بار پڑھ کر دم کر کے بخار والے کے منہ پر چھینٹے مارنا مفید ہے۔

(۵۱) بچہ زندہ نہ رہنا۔ اجوائن اور کالی مرچ آدھ آدھ پاؤ لیکر پیر کے دن دوپہر کے وقت چالیس بار سورۂ والشمس اس طرح پڑھے کہ ہر دفعہ کے ساتھ درود شریف پڑھے اور جب چالیس بار ہو جائے پھر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور اجوائن اور کالی مرچ پر دم کرے اور شروع سے یا جب سے خیال ہوا ہو دودھ چھڑانے تک روزانہ تھوڑا تھوڑا دونوں چیزوں سے کھالیا کرے انشاءاللہ تعالیٰ اولاد زندہ رہے گی۔

(۵۲) **ہمیشہ لڑکی ہونا**۔ اس عورت کا خاوند یا کوئی دوسری عورت اس کے پیٹ پر انگلی سے کنڈل یعنی دائرہ ستر بار بنائے اور ہر دفعہ میں یَامَتِیْنُ کہے انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

(۵۳) **بچے کو نظر لگ جانا یا رونا یا سوتے میں ڈرنا یا کیڑہ وغیرہ**۔ قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس، تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کرے اور یہ دعا لکھ کر گلے میں ڈالدے: اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَيْنٍ لَامَّةٍ۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب آفتوں سے حفاظت رہے گی۔

(۵۴) **چیچک**۔ ایک نیلا گنڈہ سات تار کا لیکر اس پر سورۂ رحمٰن جو ستائیسویں پارہ میں ہے پڑھے، اور جب اس آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پر پہنچے اس پر دم کرکے ایک گرہ لگائے۔ سورۃ کے ختم ہونے تک اکتالیس گرہیں ہوجائیں گی پھر وہ گنڈہ بچے کے گلے میں ڈالدے۔ اگر چیچک سے پہلے ڈالدیں تو انشاء اللہ تعالیٰ چیچک سے حفاظت رہے گی اور چیچک نکلنے کے بعد ڈالیں تو زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔

(۵۵) **ہر طرح کی بیماری کے لئے**۔ چینی کی تشتری پر سورۂ الحمد اور یہ آیتیں لکھ کر روزانہ مریض کو پلایا کریں بہت ہی تاثیر کی چیز ہے۔ آیاتِ شریفہ یہ ہیں: وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ، وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ، وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا، قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔

(۵۶) **محتاج اور غریب ہونا**۔ بعد نماز عشاء اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں گیارہ تسبیح یَامُعِزُّ پڑھ کر دعا کیا کرے اور چاہے یہ دوسرا وظیفہ پڑھ لیا کرے: بعد نماز عشاء اول و آخر سات سات مرتبہ درود شریف اور درمیان میں چودہ تسبیح اور چودہ دانے یَاوَهَّابُ پڑھ کر دعا کیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ فراغت اور برکت ہوگی۔

(۵۷) **آسیب لپٹ جانا**۔ ان آیتوں کو بیمار کے کان میں پڑھ کر دم کرے اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلائے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ اور سورۂ والسماء والطارق سات بار پڑھ کر کان میں دم کرنا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر اقامت کہنا بھی آسیب کو بھگا دیتا ہے۔

(۵۸) کسی طرح کا کام اٹکنا۔ بارہ روز تک اس دعا کو ۱۲۰ بار دفعہ پڑھ کر ہر روز دعا کیا کرے انشاءاللہ تعالیٰ کیسا ہی مشکل کام ہو پورا ہو جائیگا۔ یَابَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ۔

(۵۹) دیو کا شبہ ہو جانا۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس۔ تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس میں نہلائیں اور یہ دعا چالیس روز تک چینی کی تشتری پر لکھ کر پلائیں: یَاحَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَةِ مُلْکِهٖ وَبَقَائِهٖ یَاحَیُّ انشاءاللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ اور یہ دعا ہر بیمار کے لئے مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دیدیا ہو۔

(۶۰) خاوند کا ناراض یا بے پروا رہنا۔ بعد نماز عشا کے گیارہ دانے سیاہ مرچ کے لیکر اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ تسبیح یَالَطِیْفُ یَاوَدُوْدُ کی پڑھیں اور خاوند کے مہربان ہونے کا خیال رکھیں۔ جب سب پڑھ چکیں تو ان مرچوں پر دم کر کے تیز آگ میں ڈالدیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں انشاءاللہ تعالیٰ خاوند مہربان ہوگا اور کم سے کم چالیس روز کریں۔

(۶۱) دودھ کم ہونا۔ یہ دونوں آیتیں نمک پر سات بار پڑھ کر ماش کی دال میں کھلائیں۔ پہلی آیت: وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ: دوسری آیت وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ دوسری آیت اگر آٹے کے پیڑے پر پڑھ کر گائے بھینس کو کھلائیں تو خوب دودھ دیتی ہے۔

(۶۲) حفاظتِ حمل: اگر کسی عورت کا حمل اکثر گر جاتا ہو یا کسی صدمہ کی وجہ سے کسی مرتبہ ایسا خطرہ ہو تو آیاتِ ذیل لکھ کر حاملہ کے گلے میں اس طرح ڈالدیں کہ وہ تعویذ پیٹ پر پڑا رہے آیات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ہ رَبِّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

(۶۳) نظر بد۔ اگر نظر بد کا احتمال ہو تو آیاتِ ذیل لکھکر گلے میں ڈالدیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

(۶۴) **ایضاً** کلماتِ ذیل بھی نظرِ بد کا اثر دور کرنے کے لئے خصوصیت سے گلے میں ڈالتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّعَیْنٍ لَامَّةٍ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(۶۵) **برائے مرگی۔** اور جو شخص مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے اور اس میں یکشنبہ (اتوار) کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدوا لے یَا قَهَّارُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ: اور دوسری طرف یہ کھدوائے یَا مُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَهْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِهٖ یَا مُذِلُّ۔

(۶۶) **برائے درد سر۔** درد سر خواہ آدھا سیسی کا ہو یا دوسری طرح کا، آیاتِ ذیل لکھ کر درد کے موقع پر باندھ دیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (پوری سورت) لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

(۶۷) **برائے دردِ زہ:** کلمات و آیاتِ ذیل کو گڑ پر پڑھ کر کھلائیں یا لکھ کر سفید کپڑے میں باندھ کر حاملہ کی بائیں ران میں باندھ دیں اور بعد فراغت فوراً کھول دیں انشاء اللہ ولادت میں بہت سہولت ہوگی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ اٰهِیًا اِشْرَاهِیًا اَللّٰهُمَّ سَهِّلْ عَلَیْهَا الْوِلَادَةَ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ۔

(۶۸) **آسیب:** اگر کسی پر آسیب کا شبہ ہو تو آیاتِ ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں، اور پانی پر دم کر کے مریض پر چھڑک دیں اور اگر گھر میں اثر ہو تو ان کو پانی پر پڑھ کر گھر کے چاروں گوشوں میں چھڑک دیں۔ آیات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱) سورۂ فاتحہ پوری)۔ (۲) الٓمّٓ تا مفلحون۔ (۳) وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ (۴) آیۃ الکرسی پوری (۵) لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

تاآخر سورۂ بقر (۶) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّہٗ الایہ (۷) اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ الآیہ (۸) فَتَعَالَی اللّٰهُ تا ختم سورۂ (سورۂ آل عمران ع ۲) (سورۃ الاعراف ع ۷)
مومنون (۹) آیات شروع صافات تا لازب (۱۰) تین آیات آخر سورۂ حشر (۱۱) وَاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا الخ
سورۂ جن (۱۲) قل ہو اللہ احد پوری (۱۳) سورۂ فلق پوری۔ (۱۴) سورۂ الناس پوری۔

(۶۹) **ایضاً برائے آسیب**۔ کلمات ذیل کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے (اس عمل کا نام حرزِ ابی دجانہ ہے) نہایت مجرب ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ هٰذَا کِتَابٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِلٰی مَنْ طَرَقَ الدَّارَ مِنَ الْعُمَّارِ وَالزُّوَّارِ وَالسَّائِحِیْنَ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْحَقِّ سَعَةً فَاِنْ تَکُ عَاشِقًا مُوْلِعًا اَوْ فَاجِرًا مُقْتَحِمًا اَوْ رَاعِیًا حَقًّا مُبْطِلًا هٰذَا کِتَابُ اللّٰهِ یَنْطِقُ عَلَیْنَا وَعَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اُتْرُکُوْا صَاحِبَ کِتَابِیْ هٰذَا وَانْطَلِقُوْا اِلٰی عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَاِلٰی مَنْ یَزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تُغْلَبُوْنَ حٰمٓ لَا تُنْصَرُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ٥ اس کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔

(۷۰) **ایضاً**۔ اگر آسیب کا اثر گھر میں معلوم ہو تو آیات ذیل پچیس بار کیلوں پر پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا فَمَهِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا۔

(۷۱) **ایضاً**۔ اس نقش کو مع عبارت زیرین کے تین تعویذ لکھیں اور اس کو اس طرح فتیلہ بنائیں کہ دو کا ہندسہ نیچے رہے اور آٹھ کا ہندسہ اوپر رہے پھر پاک روئی میں لپیٹ کر کورے چراغ میں کڑوا تیل ڈال کر مریض کے پاس اوپر کی طرف سے یعنی ہندسہ (۸) کی طرف سے روشن کریں اول روز ایک فتیلہ جلائیں پھر ایک دن ناغہ کر کے دوسرا پھر ایک دن ناغہ کر کے تیسرا۔

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

فرعون قارون ہامان شداد نمرود ابلیس بحق اللہ و اتباع ایشاں اگر نگریزند سوختہ شوند۔

(۷۲) **برائے دفعِ سحر:** آیاتِ ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلائیں۔ اگر نہلانا نقصان نہ کرتا ہو تو ان ہی آیات کو پانی پر پڑھ کر اس سے مریض کو نہلائیں۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ وَیُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ط اور سورۂ فلق پوری اور سورۂ الناس پوری۔

(۷۳) **برائے دفعِ مرگی**۔ ان آیات کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ہ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہ رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ ہ

(۷۴) **رَدِّ غائب**۔ اگر کسی کا لڑکا یا اور کوئی لاپتہ کہیں چلا گیا ہو تو اس کے واپس آنے کے لئے آیاتِ ذیل لکھ کر اس تعویذ کو کالے یا نیلے کپڑے میں لپیٹ کر گھر میں جو کوٹھڑی زیادہ تاریک ہو اس میں دو پتھروں کے درمیان اس طرح رکھ دیا جائے کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ پتھر نہ ہوں تو چکّی کے دو پاٹوں میں دبا دیں اور لفظ فلاں بن فلانہ کی جگہ اس لاپتہ کا نام اور اس کی ماں کا نام لکھیں۔
پہلے سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی لکھ کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَنْ فِیْھِنَّ فَاجْعَلِ اللّٰھُمَّ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا فِیْھِمَا وَمَا عَلٰی عَبْدِکَ فُلَانِ بْنِ فُلَانَۃَ اَضْیَقَ مِنْ خَلْقِہٖ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَوْلَاہُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ پھر لکھے اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ سے تَمَالَہٗ مِنْ نُّوْرٍ تک وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ پھر کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ ھٰذِہِ الْاٰیٰتِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ وَاَنْ تَرُدَّ الْعَبْدَ اِلٰی مَوْلَاہُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط

دیگر برائے ردِّ غائب: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِہٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰھَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ فَرَدَدْنٰہُ اِلٰی اُمِّہٖ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ

اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۝ حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ اَللّٰھُمَّ یَا ھَادِیَ الضَّالِّ وَیَا رَادَّ الضَّالَّۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ فُلَانٍ ۔ لفظِ فلاں کی جگہ اس لاپتہ کا نام لکھیں۔

(۷۵) پیشاب رُک جانا یا پتھری ہو جانا ۔ کلماتِ ذیل کو لکھ کر ناف پر باندھ دیا جائے۔ رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً مِّنْ شِفَآئِکَ وَرَحْمَۃً مِّنْ رَّحْمَتِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجَعِ۔

(۷۶) برائے غنا ۔ یَا وَھَّابُ بعد نماز عشا اس طرح پڑھے کہ اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے اور درمیان میں چودہ سو چودہ بار (۱۴۱۴) اسم مذکور اور بعد میں یہ دعا پڑھے: یَا وَھَّابُ ھَبْ لِیْ مِنْ نِّعْمَۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (اس عمل کا نام حضرت مولانا محمد یعقوبؒ "کیمیائے درویشاں" فرمایا کرتے تھے)۔

(۷۷) انجاحِ حاجت ۔ تمام مشکلات کے حل کے لئے اسم یَا لَطِیْفُ بعد نماز عشا گیارہ سو گیارہ مرتبہ (۱۱۱۱) پڑھے اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھے اور پھر دعا کرے۔

(۷۸) برائے تپ و لرزہ ہر قسم

اس نقش کو لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں انشاء اللہ ہر قسم کا تپ و لرزہ دفع ہو گا۔ نقش یہ ہے:-

بسم	اللہ	الرحمن	الرحیم
اللہ	الرحمن	الرحیم	بسم
الرحمن	الرحیم	بسم	اللہ
الرحیم	بسم	اللہ	الرحمن

(۷۹) ایامِ ماہواری کی کمی ۔ اگر ایام ماہواری میں کمی ہو اور اس سے تکلیف ہو تو آیاتِ ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ رحم پر پڑا رہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَجَعَلْنَا فِیْھَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْھَا مِنَ الْعُیُوْنِ لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ۔

(۸۰) **ایامِ ماہواری کی زیادتی کے لئے**۔ اگر کسی کو ایامِ ماہواری زیادہ آتے ہوں اور اس سے تکلیف ہو تو آیاتِ ذیل لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ رحم پر پڑا رہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَقِیْلَ یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝

(۸۱) **برائے امان وپناہ از ہر آفت**۔ یہ دعا صبح وشام پڑھا کرے: بِسْمِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ؕ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ مَاشَآءَ اللّٰہُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَكُنْ اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَّاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ وَّاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ؕ اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ؕ

(۸۲) **برائے افزایشِ شیرِ جانوراں**۔ اگر کوئی گائے بھینس وغیرہ دودھ نہ دیتی ہو تو آٹے کے ایک پیڑے پر آیاتِ ذیل پڑھ کر اس جانور کو کھلادیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝

(۸۳) **برائے تھنیلا**۔ بعض اوقات عورتوں کے پستان میں بوجہ زیادتی دودھ وغیرہ درد اور دکھن ہوتی ہے تو اس دعا کو چھنی ہوئی راکھ پر یا مٹی پر سات بار اس طرح پڑھیں کہ ہر بار پڑھ کر اس راکھ یا مٹی میں تھوک دیں پھر پانی سے اس کو پتلا کر کے درد کی جگہ لیپ کر دیں۔ اگر پھوڑے پھنسی پر لگایا جائے تب بھی مفید ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ

بَعۡضِنَا یُشۡفٰی سَقِیۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا۔

(۸۴) **برائے آسیب زدہ** (از قطبِ عالم مولانا گنگوہیؒ) اسماء اصحابِ کہف بعبارتِ ذیل کاغذ پر لکھ کر جس مکان میں مریض یا مریضہ ہو اس کی دیواروں پر جگہ جگہ چسپاں کر دیئے جائیں اور جیس کا مندرجہ ذیل نقش ایک کاغذ پر لکھ کر مریض کو دکھایا جائے۔ وہ دیکھنے سے گھبرائے اور انکار کرے گا مگر زبردستی اس کی نظر اس پر ڈلوائی جائے اور جبراً نقش کو تعویذ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۲	۴	۶	۸
۸	۶	۴	۲
۴	۲	۸	۶
۶	۸	۲	۴

اسماء اصحابِ کہف یہ ہیں: اِلٰہِیۡ بِحُرۡمَۃِ یَمۡلِیۡخَا۔ مَکۡسَلۡمِیۡنَا۔ کَشۡفُوۡطَطۡ۔ طَبۡیُوۡنُسۡ۔ کَشَافَطَیُوۡنُسۡ۔ آذَرۡ فَطِیُوۡنُسۡ۔ یُوَانِسۡ بُوۡسُ وَکَلۡبُہُمۡ قِطۡمِیۡرٌ وَعَلَی اللّٰہِ قَصۡدُ السَّبِیۡلِ وَمِنۡہَا جَآئِرٌ وَلَوۡ شَآءَ لَہَدٰىکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَبَارِکۡ وَسَلَّمۡ۔

(۸۵) **گنڈا برائے مسان**۔ (از حضرت مولانا خلیل احمدؒ) نیلے تاگے کے اکتالیس تار عورت کے قد کی برابر لمبے لیکر اس پر سورۃ الحمد مع بسم اللہ اکتالیس بار پڑھے اور ہر دفعہ اس تاگے پر دم کر کے ایک گرہ لگاتا رہے۔ حمل کے زمانے میں ماں کے پیٹ پر اس گنڈہ کو باندھ دے اور بعد پیدا ہونے کے بچہ کے گلے میں ڈال دے اور اگر حمل کے وقت نہ باندھ سکے تو بچہ ہی کے گلے میں ڈالنے سے بھی انشاء اللہ وہی فائدہ ہوگا۔

(۸۶) **گنڈا برائے آسیب زدہ**: گیارہ تار نیلا یا سیاہ سوت کچا ڈیڑھ گز لمبا لیکر اکتالیس بار آیتِ ذیل پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر اس کے اندر دم کر کے بند کر دیں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّہُمۡ یَکِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا وَّاَکِیۡدُ کَیۡدًا فَمَہِّلِ الۡکٰفِرِیۡنَ اَمۡہِلۡہُمۡ رُوَیۡدًا اھ

(۸۷) **گنڈا برائے سہولتِ دنداں**۔ سات تار کا بارہ گرہ لمبا کچا سوت نیلا یا سیاہ لے کر سورۃ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ پوری سات بار پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر حسب معمول دم کریں پھر ہر گرہ پر جدھر ختم کر کے گرہ لگائی ہے اس کے اوپر سے اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَحُقَّتۡ وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ وَاَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَتَخَلَّتۡ ایک ایک بار دم کرتے چلے جائیں پھر ایک ایک بار اس طرف سے جہاں اب ختم کیا ہے قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پوری سورت دم کرتے ہوئے چلے آئیں۔

(۸۸) **گنڈا برائے حفاظتِ حمل**۔ گیارہ تار نیلا یا سیاہ سوت ڈیڑھ گز لمبا لے کر سورۂ یٰسین پوری پڑھیں اور ہر مبین پر ایک گرہ لگا کر دم کریں پھر اس کو حاملہ کے پیٹ پر باندھ دیں (کل سات گرہ ہوں گی) حمل اسقاط سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(۸۹) **جھاڑ برائے اورسا** (جس کو میٹھا اور پسلی چلنا بھی کہتے ہیں) چاقو سے پاک زمین پر سات لکیریں اس طرح کھینچکر ||||||| اور بچہ کا پیٹ اپنی طرف کرکے کپڑا اٹھا کر دائیں ہاتھ میں چاقو لے کر بچہ کے پیٹ کی طرف سے اشارہ کرکے ان لکیروں پر لاتا رہے اور سات بار یہ آیت پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ اور بچہ کے پیٹ اور سینہ پر دم کرے اور کبھی کبھی چاقو کو آہستہ سے اس کی پسلی سے چھواتا ہوا (جو چل رہی ہے) اور پیٹ کو چھواتا ہوا زمین تک لائے سات دفعہ دعا پڑھ کر ایک لکیر سے ان ساتوں لکیروں کو کاٹ دے۔ پھر اسی طرح سات دفعہ پڑھے اور دوسری لکیر سے کاٹ دے اسی طرح ہر سات دفعہ پر ایک لکیر سے کاٹتا رہے۔ جب سات لکیریں ہو جائیں بس دم کرکے بچہ کو اٹھا دیا جائے اور بچہ کو پیشاب کرا دیویں صبح و شام تین روز تک جھاڑا جائے باذن اللہ مرض دفع ہو جائے گا۔

(۹۰) **برائے دورۂ کمیڑہ**۔ جب بچہ کو سان کا دورہ پڑ رہا ہو تو سات بار الحمد پوری اور سات بار اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ پوری اور سات بار درود شریف نماز والا پڑھ کر دم کرے اور پڑھتے ہوئے داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت کو سینہ اور پیٹ پر پھیرتا رہے۔

(۹۱) **برائے اختلاجِ قلب**۔ آیاتِ ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ قلب پر پڑی رہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ۝ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ ۝

(۹۲) **گنڈا برائے بواسیر خونی**۔ کچا سوت سرخ رنگ ڈیڑھ گز لمبا اکیس تار لے کر سورۂ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ پوری اکیس بار پڑھ کر گرہ لگاتا اور دم کرتا رہے پھر الٹی طرف سے ہر گرہ پر لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ رَبِّ اِنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ایک بار دم کر دے پھر سیدھی طرف سے ایک بار ہر گرہ پر وَقِيْلَ

يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ دم کرتا چلا آوے اور بواسیر والے کی کمر پر باندھ دیا جائے۔ باذن اللہ بہت جلد آرام ہو جائے گا۔

(۹۳) حفاظت از مار و کژدم وغیرہ موذی جانوروں کے لئے:—

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ گیارہ بار صبح و شام، اول و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھا جائے۔ اعتقاد کامل ہو۔

(۹۴) ایضاً۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ تین بار صبح و شام

(۹۵) برائے عقیمہ۔ ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھے: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ پھر اس تعویذ کو عورت کی گردن میں باندھے۔

(۹۶) ایضاً برائے حمل۔ اول الحمد شریف بعدہٗ اسمائے اصحاب کہف (جو صفحہ ۱۹۴ پر درج ہیں) تین تین بار پڑھ کر چھ عدد چھوہاروں پر دم کریں اور دیدیں اور ہدایت کریں کہ بعد غسلِ حیض ایک عدد چھوہارہ روزانہ بیوی کھائے اور ایک عدد چھوہارا خاوند بھی کھائے اور رات کو ہمبستری کرے انشاء اللہ حمل ہو جائے گا۔

(۹۷) برائے خنازیر۔ جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو تانت پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَةِ اللّٰهِ وَقُوَّةِ اللّٰهِ وَعَظَمَةِ اللّٰهِ وَبُرْهَانِ اللّٰهِ وَسُلْطَانِ اللّٰهِ وَكَنَفِ اللّٰهِ وَجِوَارِ اللّٰهِ وَاَمَانِ اللّٰهِ وَحِرْزِ اللّٰهِ وَصُنْعِ اللّٰهِ وَكِبْرِيَاءِ اللّٰهِ وَنَظَرِ اللّٰهِ وَبَهَاءِ اللّٰهِ وَجَلَالِ اللّٰهِ وَكَمَالِ اللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ ۝ پھر مریض کے گلے میں ڈال دیں۔

(۹۸) ہر بیماری کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کا پڑھنا ثابت ہے اور فرمایا کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جب یہ آیات پڑھی جائیں تو بیماری

خدا کے فضل سے دور ہو۔ وہ آیات یہ ہیں: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ سے جَمِيْعًا تک اور يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ سے وَلَآ اَمْتًا تک اور وَلَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ سے خَشْيَةِ اللّٰهِ تک۔ اور ہر آیت کے بعد یہ کہتا جائے کہ فَكَيْفَ اَنْتَ يَا اَيَّتُهَا الْعِلَّةُ۔

(۹۹) جو بچہ کسی طرح نہ چلتا ہو۔

ال	م	ت	بن
۴۰۱	۵۹	۳۲	۲۹
۵۸	۳۹۸	۴۲	۳۳
۴۱	۳۴	۵۷	۳۹۹

اگر یہ نقش لکھ کر اور کسی خوشبو کی دھونی دیکر اس بچہ کے گلے میں ڈالدیں تو ان شاء اللہ چلنے لگے گا۔ اسی طرح اگر سفر میں جائے تو اپنے بازو پر باندھ لے ان شاء اللہ تکان نہ ہوگا۔

(۱۰۰) جس حاملہ کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو تو یہ آیات اور دعا اور نقش سکوری پر لکھکر پانی سے دھو کر پلائیں ان شاء اللہ پیدائش فوراً ہوگی وہ دعا اور آیات اور نقش یہ ہیں:

ب	ط	د
ز	ه	ح
و	ا	ح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے الْعَظِيْمُ تک۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

(۱۰۱) برائے غنائے دلی وکشائشِ ظاہری وباطنی۔ ہر روز گیارہ سو مرتبہ یَا مُغْنِيْ اور سورۂ مزمل شریف چالیس بار پڑھنے پر ہمیشگی کرے اگر چالیس بار نہ ہو سکے تو گیارہ بار پڑھے۔ بعض بزرگوں سے مزمل شریف کا اکتالیس بار پڑھنا منقول ہے اور بعض سے عشا کی نماز کے بعد دو رکعتوں میں اکتالیس بار اس طرح کہ پہلی رکعت میں اکیس بار اور دوسری میں بیس بار پڑھے اور ایک یہ ہے کہ سنتِ فجر کے بعد ایک بار اور پانچوں نمازوں کے بعد دو دو بار کہ شب و روز میں گیارہ بار ہو جائے۔ یہ سب طریقے مجرب ہیں۔

(۱۰۲) برائے فاقہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

(۱۰۳) ایضاً۔ فاقہ کے لئے ہر روز سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا مفید ہے۔

(۱۰۴) رات کو جاگنے کے لئے۔ جو شخص اپنے سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری آیتیں پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کو جگا دے جس وقت کا ارادہ کرے تو حق تعالیٰ

اس کو اسی وقت جگادے گا۔ وہ آیات یہ ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ہ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ہ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ہ

(۱۰۵) **برائے خوف حاکم۔** جو شخص کسی صاحبِ حکومت سے ڈرے اس کو چاہیے کہ یوں کہے کٓهٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ اور کٓهٰیٰعٓصٓ کے کہتے وقت ہر حرف کے تلفظ پر داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے یعنی کاف کہے وقت سب سے چھوٹی انگلی بند کرے ھا پر دوسری یا پر تیسری عین پر چوتھی اور صٓ پر انگوٹھا بند کرے اور حٰمٓعٓسٓقٓ کے ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو بند کئے ہوئے اس حاکم کے سامنے جا کر کھولدے انشاءاللہ مہربان ہوگا۔

(۱۰۶) **گم شدہ چیز کے لئے** جس کی کوئی چیز کھوئی جائے تو وہ یَا حَفِیْظُ ایک سو انیس بار بغیر کمی زیادتی کے پڑھے پھر یہ آیت یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ایک سو انیس بار پڑھے حق تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز کو اس سے پاس پھر لائے گا۔

(۱۰۷) **ایضاً** کسی کی چیز یا لڑکے وغیرہ کے گم ہونے پر درود شریف لکھ کر دیا جائے کہ اونچی جگہ درخت یا کھونٹی وغیرہ پر لٹکائے۔

(۱۰۸) **برائے حاجت روائی**۔ حاجت روائی کے لئے سورۂ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی میم کو الحمد کے لام سے ملادے۔ اتوار کے دن فجر کی سنت اور فرض کے درمیانی وقفہ میں شروع کرے۔ پہلے دن ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار، اسی طرح ہر روز دس بار کم کرتا جائے یہانتک کہ ہفتہ کے دن دس بار پڑھے۔

(۱۰۹) **نماز حاجات**۔ مشکل حاجتوں کے بر لانے کے لئے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ہ کو سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔ سو بار پڑھے۔ اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ سو بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو بار پڑھے اور اپنی حاجت کی دعا کرے انشاء اللہ عزیز قبول ہووے۔

(۱۱۰) برائے بخار ۔خصوصاً پرانے بخار کے لئے یہ افسوں ایک کاغذ پر لکھ کر بازو پر باندھ دے انشاء اللہ جلد اچھا ہو جائے گا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ اِلٰٓی اُمِّ مِلْدَمٍ اِلَّتِیْ تَاْکُلُ اللَّحْمَ وَتَشْرَبُ الدَّمَ وَتَھْشِمُ الْعَظْمَ اَمَّا بَعْدُ یَآ اُمَّ مِلْدَمٍ اِنْ کُنْتِ مُؤْمِنَۃً فَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنْ کُنْتِ یَھُوْدِیَّۃً فَبِحَقِّ مُوْسٰی کَلِیْمِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنْ کُنْتِ نَصْرَانِیَّۃً فَبِحَقِّ الْمَسِیْحِ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اَنْ لَّا اَکَلْتِ لِفُلَانِ بْنِ فُلَانَۃَ لَحْمًا وَّلَا شَرِبْتِ لَہٗ دَمًا وَّلَا ھَشَمْتِ لَہٗ عَظْمًا وَّتَحَوَّلِیْ عَنْہُ اِلٰی مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ وَاِلَّا فَاَنْتِ بَرِیْٓـئَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاللّٰہُ تَعَالٰی بَرِیْٓءٌ مِّنْکِ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔ (فلاں بن فلانہ کی جگہ مریض کا اور اس کی ماں کا نام لکھے)۔

(۱۱۱) ایضاً ۔بخار والے پر ہر روز عصر کی نماز کے بعد سورۂ مجادلہ تین بار پڑھے۔

(۱۱۲) برائے سُرخ بادہ ۔جس کے بدن پر سرخ بادہ ظاہر ہو اس دعا سے سات بار جھاڑے اور پڑھتے وقت چھری سے اشارہ کرتا جائے۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْحَکِیْمِ الْکَرِیْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ وَسُلْطَانِہٖ اَیَّتُھَا الْحُمْرَۃُ جَآءَتْکِ جُنُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ وَقَالَ سُلَیْمٰنُ اَیَّتُھَا الرِّیْحُ اَجِیْبِیْ دَاعِیَ اللّٰہِ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَمَا لَہٗ مِنْ مَّلْجَاٍ وَّمَا لَہٗ مِنْ ظَھِیْرٍ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِالثَّنَآءِ الطَّیِّبِ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰہُ یَکْفِیْکَ وَاللّٰہُ یَشْفِیْکَ مِنْ کُلِّ دَآءٍ یُّؤْذِیْکَ وَمِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ تَعْتَرِیْکَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

(۱۱۳) **برائے اسقاطِ جنین:** جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کسم کا رنگا ہوا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر ۹ گرہیں لگائے اور ہر گرہ پر وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے اور دم کرے۔

(۱۱۴) **دنبل اور پھوڑے وغیرہ کے لئے:** اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۹ بار، اول و آخر درود شریف پڑھ کر ملتانی مٹی پر دم کر کے لگائیں۔

(۱۱۵) **جس کو پیشاب میں ریگ آتی ہو:** اس کو یہ آیت لکھ کر پلائیں وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۝ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۝

(۱۱۶) **فتیلہ برائے آسیب زدہ۔** یہ فتیلہ اسی حالت میں دیا جائے جبکہ جن یا آسیب کسی طرح نہ جاتا ہو۔ املیخا ۳ قملیخا ۳ تملیخا ۳ یا املیخا ۳ تملیخا ۳ قملیخا ۳ کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو لمبائی کی صورت میں تہ کر کے نیچے کالے کپڑے کا ٹکڑا رکھ کر قدرے حرمل (کالا دانہ) اور ہینگ رکھ کر اوپر ڈور لگایا جائے۔

(۱۱۷) **برائے معمولی دنبل۔** اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف درمیان میں گیارہ مرتبہ سورۃ الم نشرح پڑھ کر دم کرے۔

(۱۱۸) **خراب اور بڑے دنبل کے لئے۔** اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف درمیان میں اکتالیس ۴۱ مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر دم کریں اور مکھن وغیرہ پر دم کر کے لگائیں۔

(۱۱۹) **تعویذ برائے عام امراض**

لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔